شعروادب کی صالح قدروں اور عصری رجحانات کا ترجمان

سہ ماہی ادبی محاذ کٹک

JUL-SEPT 23

گوشۂ عزیز بلگامی

محفل میں تم عزیز کی آ کر تو دیکھ لو
مل جایے گی سکون کے لمحوں کی تازگی

مدیر اعلیٰ
سعید رحمانی

مدیر
سید نفیس دسنوی

عزیز بلگامی کے شب و روز

بیاد پروفیسر سید منظر حسن دسنوی مرحوم
اور سید شکیل دسنوی مرحوم
شعر و ادب کی صالح قدروں اور عصری رجحانات کا ترجمان

اشاعت کا سولہواں سال ۶۳/ واں شمارہ

سہ ماہی **ادبی محاذ** کٹک

ہمارے سرپرست
علامہ حضرت سید اولادِ رسول قدسی مصباحی (امریکہ)
جناب خادم رسول عینی (بھساول)
جناب محمد رفیق وارث مصباحی (جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ)

مدیر اعلیٰ: سعید رحمانی
موبائل۔ 07978439220 (صرف SMS کے لیے)

مدیر	معاون مدیران	
سید نفیس دسنوی	سیّد نور الٰہی ناطق	عبدالمتین جامی
Mob:9437067585	Mob:9237427933	Mob-9938905926

منیجنگ ایڈیٹر
سمیع الحق شاکر موبائل 9861148800

کمپیوٹر کمپوزنگ:۔ یونس عاصم موبائل۔ 9090156995

مجلسِ مشاورت
ڈاکٹر اسلم حنیف، ظفر اقبال ظفر، شارق عدیل، غلام ربانی فدا، اشفاق نجمی، حیرت فرخ آبادی، شیخ منور حبیبی، شیخ قریش، ڈاکٹر معصوم شرقی، ڈاکٹر قمر الزماں، یوسف جمال، مولانا مطیع اللہ نازش، ارشد جمیل

قانونی مشیر: محمد فیض الدین خاں (ایڈوکیٹ، ہائی کورٹ)

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ
سعید رحمانی۔ دیوان بازار۔ پوسٹ۔ بخشی بازار، کٹک۔ 753001 (اڈیشا)
09437067585 (ضروری جانکاری کے لیے)
E-mail: adbimahaz@gmail.com
E-mail: Sayeedrahmani@gmail..com
Website: http//www.sayeedrahmani.blogspot.com

قیمت فی شمارہ: ۲۵/ روپے   زرِ سالانہ: ۱۰۰/ روپے
رجسٹری ڈاک سے زرِ سالانہ۔ ۲۰۰/ روپے
خصوصی زرِ سالانہ: ۲۰۰/ روپے   بیرونِ ممالک: ۲۵/ امریکی ڈالر
(چیک یا ڈرافٹ پر نام کی جگہ صرف MohammedSayeed لکھیں۔ پتہ نہ لکھیں۔ چیک کے ذریعہ زرِ سالانہ ۱۲۵/ روپے ارسال کریں۔ بیرونِ ملک کے لئے ۳۰/ امریکی ڈالر)

Name Of Account Holder:Mohammed Sayeed
IndianOverseasBank-A/CNo.172201000001688
IFSC Code-IOBA0001722-Branch-P.K.ParijaRoad, Cuttack

پبلیشر و پرنٹر شیخ قریش نے چتّا پریس قاضی بازار سے چھپوا کر دفتر ادبی محاذ دیوان بازار کٹک۔ 753001 سے شایع کیا۔

یادوں کے جھروکے سے
سید شکیل دسنوی مرحوم

دل کے نازک شیشے پر یہ چوٹ پڑے گی سوچ ذرا
پنگھٹ پر اک پردیسی سے دیکھ نہ گوری آنکھ لڑا
جب سے ملے ہیں ہم بھی پریشاں، تو بھی ہے بدنام بہت
اپنا پریچے واپس لے لے آگے اب نہ بات بڑھا
آنکھ میں آنسو، اڑی سی رنگت، ہونٹوں پر بے جان ہنسی
پریت میں تیری او ہرجائی دل کو کیسا روگ لگا
روپ ہے تیرا پھول سا کومل اور دنیا کی نظر بری
تجھ کو اپنے دل میں چھپا لوں آ آنکھوں کے رستے آ
تارے گن گن رات کٹے اور صبح سے کرنا شام محال
او سپنوں میں بسنے والی آنکھ سے یوں نیندیں نہ اڑا
ہوا کے یہ آوارہ جھونکے کب آنچل میں رکتے ہیں
سیدؔ تو پردیسی ٹھہرا دیکھ نہ اتنی پریت بڑھا

پیش کش
صادق علی انصاری (سیتا پور۔ یوپی)

ہمارے خصوصی معاونین

اپنی پنشن کی رقم سے ''اخبارِ اڑیسہ'' کا لگایا ہوا پوداب اللہ کے فضل وکرم سے برگ و بارلا کرسہ ماہی ''ادبی محاذ'' کی صورت میں ارتقائی سفر طے کرنے لگا ہے۔میری تنہا ذاتی کوششوں سے شروع کیا ہوا یہ سفراب 'لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا' کے مصداق ایک ادارے کی شکل اختیار کر گیا ہے جس میں مقامی احباب کے دامے درمے سخنے تعاون کے ساتھ ہی کل ہنداور عالمی سطح پر بھی محبان اردو نے اپنی طرف سے ایک ہزار سے پانچ ہزارتک کے عطیات دیے ہیں اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ان میں سے بعض نے وقفے وقفے سے رقم بھیجتے رہنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔تمام محبان اردو سے گزارش ہے کہ ''ادبی محاذ'' کی خریداری قبول فرمائیں اوراس کی بقا کا ضامن بنیں۔

خصوصی معاونین کے اسمائے گرامی

نام	مقام
الحاج محمد ایوب خاں	بھوبنیشور
الحاج سیّدعطامحی الدین	بھدرک
الحاج سیّد ڈاکٹر مشتاق علی	کٹک
الحاج مولوی سیّدنذیرالدین صدیقی (ایڈوکیٹ)	کٹک
جناب محمد شاہنواز	بھوبنیشور
جناب عبدالمجید فیضی	سمبل پور
جناب ایم اے احد	بھوبنیشور
جناب محمد اسلم غازی	ممبئ
ڈاکٹر محمد قمرالدین خاں	کٹک
جناب ایس این شیخ	ممبئ
مولوی محمد مطیع اللہ نازش	کٹک
جناب شیخ منوراحمد حبیبی	دھام نگر (اڑیسہ)
جناب محبّ الرحمن وفا	یوڈا،مہاراشٹر
جناب وکیل نجیب	ناگپور
جناب سیّدمحمودرضی الدین	راجستھان
جناب اقبال سلیم۔	بنگلور
جناب ایم حمیدالدین ناز	بیدر
پالوجی ڈاکٹر جاوید حسین	ممبئ

نام	مقام
مس انجم ممتاز سلطانہ	بیدر
جناب رفیق شاہین	علی گڑھ
جناب سمیع الحق شاکر	کٹک
ڈاکٹر سید مجیب الرحمن بزمی	رانچی
ڈاکٹر جمال الدین احمد	بھوبنیشور
ڈاکٹر کرشن بھاوک	پٹیالہ
سید فرید منظر حسن	کٹک
ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی	نیپال
ڈاکٹر قمرالزماں	دھنباد
مولانا پھول محمد نعمت رضوی	مظفرپور(بہار)
جناب ارشد قمر	ڈالٹن گنج
ڈاکٹر ملکہ خورشید	لکھنؤ
حاجی اختر حسین	بیل پہاڑ۔جھارسوگڈا
جناب جمال قدوسی	سدھارتھ نگر(یوپی)
جناب شمس الحق شمس (ایڈوکیٹ)	دیوپور (کٹک)
ابوالکمال ظفر احمد (ایڈوکیٹ)	بالیسر
جناب ارشد جمیل	کٹک
جناب شیخ بشیر احمد	کشمیر

نام	مقام
جناب نظام مجھولیاوی	مظفرپور (بہار)
جناب رمیش پرسادکنول	پٹنہ
جناب اسحاق عابد	چنئ
ڈاکٹر مختار شمیم	بھوپال
ابرارنغمی	رائسین (ایم پی)
بانومہرسلطانہ بنت حمیدالدین	بیدر(کرناٹک)
جناب جاوید ندیم	ممبئ
جناب فیروزاحمد سیفی	نیویارک (امریکہ)
پروفیسرسید محمد استخارالدین	بجنور(یوپی)
الحاج سیدعطامحی الدین	بھوبنیشور
جناب سیداولادِرسول قدسی	امریکہ
جناب سیدخادم رسول عینی	بھساول
سبطین پروانہ	کٹیہار (بہار)
محسن عظیم انصاری	لکھنؤ(یوپی)

قلمکاروں سے گزارش

اپنی تخلیقات ان پیج میں ٹائپ کر کے ای۔میل سے ارسال کریں تو ترجیحی بنیاد پر شائع ہوں گی۔اگراس کی سہولت نہیں تو پھر ڈاک سے بھیجیں (ادارہ)

ادبی محاذ کے گوشے

ادبی محاذ میں شاعروں اورادیبوں کے متعدد گوشے اب تک شایع ہوکراہل ادب سے خراج حاصل کر چکے ہیں۔اس شمارے میں شیھگاؤں کے سید سبحان انجم صاحب کا گوشہ شامل ہے۔اگلے شمارے میں عزیز بلگامی صاحب کے گوشے کا انتظار کریں۔

آپ کے گوشے کے لیے بھی ادبی محاذ کے صفحات حاضر ہیں۔تفصیل کے لیےاس فون نمبر پررابطہ کریں۔نمبر ہے:09437067585

سید نفیس دسنوی
مدیرادبی محاذ۔کٹک

اس شمارے میں

علامہ حضرت سید اولادِ رسول قدسی مصباحی (امریکہ)
سرپرست ادبی محاذ

نعتِ پاک

ہے ربِ علیٰ کی عنایت مکمل ۔ ملی مصطفٰے کی شریعت مکمل
یہ خونخوار کفارِ مکہ نے مانا ۔ ہے قربان ان پر امانت مکمل
صدا ہوگی محشر کے لب پر یہ پیہم ۔ وہی ہیں شفاعت کی صورت مکمل
کرامت سے بڑھ کر کرامت یہ ہوگی ۔ ہو گر دین میں استقامت مکمل
ہے اس کی زیارت کی مشتاق جنت ۔ کی جس نے نبی کی اطاعت مکمل
وہی ہے فقط کاملِ دین و ایماں ۔ ہے جس دل میں ان کی محبت مکمل
نہ جانے کب آیے گا ان کا بلاوا ۔ دگرگوں ہے اب میری حالت مکمل
کریں جس قدر کوششیں ان کے ناعت ۔ نہ ہوگا ادا حقِ مدحت مکمل
یہ جو ہوتے رہتے ہیں اشعار نازل ۔ ہے ان کے کرم کی نہایت مکمل

نبی سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہیں قدسی
ہے شعرِ رضا میں صداقت مکمل

نعتِ پاک

ادائے نبی پر ہے قرباں زمانہ ۔ وفائے نبی پر ہے قرباں زمانہ
کسی کے لیے "لا" نہ آیا زباں پر ۔ عطائے نبی پر ہے قرباں زمانہ
ملا جس کو جو بھی طلب سے زیادہ ۔ سخائے نبی پر ہے قرباں زمانہ
سماتے گئے سب گنہہ گار آکر ۔ ردائے نبی پر ہے قرباں زمانہ
ملا مدعا کو اجابت کا تمغہ ۔ ندائے نبی پر ہے قرباں زمانہ
چمک اٹھی پل بھر میں قسمت کی قسمت ۔ دعائے نبی پر ہے قرباں زمانہ
ہوئے حور و غلماں ملک سارے مسحور ۔ صدائے نبی پر ہے قرباں زمانہ
نہیں لاتا شاہوں کو خاطر میں ہرگز ۔ گدائے نبی پر ہے قرباں زمانہ
ہوئی دل میں شمعِ بشاشت فروزاں ۔ ثنائے نبی پر ہے قرباں زمانہ

ہے چاک اب بھی ظلمت کا قدسی یہ سینہ
ضیائے نبی پر ہے قرباں زمانہ

دوہا غزل

کرتا ہے جو بے سبب کاموں میں تعجیل ۔ اس سے کوسوں دور ہے مقصد کی تکمیل
خالق ہے وہ خلق کا، سب کا پالنہار ۔ ہم کو اس کے حکم کی، کرنا ہے تعمیل
ہر سو صدق و کذب میں، رہتا ہے گٹھ جوڑ ۔ دنیا میں ہوتی گئی، حالت یوں تبدیل
حق نے جاری کردیا، اپنا یہ فرمان ۔ باطل کے ہر قول کی بے جا ہے تاویل
یوں آہیں مظلوم کی، پہنچیں سوئے عرش ۔ ظالم تکتا رہ گیا، کیسی تھی ترسیل
سچائی کو روند کر چلتا ہے جو راہ ۔ اپنی ہی وہ ذات کی، کرتا ہے تذلیل
کیسے میں نے کاٹ لی اپنی ہی انگشت ۔ ہونا تھا جو ہوگیا رہنے دو تفصیل

قدسی اس کے روبرو مدھم ہے ہر حسن
اس کی نوری ذات کی، کس سے دوں تمثیل

دوہا غزل

پیش آئیں جب مشکلیں کرنا ہے تدبیر ۔ ایسا کہنا پاپ ہے، کھوٹی ہے تقدیر
دیکھا جوں ہی شاہ کے ہاتھوں میں کشکول ۔ مجھ کو فوراً مل گئی، خوابوں کی تعبیر
کیسے کہہ دوں بے وفا نظروں سے ہے دور ۔ ہر دم میرے سامنے، اس کی ہے تصویر
آگے بڑھتا کس طرح، یوں تھا میرا حال ۔ جیسے کوئی ڈال دے پیروں میں زنجیر
سڑکوں پر تھا ہی نہیں کوئی آدم زاد ۔ سیدھے دل میں آلگا، کس نے مارا تیر
ثروت بھی حیران ہے، افسردہ حالات ۔ گودی میں افلاس کی، سوتی ہے جاگیر
لفظوں کی چلنے لگی، آندھی اتنی تیز ۔ معنی گھبرایا ہوا، سہمی سی تحریر

خار اس سے گل فام ہیں، پتھر پتھر موم
قدسی اس کے ہونٹ کی، کیسی ہے تاثیر

5

جناب سید خادمِ رسول عینؔی (بھساول۔جلگاؤں)

سرپرست ادبی محاذ

مستقل پتہ: خانقاہِ قدوسیہ۔قدوسی نگر۔مرزاپور۔بھدرک (اڈیشا)

نعتِ پاک

بروزِ حشر غموں سے کوئی نڈھال رہے
تو اس پہ رحمتِ شاہِ زمن کی شال رہے
مجال ہے کہ ہوں حملہ کناں بلائیں؟ اگر
نظر میں سرورِ کونین کا جمال رہے
وہ اپنا ہو کہ پرایا ہو غیر یا ہم قوم
ہراک کے واسطے خلق ان کے بے مثال رہے
عمر کے فیصلۂ قتل نے کیا ثابت
زباں پہ حکمِ نبی پر نہ قیل و قال رہے
سبھی سے افضل و اعلیٰ حبیبِ یزداں ہیں
اگرچہ سارے نبی رب کے باکمال رہے
مدینے میں قدمِ مصطفٰے کا دیکھو اثر
کہ اشک بار سبھی حزن اور ملال رہے
وہ ان کا ہوگیا قائل جو آیا ان کے قریب
صداقتوں کے امیں صاحبِ جمال رہے
تمہاری زیست پہ نازاں ہو استقامت خود
سدا عقیدۂ اسلامیہ بحال رہے
حبیبِ خالقِ کل کا ہے اختیار ایسا
کہ ان کے زیرِ نگیں عینیؔ ماہ و سال رہے

نعتِ پاک

شہہ کے عشاق کا خوشیوں میں مچلتا دیکھوں
ان کے اعدا پہ میں رسوائی کو ہنستا دیکھوں
شاہِ کونین کے آئین سے جو اخذ ہوئی
اپنے اطراف اسی فکر کا سایہ دیکھوں
لوحِ محفوظ کے دل میں یہ رہی تھی خواہش
رب کا قرآن اے کاش ان پہ اترتا دیکھوں
رحمتِ شاہ کے باراں کو کروں یاد فقط
جب بھی میں چرخ سے بارش کو برستا دیکھوں
جوش میں جب رہے آقا کے کرم کا سورج
جسمِ آلام کے ماتھے پہ پسینہ دیکھوں
مرے آقا کی عطا سے ہے فلک روشن تر
غیر ممکن ہے کبھی ”لا“ کا میں رستہ دیکھوں
عشقِ سرکار کا اک قطرہ مجھے مل جایے
ایک قطرے ہی سے میں وصل کا دریا دیکھوں
وقت! لے چل مجھے اک بار ذرا خیرِ قرون
عشقِ اصحابِ نبی کا میں نظارہ دیکھوں
ان کے فیضان سے گل کھلتے رہیں راحت کے
کرب کی آنکھ میں یوں عینیؔ میں کانٹا دیکھوں

غزل

ہمیشہ آپ کو دیکھا ہے وعدہ کرتے ہویے
کہیں نہ جائیے اب وعدے سے مکرتے ہویے
وما رمیت سے ظاہر ہے دستِ شہہ کی شان
بیان خاک یہی کر گئی بکھرتے ہویے
تجھے نہ سامنا رسوائیوں کا کرنا پڑے
اے اشک! سوچنا یہ آنکھ سے اترتے ہویے
کسی نے اس سے توانائی کیوں نہ کی حاصل
کہ شعلہ سرد ہوا انتظار کرتے ہویے
بھر آیے دل سبھی پھولوں کے درد کے باعث
انھوں نے دیکھا جو بلبل کو نالہ کرتے ہویے
ہماری قوم کو اسلاف نے کیا ہے ایک
دکھاؤ تم نہ کبھی ان کا دل بکھرتے ہویے
تمہاری راہ گزر کو ہی یاد کرتے ہیں
گزر بھی جائیں گے لمحے یوں ہی گزرتے ہویے
یہ ہے عنایتِ قدسی کی اک جھلک عینیؔ
جو دیکھتے ہو مری شاعری نکھرتے ہویے

غزل

جھوٹے وعدوں سے کبھی تم نہ بہلتے رہنا
اور کبھی بھی کفِ افسوس نہ ملتے رہنا
استقامت کا تقاضا ہے یہ ایماں والو
”پاؤں جل جائیں مگر آگ پہ چلتے رہنا“
آتشِ بغض اگر ہے نظر انداز کرو
کام ہے اس کا ہراک گام پہ جلتے رہنا
آپ کے چاروں طرف آ لے لگنے کے ہیں بہت
آپ کا فرض ہے یہ خود ہی سنبھلتے رہنا
اس میں برکت ہے بہت سیکھو ذرا سورج سے
کام کے واسطے ہر صبح نکلتے رہنا
خود بخود نت نئے مضمون فراہم ہوں گے
قافیوں اور ردیفوں کو بدلتے رہنا
اپنے اطراف میں ہمسایوں کو ٹھنڈک پہنچے
برف کی طرح سدا آپ پگھلتے رہنا
کامیابی کا ہے یہ راز سبھی کہتے ہیں
عینیؔ تم وقت کے ساتھ ایسے ہی ڈھلتے رہنا

علامہ رفیق وارثؔ مصباحی (جوہانسبرگ جنوبی افریقہ)
سرپرست ادبی محاذ

نعتِ پاک

شاہِ کونین کی بارگہہ ہے الگ
باادب قلب کا ضابطہ ہے الگ

کردے جو روح کو لذتوں سے نہال
ذکرِ آقا کا وہ ذائقہ ہے الگ

کہہ دیا ہجر سے استنِ عشق نے
اضطرابِ جگر کا مزہ ہے الگ

سامنے کفر کے جو ڈٹا ہی رہا
گہن سے پاک حق کا وہ مہہ ہے الگ

غسلِ نوری فرشتوں نے جس کو دیا
ایسا خوش بخت وہ حنظلہ ہے الگ

''الجبل'' پر عمل خود ہی یہ بول اٹھا
ماہتابِ ظفر ساریہ ہے الگ

تجھ پہ لازم ہے ہر دم قلم احتیاط
نعت گوئی کا یہ مشغلہ ہے الگ

جو گزر جایے سرکار کی یاد میں
وارثؔ اس وقت کا مرتبہ ہے الگ

غزل

جو حسنِ خلق کا پیکر دکھائی دیتا ہے
وہ چشمِ خلق میں بہتر دکھائی دیتا ہے

نہ جانے کیوں وہ تونگر دکھائی دیتا ہے
پھٹے جو حال میں اکثر دکھائی دیتا ہے

وہ جس نے خلد میں مسکن بنا لیا اپنا
وہ اہلِ فکر میں برتر دکھائی دیتا ہے

کیا ہے جس نے ضیابار میری ہستی کو
وہ نور شیشۂ دل پر دکھائی دیتا ہے

مری نگاہ میں لالی شفق نے کیوں ڈالی
یہ اس کے مکر کا خنجر دکھائی دیتا ہے

صدف کی کوکھ نے جس کو ضیا کا رنگ دیا
وہ قصرِ حسن میں گوہر دکھائی دیتا ہے

وہ نور جو شبِ غم میں نمودِ صبح بنا
اسی کا عکس برابر دکھائی دیتا ہے

سزا کی برف میں پگھلے نہ اس بشر کا وجود
جو آج عیش کا خوگر دکھائی دیتا ہے

یہی ہے دہر کے نقشے پہ حالیہ منظر
نفاق، فکر کا گھر گھر دکھائی دیتا ہے

نگل نہ جایے تمہارے سکونِ قلبی کو
کہ صحنِ درد میں اجگر دکھائی دیتا ہے

سراغ اس کے نشیمن کا مل نہیں پایا
بہت اداس کبوتر دکھائی دیتا ہے

نہیں ہے اس کے تحمل کی انتہا کوئی
جو ضبطِ غم میں سمندر دکھائی دیتا ہے

اماں کی شام ڈھلی، اپنے گھر کو کوچ کریں
یہاں ممات کا لشکر دکھائی دیتا ہے

کچل نہ جایے تمہارے وجود کا ڈھانچہ
وبا کے دست میں پتھر دکھائی دیتا ہے

ہے جس کے جسم پہ وارثؔ لباس کھدر کا
مجھے وہ ظلم کا افسر دکھائی دیتا ہے

نعتِ پاک

وہ دیں گے سہارا یہاں سے وہاں تک
ہے ان پر بھروسا یہاں سے وہاں تک

درِ سرورِ دوجہاں کا سوالی
رہے گا زمانہ یہاں سے وہاں تک

مدینے کے چرچے نہ کیوں ہوں فلک پر
ہے فیضِ ''رفعنا'' یہاں سے وہاں تک

حرم سے وہ پہنچے سرِ عرش پل میں
ہے کون ان کے جیسا یہاں سے وہاں تک

عدالت کے شیشے میں مکہ کو دیکھو
ہے نورِ ''فتحنا'' یہاں سے وہاں تک

بتاتی ہیں آیاتِ ''والنجم'' ہم کو
نبی کا ہے جلوہ یہاں سے وہاں تک

جہاں والوں پوچھو نہ آقا کی عظمت
نہیں کوئی ان سا یہاں سے وہاں تک

رہے گا یوں ہی میرے دامن میں ان کی
عنایت کا سکّہ یہاں سے وہاں تک

دلوں کے یہ سجدے انھیں کے لیے ہیں
ہیں وارثؔ وہ کعبہ یہاں سے وہاں تک

غزل

نفرتوں کے مرض کی تو اکسیر ڈھونڈ
یعنی دل کی طہارت کی تدبیر ڈھونڈ

دشتِ کج فہم میں تو بسیرا نہ کر
عقل کے شہر میں اپنی جاگیر ڈھونڈ

نور اترے گا تجھ میں اے ابرِ سیاہ
تیرگی کے محل میں تو تنویر ڈھونڈ

شاد کردے جو چہرے کو مثلِ گلاب
درد کے آئینے میں وہ تصویر ڈھونڈ

چھوڑ مایوسیاں، چل رہِ صبر پر
خوابِ ظلمت کی تاباں تو تعبیر ڈھونڈ

مل ہی جایے گی تجھ کو مرادِ ثمر
اب دعا کے شجر پر تو تاثیر ڈھونڈ

قلبِ تیرہ کو مل جایے جس سے جلا
ایسی پرنور، پاکیزہ تقریر ڈھونڈ

عزم و ہمت کا بن کر چراغِ جنوں
چرخِ انوار پر شانِ توقیر ڈھونڈ

کرب کی دھوپ سے چاہیے گر نجات
ابر کے سائباں کی تو زنجیر ڈھونڈ

سرفرازی ملے جس سے وارثؔ تجھے
دستِ تدبیر میں ایسی تقدیر ڈھونڈ

قاضی مشتاق احمد (پونے)

محاذِ اول

اردو کے درست الفاظ کی فہرست

(ماخوذ از کتاب نقوشِ اردو۔ صفحہ 461 تا 462)

غلط	درست
اہلیانِ سرحد	اہلِ سرحد
آسامی	اسامی
برائے مہربانی	براہِ مہربانی
تابع دار	تابع فرمان
تنازعہ	تنازع
جزو	جز
جھروکہ	جھروکا
حیرانگی	حیرانی
دوئم	دوم
ذمہ وار	ذمہ دار
سمجھ نہیں آتی	سمجھ نہیں آتا
قائمقام	قائم مقام
کاروائی	کارروائی
مصالحہ	مسالہ
اعلانیہ	علانیہ
الف لیلی	الف لیلہ
برامنانا	برامانا
بالمشافہ	بالمشافہہ
تقاضہ	تقاضا
ٹانگا	تانگا
جمائی لینا	جماہی لینا
چپڑاسی	چپراسی
حامی بھرنا	ہامی بھرنا
ڈنگ مارنا	ڈنک مارنا

غلط	درست
طلاطم	تلاطم
قوس وقزح	قوسِ قزح
لاپرواہ	لاپروا
مصرعہ	مصرع
معمہ	معمّا
ناراضگی	ناراضی
ہمشیر	ہم شیر
وطیرہ	وتیرہ
یاداشت	یادداشت

☆☆☆

محاذِ ثانی

سید نفیس دسنوی
Plot No:1481/B,Sector-6.C.D.A
Bidanasi.Cuttack-753014(Odisha)
Mob-9437067585
E.mail:nafis.desnavi@gmail.com

شاعری میں نظم گوئی کی روایت

ہندوستانی تہذیب، رسم و رواج، واقعات وروایات، مناظرِ فطرت کے دیگر معمولات ''نظم گوئی'' کے لیے خام موادفراہم کرتے ہیں اور اپنی تمام تر روایتوں کے ساتھ نظموں میں سما جاتے ہیں۔صنفِ نظم حسن تسلسل کی زنجیر کو موسیقی ریز کرنے کا ہنر ہے۔نظم میں تاثراتی تسلسل کو قائم رکھنا اور ترتیب وتقدیم کا پابند رکھنا نظم کی بنیادی خصوصیت ہوتی ہے۔نظم کی ہیئت اور ساخت بنیادی طور پر وحدت الخیالی کی تابع ہے مگر فکری اڑان عموماً مرکزی خیال سے بھٹک جانے کا سبب بن جاتی ہے جس سے کلیدی مفہوم پر قائم رہنا دشوار ہوجاتا ہے۔مگر ایک اچھی اور معیاری نظم کی تخلیق تک رسائی کے لیے شاعر کو اس ''پل صراط'' سے پوری احتیاط کے ساتھ گزرنا ہوتا ہے۔

اردو نظم گوئی کا دور یوں تو محمد حسین آزاد اور مولانا الطاف حسین حالی سے شروع ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس صنفِ سخن کی داغ بیل نظیر اکبرآبادی نے شعوری طور پر بہت پہلے ڈالی تھی۔حالانکہ نظیر اکبرآبادی کے سامنے اردو نظم گوئی کو کوئی Roll Model موجود نہیں تھا مگر اس کے باوجود نظیر کی نظمیہ شاعری اردو نظم نگاری کا ایک اہم بنیادی ستون تسلیم کی جاتی ہے۔اس لیے نظیر کی نظمیہ شاعری اردو نظم نگاری کی خشتِ اول قرار دی جاسکتی ہے۔یہ وہ دور تھا جب قصیدہ گوئی اور مثنوی نگاری کا بول بالا تھا مگر صنفِ غزل کی مقبولیت حسبِ روایت بامِ عروج پر تھی۔گو کہ اس صنفِ سخن کے آگے کسی اور صنفِ سخن کا چراغ جلنا مشکل تھا مگر نظیر کا ہی یہ دم خم تھا کہ انھوں نے صنفِ نظم کو غزل کے قدم سے قدم ملا کر چلنے کا ہنر عطا کیا۔کہتے ہیں کہ نظیر اکبرآبادی کو آٹھ زبانوں پر دسترس حاصل تھی۔چنانچہ انھوں نے دیگر زبانوں کے الفاظ اپنی نظموں میں کچھ اس فنکاری کے ساتھ ہم آمیز کیے ہیں جس کی مثال دوسرے شعرا کے یہاں شاذ و نادر ہی نظر آتی ہے۔نظیر کی نظموں میں عوام کا دل دھڑکتا ہے۔اس لیے انھیں بجا طور پر اردو کے پہلے ''عوامی شاعر'' کے خطاب سے نوازا گیا۔نظیر کی نظمیں آپ بیتی کا درجہ رکھتی ہیں کیونکہ نظموں کے قالب میں وہ اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ جیتے جاگتے نظر آتے ہیں۔بے شک نظیر کی نظمیہ شاعری کو اردو نظم نگاری کی روایت کا سنگِ میل قرار دیا جاسکتا ہے۔

نظیر اکبرآبادی نے تہواروں، تقریبوں، میلوں ٹھیلوں اور موسموں جیسے موضوعات کو جس دلکش انداز سے نظم بند کیا ہے اس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ان کی شاعری تخصیص، تفریق اور مذہبی خانہ بندیوں کے برخلاف ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی ایک خوبصورت علامت ہے۔ان کی شاعری تہذیب وتمدن کے سنگم پر پہنچ کر اذان بھی دیتی ہے، سنکھ بھی پھونکتی ہے، تسبیح بھی کرتی ہے اور زنّار بھی پہنتی ہے۔یہ محرم میں سوگوار بھی ہوتی ہے اور پھاگن میں رنگوں کے تہوار ''ہولی'' بھی کھیلتی ہے۔انبیا و اولیائے اکرام کو نذرانۂ عقیدت بھی پیش کرتی ہے اور دیوی دیتاؤں کے بھجن بھی گاتی ہے۔یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ نظیر درحقیقت ''با مسلمان اللہ اللہ اور با برہمن رام رام'' کے قائل تھے۔صوفی ازم اور بھکتی ازم نظیر کے لیے ایک ہی سکّے کے دو پہلو تھے۔

بیسویں صدی کی وسط دہائیوں میں ترقی پسندی اور جدیدیت کا دور آیا جب اردو نظم معریٰ ادب سے مستعار صنفِ سخن کے حق میں اپنی مخصوص ہیئت سے شکست و ریخت کے ذریعہ محروم کردی گئی۔ن م راشد اور میراجی کی قیادت میں ''جدید نظم'' کا جو قافلہ نئی منزلوں کی تلاش میں نکلا وہ چند نخلستانوں تک ہی پہنچ کر رک گیا مگر فیض احمد فیض نے اپنے طور پر نظم کی تبدیل شدہ ہیئت میں کچھ بہت ہی خوبصورت اور اثر انگیز نظمیں اردو ادب کو ضرور عطا کیں جو آج بھی مقبولِ عام ہیں۔اسی دور میں ڈاکٹر علامہ اقبال کی بلند بانگ آواز ایوانِ شاعری میں گونجی اور اردو نظم نئی سج دھج کے ساتھ بہت پروقار انداز میں محوِ خرام نظر آئی۔ان کی نظموں کی گونج ایک عرصے تک قاری اور سامع کے کانوں میں رس گھولتی رہی اور یہ گونج آج بھی جاری ہے۔پھر یہ ہوا کہ حضرت جوش ملیح آبادی اردو نظم گوئی کے نئے مسیحا بن کر منظر نامے پر ابھرے۔اور اس صنفِ سخن کو وقت کے اہم ترین تقاضوں کے تحت عوامی سطح پر لے آیے۔جوش نے اردو نظم کو انقلابی تیور عطا کیا اور مشاہیرِ ادب نے ان کو بجا طور پر ''چلتی پھرتی لغت'' کے القاب سے نوازا۔

آزاد نظمیں عموماً ذہن پر کوئی گہرا تاثر چھوڑنے میں ناکام رہیں۔یہ عموماً لایعنیت، لامقصدیت اور بے سمتی کا مجموعۂ اضداد نظر آئیں اور فکرِ پریشاں کی علامت بن کر قاری کو الجھاتی رہیں۔جبکہ اس کے برعکس پابند نظمیں قاری اور سامع کو جلد ہی اپنی گرفت میں لینے میں کامیاب رہیں اور تادیر انھیں اپنی سحر کاری سے آزاد نہیں ہونے دیا۔وارفتگی کی یہ کیفیت کسی کلام کی تخلیقیت بردوش

حمد و نعت

عبدالمجید فیضی سمبلپوری

12/106,Nayapara,Samblpur,Odisha,

حمدِ ربِّ تعالیٰ

حمد ربِّ کریم ہے لب پر　　جس کا لطفِ عمیم ہے سب پر
ہے خدا لاشریک و بے ہمتا　　نہ کوئی بیٹا اور نہ باپ اس کا
اس کی قدرت ہے زاہر و باہر　　سب کی موت و حیات پر قادر
ہے وہ کون و مکان کا خالق　　سب پہ کون و فساد ہے لاحق
ذاتِ پاک اس کی اول و آخر　　اس کی ہستی ہے باطن و ظاہر
سارے امراض کا وہی شافی　　اہلِ حق کا ہے والی و کافی
جابروں کے لیے ہے وہ قاہر　　صابروں کا ہے حامی و ناصر
سارے ذی روح کا ہے روزی رساں　　جس کی رحمت کا ہے نہ کوئی کراں
باغیوں پر عذاب ہے اس کا　　خاطیوں پر عتاب ہے اس کا
ہے وہ توّاب مُقسط و غفار　　ہے خطا پوش و غافر و ستّار
وہی سنتا ہے دردِ دل کی صدا　　وہ مریضوں کو بخشتا ہے شفا
عاصی کرتا ہے توبہ استغفار　　مغفرت اس کی کرتا ہے غفار
سرورِ دین پر درود و سلام　　اے خدا بھیج صبح و شام مدام
فیضیؔ بے نوا پہ فضل و کرم　　یا الٰہی ہو بہرِ شاہِ امم

ظفر اقبال ظفرؔ

170.Kheldar.Fatehpur-212601
(U.P)

شاہِ دیں سے جہاں منور ہے　　دل منور جہان منور ہے
آپ کا سایہ سایۂ رحمت　　لامکاں اور مکاں منور ہے
پڑھ لیا جس نے آپ کا کلمہ　　اس کا نام و نشاں منور ہے
ماہ و انجم میں آپ کو پرتو　　آپ سے کہکشاں منور ہے
آپ کے نور کا ہے یہ صدقہ　　جو زمیں آسماں منور ہے
عشقِ احمد بسا ہے جس دل میں　　اس کا لفظ و بیاں منور ہے

پڑھ رہا ہوں نبی کی نعت ظفرؔ
جس سے میری زباں منور ہے

انجینئر عزیز تنویر کوٹوی

ZeeshanHouse.NearSufiShahbaz
Madrasa.BakraMandi.SomalpurRoad

توشیحی نعتِ پاک

آپ محبوبِ رب ہیں یا صلِّ علی　　یونہی معراج میں اس نے بلوا لیا
باعثِ ہر دو عالم ہو تم مصطفےٰ　　بانیٔ دینِ اسلام ہو مرحبا
تاجدارِ شفاعت ہو شاہِ امم　　حشر میں اپنی امت پہ کرنا کرم
ثروتیں جس کے زیرِ کفِ پا رہیں　　اس کی عظمت کے چرچے ملک بھی کریں
جلوۂ نورِ ربِ العلیٰ ہو تمھیں　　مشعلِ لم یزل باخدا ہو تمھیں
حق تعالیٰ کے محبوب ہو مصطفےٰ　　مرحبا مرحبا اے حبیبِ خدا
خاتم الانبیا ہو شہہِ مرسلیں　　عکسِ نورِ خدا بھی تمھیں ہو تمھیں
داورِ روزِ محشر ہو لاریب تم　　عرشِ اعظم کی ہو زینت و زیب تم
ذاتِ اعلیٰ معلم ہے کیا آپ کی　　آپ سا دونوں عالم میں ہے نہ کوئی
رحمت العالمیں یا نبی آپ ہیں　　مالکِ دو جہاں آپ ہی آپ ہیں
زینتِ عرش نعلین ہیں آپ کی　　حور و غلماں ستائش کریں آپ کی
ساقیٔ حوضِ کوثر ہو تم مصطفےٰ　　باغِ جنت کے سرور ہو تم مصطفےٰ
شافعِ روزِ محشر ہو تم یا نبی　　پھر بھلا کیوں کریں فکر اس روز کی
صدقے میں آپ کے آسمان و زماں　　کر دیے رب نے پیدا یہ دونوں جہاں
ضامنِ مغفرت عاصی امت کے ہو　　داورِ روزِ محشر قیامت کے ہو
طٰہٰ کی شان والے ہو تم مصطفےٰ　　رب نے نورِ مزّمل سے پیدا کیا
ظاہرہ شکلِ انساں میں ہو برمحل　　پنہاں ستّر نقابوں میں ہے لم یزل
علم کا شہر ہو جس کا در ہیں علی　　رازدارِ مشیت ہو تم یا نبی
غیب کا علم بھی ہے سبھی آپ کو　　علمیت یہ بھی اس رب نے دی آپ کو
فخرِ جن و ملک، فخرِ آدم ہو تم　　فخرِ یزداں ہو تم، فخرِ عالم ہو تم
قرآں نازل ہوا آپ پر یا نبی　　آپ کو انبیا کی امامت ملی
کلمۂ حق سنایا ہمیں آپ نے　　کفر سے یوں بچایا ہمیں آپ نے
لا الٰہ کے جہاں میں پیمبر ہو تم　　بحرِ وحدت کے تنہا شناور ہو تم
مصطفےٰ، ہو محمدؐ ہو احمد ہو تم　　وارثِ کعبہ و سنگِ اسود ہو تم
ناخدا تم تو کشتیٔ امت کے ہو　　باخدا تم ہی داور قیامت کے ہو
والضحیٰ شان ہے روئے انوار کی　　زلف واللیل ہے جگ کے مختار کی
ہستیٔ ذاتِ احمد وہ رب کی قسم　　جس کا ہے دو جہاں میں کرم ہی کرم
یا نبیؐ یا محمدؐ یا صلِّ علیٰ　　تم سراپا ہو تنویرؔ نورِ خدا

طفیل احمد مصباحی

At/P.O:SubnanpurKatoria
Via:Amarpur.Dist-Banka-813101(Bihar)

شعوروآگہی سے کام لینا — نبیؐ کا نام صبح وشام لینا
شہہِ کونین کا اسمِ گرامی — جو لینا تو بصد اکرام لینا
درِاقدس پہ جب جانا اے زائر — بہر صورت خرد سے کام لینا
گلِ باغِ خلیلی کا پسینہ — ادب کے ساتھ اے گلفام لینا
حسبِ جرم آساں ان کے صدقے — خدائے مفضل و منعام لینا
رسولِ پاک کی مدحت کے بدلے — خدائے پاک سے انعام لینا
مبارک ہو تمہیں اے اہلِ ایماں — شہہِ کوثر کے ہاتھوں جام لینا
مصیبت سر پہ منڈلانے لگی ہے — خبر اے دافعِ آلام لینا
طفیل احمد مدینہ جب پہنچنا — مچل کر جالیوں کو تھام لینا

سیدہ وسیم پاشا صبا

86/165,APHB Colony
B-camp.KURNOOL-518002(A.P)

سارے عالم پر ہے رحمت آپ کی ☆☆☆
آپ کے صدقے یہ دنیا ہے بنی

آپ ہی ہیں رحمت اللعالمیں

آپ ہی ہیں سب کے رہبر رہنما
آپ ہیں محبوبِ کل ارض وسما

آپ ہی ہیں رحمت اللعالمیں

کس قدر اعلیٰ ہے رتبہ آپ کا
آپ ہیں شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ

آپ ہی ہیں رحمت اللعالمیں

ہیں شہنشاہِ جہاں سالارِ کل
آپ ہیں وجہِ جہاں ختمِ رسل

آپ ہی ہیں رحمت اللعالمیں

ہے صبا بچپن سے شیدا آپ کی
نعت کے صدقے ہو بخشش یا نبی

آپ ہی ہیں رحمت اللعالمیں

مناظر احسن رضوی

C/O:MillatAcademy,Ansari
Road.Hazaribagh-825301

نبی کی الفت دیارِ دل میں بسی ہوئی ہے
کہ جس کے باعث مجھے بھی حاصل ہر اک خوشی ہے
فدا میں کرتا ہوں جس پہ اپنے یہ دل و جاں کو
مرا نبی ہے مرا نبی ہے مرا نبی ہے
جو راہِ عشقِ نبی میں اپنی لٹا دے جاں کو
اسی کی خاطر زمینِ جنت وہاں سجی ہے
درِ نبی سے نہ لوٹا کوئی بھی ہاتھ خالی
جہاں میں کوئی نہ ان کے جیسے ہوا سخی ہے
بیاں کروں کیا میں شہرِ طیبہ کا حسن احسن
بہارِ خلدِ بریں کا مرکز ہر اک گلی ہے

ہونے کی
علامت ہے۔

حیدر مظہری بلاری

C/O:Markaz-E-Adab Urdu
Library.DhobiGhatRoad
Azadnagar.CowlBazar
Bellary-583100(Karnataka)

صدقہ درِ حبیب سے جو کچھ ملا لیا
وہ خاکِ پائے پاک تھی سرمہ بنا لیا
وہ صاحبِ بصیرت و ذی مرتبت ہوا
"جس نے نبی کی یاد کو دل میں بسا لیا"
لغزش جو تھی بہ فطرتِ آدم تھی ہوگئی
سرکار تھے شفیق میں چہرہ چھپا لیا
دنیا میں مفلسی کی تو تہمت لگی رہی
میں نے درِ رسول سے جنت کما لیا
ممکن کہاں تھی سیرِ ارم اس جہان میں
یہ آپ کا کرم تھا مدینے بلا لیا
آدابِ بارگاہِ رسل مختلف سہی
تعظیم کا سوال تھا دل کو جھکا لیا
شوقِ کفش نشینی جسے راس آگئی
حیدر نے تاج وتخت کو ٹھوکر میں لا لیا

مدہوش بلگرامی

224-BaheraSaudagar
EastHardoi-241001(U.P)

اے اماموں کے امام
با ادب با احترام

الصلاۃ والسلام
الصلاۃ والسلام

اے حبیبِ کردگار — اے شہِ عالی وقار
اے حرم کے تاجدار — کہتے ہیں سب باربار

الصلاۃ والسلام
الصلاۃ والسلام

سرورِ دنیا و دیں — نازشِ خلدِ بریں
رحمتہ اللّعالمیں — اے شفیع المذنبیں

الصلاۃ والسلام
الصلاۃ والسلام

وجہِ تخلیقِ جہاں — سرورِ کون و مکاں
دینِ حق کے پاسباں — اے امیرِ کارواں

الصلاۃ والسلام
الصلاۃ والسلام

مظہرِ نورِ خدا — پیکرِ صدق و صفا
اے امام الانبیا — اے حبیبِ کبریا

الصلاۃ والسلام
الصلاۃ والسلام

آپ کا دربار ہم — دیکھیں گے سرکار ہم
پڑھ کے اب کی بار ہم — نعت کے اشعار ہم

الصلاۃ والسلام
الصلاۃ والسلام

گوشۂ احباب

(مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں)

☆**حیدر مظہری (بلاری' کرناٹک)**۔رات جب گھر لوٹا تو ''ادبی محاذ'' برائے اپریل تا جون میز پر رکھا پایا، حالانکہ ایک طویل عرصہ کے بعد پرچہ میسر آیا تھا۔بے قراری کے باوجود سبح دیکھنے پر ٹال کر بستر پر لیٹنا پڑا۔ظاہر ہے صبح چائے سے پہلے ہی پرچے کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔سرورق پر جناب سید سبحان انجم کی تصویر بتا رہی تھی کہ پرچہ آپ کے گوشے سے مزین ہے۔''ایک تعارف'' آپ کی تحریر ....جناب سبحان انجم کی شخصیت کا گویا احاطہ کرتی ہوئی محسوس ہوئی۔بڑے ہی مؤثر انداز میں انجم صاحب کی خدمات کو سراہا گیا ہے۔''فن وشخصیت'' کے زیرِ عنوان' اپنے بارے میں ہے کے تحت جناب انجم صاحب کے قلم نے ایسے حقائق سے پردہ اٹھایا ہے کہ خود کو ذرّے سے ''انجم'' بنانے میں آپ کی محنت کا نہیں بلکہ کرامات کا دخل تھا۔ایسی ہستی کی خدمت میں سلام پیش ہے۔جناب سلیم الدین عامرؔ' ڈاکٹر حافظ کرناٹکی' جناب عظیم انجم شیہہ گاؤں' جناب محمد نجم اللہ ابن مسلم کھام گاؤں' ڈاکٹر انوار احمد خاں اور جناب یم نصر اللہ نصر' ان اصحاب نے سبحان انجم صاحب کی جملہ ادبی خدمات کو بلاکم وکاست قارئین کے سامنے رکھنے میں امانت داری سے اپنا حق ادا کیا ہے۔یہ انجم صاحب کی خدمت میں اسناد سے کم نہیں۔میری طرف سے بھی ان حضرات کی خدمت میں سلامِ عقیدت وتعظیم پیش ہے۔

تو آیئے اب جسارت کر رہا ہوں آپ کی توجہ کو ایک ادنیٰ سے طباعتی لغزش کی طرف موڑنے کی اور ادباً گزارش ہے کہ آنے والے شمارے میں اس کی تصحیح فرما کر اس کا ازالہ ہو جایے۔میں بے حد ممنون رہوں گا۔انشاء اللہ۔وہ یہ کہ صفحہ 10 پر پہلے چھپی میری نعت پر حیدر مظہری بلاری کی بجائے صابر کاغذنگری کا نام چھپ گیا ہے' حالانکہ مقطع میں حیدرؔ میرا تخلص چھپا ہے۔اس کی فکر مجھے اس لیے ہو رہی ہے کہ یہ وہ طرحی نعت تھی جو گزشتہ سال ۲۰۲۲ء اکتوبر میں بمقام رائے چوٹی (کڈپہ ضلع آندھرا پردیش) میں منعقد ہونے والے آل انڈیا مشاعرے میں پڑھی گئی تھی۔اس لیے آئندہ شمارے میں اس غلطی کی تصحیح کر دیں گے۔دوسرے میرا مقطع یوں تھا

دنیا میں جس کو کفش نشینی کا شوق تھا۔حیدرؔ وہ تاج وتخت کو ٹھوکر میں لا لیا

مقطع میں جو تبدیلی ہوئی میں ہیچمداں آپ کے سامنے کیا منہ کھول سکتا ہوں۔معاملہ آپ کی مرضی پر جو فیصلہ آپ فرما دیں سر آنکھوں پر۔جواب کی دو سطروں کا انتظار رہے گا۔

(نوٹ۔ادارہ اس غلطی کے لیے معذرت خواہ ہے۔دراصل انٹرنیٹ سے یہ نعت حاصل کی گئی ہے جس میں شاعر کا نام صابر کاغذنگری لکھا تھا۔بہر حال آپ کی ہدایت کی روشنی میں تصحیح کر کے مذکورہ نعتِ پاک دوبارہ اسی شمارے میں شامل کر لی گئی ہے۔)

☆**اقبال سلیم (بنگلور)**۔کافی انتظار کے بعد کل ''ادبی محاذ'' کا تازہ شمارہ ملا۔بے حد شکر گزار ہوں۔مجھے بے حد خوشی ہے کہ آج کل جہاں بادِ حوادث کے جھونکوں سے ملک کے کئی جریدے بند ہو چکے ہیں یا اپنی بقا کے لیے جدو جہد کر رہے ہیں ادبی محاذ ریل کے کھمبے کی طرح اپنی جگہ استادہ ہے اور ہمت واستقلال کی نظیر بنا ہوا ہے۔

آپ نے تاثرات وتخلیقات کی درخواست کی ہے۔افسوس کے ان دنوں میں اس قابل نہیں کہ کچھ لکھ سکوں۔پھسل کر گر جانے سے میرے دونوں پیر متاثر ہویے ہیں۔کافی علاج معالجہ کے باوجود صحت کے آثار مفقود ہیں۔چلنا پھرنا یہاں تک کہ لکھنا بھی بند ہے۔ان شاء اللہ صحت یابی کے بعد کچھ کر سکوں گا۔اپنی فائل سے دو عدد افسانے دل جلاؤ کہ روشنی کم ہے اور موت کی بے بسی ارسال ہیں۔پسند آجائیں تو شریکِ اشاعت کر لیں۔

☆**خادم رسول عینیؔ (کرنول)**۔سہ ماہی ادبی محاذ کا ۳۷رواں شمارہ دستیاب ہوا۔اس میں گوشۂ سید سبحان انجم دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔کئی نام ور قلمکاروں نے دورِ حاضر کے ایک عظیم شاعر سید سبحان انجم کی خوبیوں کو خوبصورت انداز میں اجاگر کیا ہے۔موصوف صرف شاعر ہی نہیں بلکہ ایک محقق اور ماہرِ عروض بھی ہیں اور ایک کہنہ مشق شاعر کی حیثیت سے مستحکم شناخت رکھتے ہیں۔محاذِ ثانی کے کالم میں سید نفیس دسنوی صاحب کا مضمون ''مشاعروں کی روایت'' مفید اور معلوماتی ہے۔رفعت کنیز صاحبہ کا مقالہ ''خادم رسول عینی کا قلم'' بہت ہی معیاری ہے۔انھوں نے قرآن اور حدیث وتلمیحات کی روشنی میں عینیؔ کے مختلف نعتیہ وغزلیہ اشعار کی بہت حسین پیرائے میں تشریح کی ہے۔شفیق رائے پوری صاحب کا مضمون ''بلگام کا شاعر وتنقید نگار عزیز بلگامی'' بھی بہت خوب ہے جس میں ان کی شعری ونثری صلاحیتوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔مطیع اللہ نازش صاحب کی نظم ''اردو کا سفینہ'' پسند آئی جس میں انھوں نے اڈیشا کو اردو کا سمندر بتایا ہے۔اس کے علاوہ علیم صبا نویدی کی نظم اور مشتاق دربھنگوی' ڈاکٹر مسعود جعفری' کے انیس اظہر اور صابر جلالپوری کی غزلوں نے متاثر کیا۔ڈاکٹر فرحت حسین خوشدلؔ کی توشیحی نظم خوب ہے لیکن ایک مصرع ؎ ''قاموس شاعری کو بھی سر کرنے لگا ہے'' خارج از بحر ہے۔محمد فرقان فیضی نے اپنی غزل میں لفظ پیار کو فعول کے وزن پر باندھا ہے جبکہ درست وزن فاع ہے کیونکہ لفظ پیار کی ''ی'' مخلوط ہے اور تقطیع میں محذوف رکھی جاتی ہے۔مرزا غالب کے عنوان سے میری نظم شایع کرنے کا بہت بہت شکریہ۔

(بقیہ صفحہ 67 پر)

سید مبارک علی دلکش جالنوی

آگرہ

نظم در مدح سید خادم رسول عینی

یوں منفرد مقام ہے خادم رسول کا
ہر دل میں احترام ہے خادم رسول کا

لہجہ جو خوش کلام ہے خادم رسول کا
شہرِ ادب میں نام ہے خادم رسول کا

شہرت ہر ایک سمت ہے پھیلی ہوئی مگر
کرنول میں قیام ہے خادم رسول کا

احباب کے لبوں کی ہے زینت بنا ہوا
اتنا حسین نام ہے خادم رسول کا

پیارے رسول کے یہ دلارے علی کے ہیں
یوں دل مرا غلام ہے خادم رسول کا

آجائے اس کے قلب میں عشقِ نبی کا نور
ہونٹوں پہ جس کے جام ہے خادم رسول کا

اہلِ سخن کی بزم ہویا محفلِ سماع
باضابطہ نظام ہے خادم رسول کا

یا مصطفےٰ، حسین و حسن یا علی بتول
یہ ورد صبح و شام ہے خادم رسول کا

ربِ کریم کیسے نہ بخشے گا رفعتیں
جب ذکر گام گام ہے خادم رسول کا

مولا علی کے عشق کی برکت تو دیکھئے
فیضانِ خاص و عام ہے خادم رسول کا

دلکشؔ نے کہہ دیا ہے یہ ''خالد'' سے جھوم کر
عینیؔ بھی ایک نام ہے خادم رسول کا

شارق عدیل

MohallaChobdar.P.O:Marhera
Dist:Etah-207401(U.P)

خودغرض لوگ

میرے گھر کے قریب جتنی ہیں
اونچی اونچی عمارتیں ہیں کھڑی
یہ میری دھوپ اور چھاؤں کو
روک لیتی ہیں گھر میں آنے سے
اور میں سوچتا ہوں یہ اکثر
دولتوں کے نشے میں چور ہیں جو
اس قدر خود پرست ہوتے ہیں
اپنے ہی زیرِ سایہ لوگوں کی
ایسی اشیاء بھی چھین لیتے ہیں
جن کے اوپر مساویانہ حقوق
رب نے ہر فرد کو کیے ہیں عطا

ایک ہندی نظم

شاعر: شاعر لکشمی کانت مکل　　مترجم: سراج فاروقی (پنویل)

لکشمی کانت مکل صاحب ہندی کے معروف کوی ہیں۔ وہ ہندی ادب میں ''کسان کوی'' کے بطور معروف ہیں۔ اس لیے کہ وہ کسان، گاؤں، کھیتی باڑی، گاؤں کے مسائل اور رسم و رواج کو اپنی نظم کا موضوع بناتے ہیں۔ ان کی ایک نظم کا اردو ترجمہ پیش ہے۔ (سراج فاروقی)

نہ جانے کتنے بسنت گزر گئے
جب امتحان گاہ میں ساتھ بیٹھی تھی تم
ایک دم پاس پاس
کتنے قریب ہو گئے تھے ہم دونوں
تمہاری سانسوں میں گھلتی تھی میری سانسیں
تمہاری دھڑکنوں میں میری دھڑکن
تمہاری ہنسی میں میری ہنسی الجھ گئی تھی
ہوا میں اڑتے بال تمہارے
اکثر ڈھانک لیتے تھے میرا جسم
ہم کچھ وقت ساتھ چلے تھے، کچھ ہی قدم
اتنا وقت گزر جانے کے بعد بھی
کیسے تم کو یاد ہو گا میرا ساتھ / یا کھو گئی ہو گی تم
روز بدلتے ہمراہی کے اس دور میں
میں تو ابھی تک وہیں کھڑا ہوں / جہاں ملی تھیں تم
جیسے ملتے ہیں دو کھیت بیچ کی پگڈنڈی پر
آنکھیں گڑائے بیٹھا ہوں
کبھی نہ کبھی واپسی ہو گی تمہاری
''بن تلسی'' کی خوشبو لیے / اس پگڈنڈی پر
کبھی کسی بسنت میں؟

علیم صبا نویدی
266,TriplicaneHighRoad
FlatNo-16,2ndFloor.
RiceMandiStreet.chennai-600005

اے دبستانِ علی گڑھ

اے دبستانِ علی گڑھ ،تو ہے سید کا چمن
سارے عالم میں فروزاں درس گاہِ علم وفن

سینۂ فکر و تخیل میں دھڑکتا دل ہے تو
ساری راہیں تجھ سے آملتی ہیں وہ منزل ہے تو
علم کے پیاسوں کا ساگر فکر کا ساحل ہے تو
باغباں سید نے ہے جس کو کھلایا وہ سمن
اے دبستانِ علی گڑھ تو ہے سید کا چمن

چہرہ چہرہ ہے صحیفہ ،مکھڑا مکھڑا اک کتاب
آسمانِ علم و فن کے سب چمکتے ماہتاب
حالی ،حسرت، سرور و جذبی و تاباں آفتاب
یہ وہ اختر ہیں لگا جن کو نہ ماضی کا گہن
اے دبستانِ علی گڑھ تو ہے سید کا چمن

سید مہدی، وقارالملک، محسن اور چراغ
جہل کو سر سے مٹا کر کر دیا روشن دماغ
ہیں ذکاء اللہ و حالی علم کے لبریز ایاغ
ہائے خوش بختوں نے استاد ایسے ،ایسے ممتحن
اے دبستانِ علی گڑھ تو ہے سید کا چمن

تھی رشید احمد صدیقی کی شگفتہ شخصیت
آرزو، نظر، امین، اشرف سے جن کی انسیت
قاضیٔ ستار کی ہم کیسے بھولیں اہمیت
بوالکلام،اصغر، ضیا سب ہیں دلوں میں ضوفگن
اے دبستانِ علی گڑھ تو ہے سید کا چمن

سیدالاخبار نے بخشی صحافت کو جلا
تہذیب الاخلاق نے تہذیب کو بخشا صلہ
تا حیات ان کے تھا اخباروں کا جاری سلسلہ
تھے رقیب اکبر الہ آبادی و شبلی ہم سخن
اے دبستانِ علی گڑھ تو ہے سید کا چمن

تجھ سے وابستہ رہے مجنوں، خلیلِ اعظمی
ساجدہ و زاہدہ کی تھی شگفتہ ہم دمی
ہے کھٹکتی آج بھی اسلوب کی تجھ میں کمی
تیرے چرچے ،تیری باتیں انجمن در انجمن
اے دبستانِ علی گڑھ تو ہے سید کا چمن

ایک عالم کر رہا ہے تیری عظمت کو سلام
علم وعرفان و ادب کی نیک شہرت کو سلام
سید احمد کی تعلیمی امامت کو سلام
تیرے درسِ نو سے نکلے کیسے کیسے نو رتن
اے دبستانِ علی گڑھ تو ہے سید کا چمن

عرش بھی ہے سر بہ سجدہ تیرے در کے روبرو
تیرے پیراہن کی خوشبو عالم عالم چار سو
اے وہ تنویرِ علی گڑھ نور ہندوستان تو
ماند پڑ جائے دمک سی تیری الماسِ عدن
اے دبستانِ علی گڑھ تو ہے سید کا چمن

☆☆☆

ارشد مینا نگری
51-Mominpura.SurveyNo-19
Malegaon(M.S)
Mob-9823145386

چھبیس جنوری 23

غنچوں میں تازگی، پھولوں میں شگفتگی
نغموں میں دل بری بھنوروں میں نغمگی
جلوؤں کی بے خودی، چھبیس جنوری

کھائی ہیں لاٹھیاں، کھائی ہیں گولیاں
جھیلی ہیں سختیاں، جھیلی ہیں پھانسیاں
یوں ہی نہیں ملی، چھبیس جنوری

یوں حوصلے بڑھے، میدان میں کھڑے
ہم ضد پہ جب اڑے، آنسو بھی ہنس پڑے
شہکار ہے خوشی، چھبیس جنوری

گونجے صدا صدا، لہکے ادا ادا
کھنکے نوا نوا، چہکے فضا فضا
ہر سو مہک اٹھی، چھبیس جنوری

دل نم ہے سوچئے، بے دم ہے سوچئے
کیا کم ہے سوچئے، کیا غم ہے سوچئے
ہنس ہنس کے رو پڑی، چھبیس جنوری

معصوم کون ہیں، مظلوم کون ہیں
معروف کون ہیں، معزول کون ہیں
سب بولنے لگے، چھبیس جنوری

پنپانے سب کو یہ' بہلانے سب کو یہ
اپنانے سب کو یہ' راس آنے سب کو یہ
سب کے لیے سجی چھبیس جنوری

ڈولے یہ ترنگا، کھولے یہ ترنگا
رولے یہ ترنگا، بولے یہ ترنگا
دستور میں ڈھلی، چھبیس جنوری

رحمانیت نواز، عرفانیت نواز
دل داریت نواز، انسانیت نواز
ارشد کی شاعری، چھبیس جنوری

گوشۂ عزیز بلگامی

(سوانح حیات)

☆......**شخصیت:**
عزیز بلگامی کی زندگی کا ۵۰

سالہ ادبی سفر بحیثیت شاعر، نثر نگار، ادیب، قلمکار، کالم نگار، فری لانس الکٹرانک و پرنٹ میڈیا صحافی، ترجمہ نگار، انٹرویور، مصنف، مشاعرہ کار، پبلیشر، سابق SBI افسر، سابق پرنسپل پی یو کالج برائے خواتین اور قرآنی عربی ٹیچر، ایک یادگار سفر رہا۔ ابتداً وہ ''عزیز الدین عزیز'' کی حیثیت سے لکھتے اور چھپتے رہے۔ اُن کے نام ''عزیز الدین''، خاندانی نام ''جمعدار'' اور ''عزیز الدین عزیز'' سے زیادہ انہیں ''عزیز بلگامی'' کی حیثیت سے ادبی دُنیا میں شہرت ملی۔ یکم مئی، ۱۹۵۴ء کو آنجناب کی پیدائش بمقام کڑچی ضلع بلگام (کرناٹک) میں ہوئی۔ والد کا نام محمد اسحاق جمعدار (مرحوم)، والدہ کا نام (خدیجہ بی مرحومہ) اور اہلیہ محترمہ کا نام نور جہاں بیگم ہے۔ اُنہوں نے علی الترتیب کٹل کالج دھارواڑ، میسور یونیورسٹی اور بنگلور یونیورسٹی سے بی ایس سی یم اے (اردو) یم فل (اردو) تک تعلیم حاصل کی۔ سپر وائزر اور انلسٹ کی حیثیت سے ایک اسٹیل انڈسٹری سے اپنی معاشی زندگی کا آغاز کیا۔ آروی کمپوزٹ جونیر کالج رائباغ ضلع بلگام کے اُردو سیکشن میں مدرس رہے اور اُردو اور سائنس کے مضامین پڑھائے۔ پھر ایشیا کی سب سے بڑی بنک ''اسٹیٹ بنک آف انڈیا'' میں افسر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ بنک سے سبکدوشی اختیار کی اور زُبیدہ پری یونیورسٹی کالج شکاری پور ضلع شیموگہ کے پرنسپل بنے اور اپنی طالبات کو اُردو پڑھایا۔ اِس وقت آپ بنگلور میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ کی اولاد میں ۲ شادی شدہ بیٹیاں اور ۲ شادی شدہ بیٹے اور ایک غیر شادی شدہ بیٹا شامل ہیں۔ قومی و بین الاقوامی پرنٹ اور الکٹرانک میڈیا میں شاعری کے علاوہ نثری تخلیقات کی اشاعت اور دیگر تصنیفی سرگرمیاں آنجناب کے عام مشاغل رہے، خصوصاً ان کے مشاغل میں قرآنی عربی کلاسس کا نظم و انصرام شامل رہا جو ''لرن قرآن اِنسٹیٹیوٹ Learn Qur'an Institute'' کے نام سے آج بھی اُن کے فرزند اُستاذ ''محمد یونس'' کی سرکردگی میں چل رہا ہے۔ آج کل عزیز بلگامی قرآن شریف کی منظوم تفہیم کے کام میں مصروف ہیں۔

○......**تصانیف:**
اُن کی کتابوں کی تفصیل کچھ اِس طرح ہے:

(۱)......''حرف وصوت'': شعری مجموعہ ۱۹۹۲ء،
(۲)......سکون کے لمحوں کی تازگی: شعری مجموعہ ۲۰۰۳ء
(۳)......زنجیر دست و پاک: نثری کتاب، ۲۰۰۳ء
(۴)......''دِل کے دامن پر'' مجموعۂ غزلیات ۲۰۰۵ء
(۵)......''نقد و انتقاد'': تنقیدی مضامین اور تبصروں کا مجموعہ ''کرناٹک اردو اکادمی'' کی جانب سے شائع ہوا, ۲۰۱۷ء
(۶)......حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھؒ مرحوم کی مکمل سوانح حیات ''بحر کوثر کی ایک آبجو'' کی اشاعت میں معاونت کی جو ۲۰۱۳ء میں منظر عام پر آئی۔
(۷)......اِن کے علاوہ ایک اور نثری کتاب ''تیرے ہی ذکر سے معمور ہے حیات میری'' اور
(۸)......نعتیہ مجموعہ ''میرے مصطفےٰ آئے'' زیر ترتیب ہے۔

○......**کیسیٹ اور سی ڈیز:**
عزیز بلگامی کے تین صوتی کیسیٹ جاری ہوئے:
(۱) ''نعتیں اور غزلیں''، بنگلور
(۲) ''دُعا ہے ہمارے پاس''، بنگلور
(۳) کلام اقبالؒ عزیز بلگامی کی آواز میں۔ (کیرالہ)

○......**اعزازات و انعامات:**
ان کے طویل ادبی سفر میں جن اداروں نے آپ کو اعزازات و انعامات سے نوازا اُن میں سے کچھ درج ذیل ادارے شامل ہیں:
(۱)......''علامہ اقبال ایجوکیشنل ٹرسٹ رون گدگ؛
(۲)......بنگلور اُردو فاؤنڈیشن بنگلور؛
(۳)......ڈپارٹمنٹ آف اُردو مہارانیس کالج (ہوم سائنس) بنگلور؛
(۴)......شکاری پور چلڈرن اُردو اکادمی؛
(۵)......انجمن حمایت اسلام چنئی کی ۱۲۵ سالہ تقریبات کے مشاعرے میں اعزاز سے نوازا گیا؛
(۶)......کرناٹک راجیہ اُتسو عید ملن اور آل انڈیا مشاعرہ بنگلور؛
(۷)......ڈپارٹمنت آف اُردو، سی عبدالحمید کالج میل وشارم تمل ناڈو؛
(۸)......کاروانِ اُردو ادب اُنتی دیہی ترقی وفلاحی تنظیم باگل کوٹ کے زیر اہتمام کتاب ''دِل کے دامن پر'' کی تقریبِ رونمائی عمل میں آئی؛

(۹)......سیرت کمیٹی انجمن رفاہِ عام باگل کوٹ؛

(۱۰)......بیسٹ ایج گروپ، بنگلور؛

(۱۱)......خوشی خوشی کلاسندیش اُدگھاٹن اُڈپی؛

(۱۲)......آل انڈیا اردو منچ، بنگلور، ماہنامہ تحریر نئی ممبئی کے زیر اہتمام تقریب رسم اجراء اور مشاعرے میں اعزاز سے نوازا گیا اور مشاعرے کی صدارت کی ذمہ داری سونپی؛

(۱۳)......مجلس تعلیم الاسلامی کیرالہ کے اسپورٹس فیسٹیول میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے مدعو کیا گیا اور پہلے انعام کی تقسیم کی ذمہ داری سونپی گئی جس میں کیرالہ کے تیس سے زائد اسکولس کالجس کے طلباء کی شرکت رہی اور ملیالی علاقے میں ایک اردو شاعر کو عزت بخشی گئی؛

(۱۴)......مسلم لیکھکر اسنگھا، منگلور نے مہمانِ خصوصی بنایا؛

(۱۵)...... کیرالہ کی بنک ایمپلائز کی تنظیم ''نوترنگم'' کے زیر اہتمام ملیالی کوی سمیلن میں مدعو کیا گیا؛

(۱۶)......بزم اُردو ادب، ہری ہر، کے مشاعرے میں اعزاز کیا گیا؛

(۱۷)......کرناٹکا راجیہ مدرسہ گڑسنگھ، جے نگر، شکاری پور؛

(۱۸)......مہاراشٹر اراجیہ اردو شکشک سنگھٹنا، شہر کولہار؛

(۱۹)......آکولہ اور آکوٹ میں شام عزیز بلگامی کے پروگرامس منعقد ہوئے؛

(۲۰)......پیس اینڈ ہیومیانٹی فورم، گوا کے کلا اکاڈیمی، پنجم؛

(۲۱)......کرناٹک اردو اکادمی کے زیر اہتمام ڈپارٹمنٹ آف اردو مہارانی کالج ہوم سائنس کالج بنگلور کے اردو لٹریری کامپیٹیشن میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے مدعو کیا گیا؛

(۲۲)......الامین ویلفیر اسوسی ایشن اِلکل کے نعتیہ کانفرنس میں مہمان خصوصی بنا یا گیا؛

(۲۳)......انڈمان نکوبار اڈمنسٹریشن پورٹ بلیر کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے اعزازی مشاعرے میں مہمانِ خصوصی بنا کر عزت افزائی کی گئی؛

(۲۴)......جموں اینڈ کشمیر کے فیس بک گروپ ''منتہائے فکر'' پر ۴۵ منٹ کا شاعر کی آواز میں خصوصی غزل پروگرام پیش ہوا؛

عزیز بلگامی کے انٹرویوز:

(۱)......منیر احمد جامی نے دوردرشن چندنا چینل پر انٹرویولیا؛

(۲)......اعظم شاہد نے دوردرشن چندنا چینل پر انٹرویولیا؛

(۳)......آئینۂ سخن کولکاتہ گروپ کے ایڈمین جناب رئیس احمد حیدری نے انٹرویولیا؛

(۴)......''آیئے شعر کہیں'' کے مدیر جناب محمد معزالدین خان معز صاحب نے ڈیلس امریکہ سے آن لائن انٹرویولیا، جو اس وقت ''عزیز بلگامی یوٹیوب چینل پر موجود ہے''؛

(۵)......''ایم آر ایف ٹی وی باگل کوٹ'' سے بھی انٹرویو نشر ہوا، جس کے انٹرویور تھے صحافی زین العابدین صاحب؛

(۶)......بھٹکل کے معروف اُردو چینل ''فکر وخبر'' نے مختلف ادبی موضوعات پر عزیز بلگامی کا انٹرویولیا؛

(۷)......''اِدارۂ جہانِ نعت'' کے لئے غلام ربانی فداؔ صاحب نے نعت کے موضوع پر عزیز بلگامی کا ایک انٹرویولیا؛

(۸)......انٹرنیٹ پر ''آشنائی'' نام کے ایک پورٹل نے عزیز بلگامی کا انٹرویولیا؛

(۹)......منان قدید منانؔ نے ''روزنامہ خبریں'' (پاکستان) کے لئے لندن (UK) سے انٹرویولیا اور یہ انٹرویو بڑے پیمانے پر پاکستان میں شائع ہوا؛

○......عزیز بلگامی بطورِ انٹرویور:

دور درشن :

پر خود عزیز بلگامی نے معاشرے کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ۵۰ سے زائد سرکردہ افراد کا انٹرویولیا، جن میں ڈاکٹرس، سرکاری افسران، شعراء، ادباء اور اساتذہ، شامل ہیں۔

فکر و فن شعر و سخن:

جس پروگرام نے سارے عالم میں عزیز بلگامی کی شہرت میں اضافہ کیا، وہ ہے سیدھی بات چینل کا ادبی پروگرام ''فکر وفن شعر وسخن''، جو گزشتہ ساڑھے تین سال سے پابندی کے ساتھ چل رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں اِس کی ایک سویں قسط کے تین حصہ نشر ہوئے۔ اِس میں بھی عزیز بلگامی نے سارے عالم سے فنکاروں کا اِنتخاب کیا، اُن کے انٹرویوز لیے اور اپنے فیچر ادبی پروگرام پیش کیے۔

○......خصوصی اعزازات و انعامات:

(۱)...... ۲۷ رفروری، ۲۰۱۸ء کو 'بزم اردو' رانی بنور کی جانب سے ایک عظیم جلسۂ عام میں اردو زبان وشاعری کے لیے عزیز بلگامی کی خدمات کے اعتراف میں، محترم ظہیر الدین ظہیر رانی بنوری، رکن کرناٹک اردو اکادمی کے دستِ باسعادت سے اعزاز واکرام سے نوازا گیا۔

(۲)......۴ر مارچ، ۲۰۱۸ء کو 'اڈپی ضلع مسلم یونیٹی اوکُٹا'' کی جانب سے اُمتِ مسلمہ کے اتحاد کی غرض سے منعقدہ عظیم الشان عوامی جلسۂ عام میں ایک واحد شاعر کی حیثیت سے شرکت کا اور جلسے کے مرکزی موضوع سے مناسبت رکھنے والے کلام کو پیش کرنے کا موقع دیا گیا اور اِس تنظیم کی جانب سے مومنٹو پیش کر کے اعزاز سے نوازا گیا۔

(۳)......۶ر مارچ، ۲۰۱۸ء کو شہر بنگلور کی ایک باوقار تقریب میں کرناٹک اردو
اِنتخاب کیا، اُن کے انٹرویوز لیے اور اپنے فیچر ادبی پروگرام پیش کیے۔

○......خصوصی اعزازات و انعامات:

(۱)...... ۲۷ رفروری، ۲۰۱۸ء کو 'بزم اردو' رانی بنور کی جانب سے ایک عظیم جلسۂ عام میں اردو زبان وشاعری کے لیے عزیز بلگامی کی خدمات کے اعتراف

میں،محترم ظہیر الدین ظہیر رانی بنوری ، رکن کرناٹک اردو اکادمی کے دستِ باسعادت سے اعزاز و اکرام سے نوازا گیا۔

(۲)......۴؍مارچ،۲۰۱۸ءکو''اڈپی ضلع مسلم یونیٹی اوگُٹا'' کی جانب سے اُمتِ مسلمہ کے اتحاد کی غرض سے منعقدہ عظیم الشان عوامی جلسۂ عام میں ایک واحد شاعر کی حیثیت سے شرکت کا اور جلسے کے مرکزی موضوع سے مناسبت رکھنے والے کلام کو پیش کرنے کا موقع دیا گیا اور اس تنظیم کی جانب سے مومنٹو پیش کر کے اعزاز سے نوازا گیا۔

(۳)......۶؍مارچ،۲۰۱۸ءکوشہر بنگلور کی ایک باوقار تقریب میں کرناٹک اردو اکادمی ، حکومتِ کرناٹک کی جانب سے پروقار''شاعری اوارڈ برائے سال ۲۰۱۶ء''وزیر اعلیٰ تعلیم حکومتِ کرناٹک کے ہاتھوں عطا کرتے ہوئے ،اعزاز و اکرام سے سرفراز کیا گیا،جس میں شال پوشی ،سند،مومنٹو اور نقد رقم شامل تھی۔

(۵)......جھارکھنڈ کاؤنسل آف لیگل رائیٹس رانچی کی جانب سے آل انڈیا ''مین آف لٹریچر ایوارڈ:2015''سے سرفراز کیا گیا۔

......بین الاقوامی سرگرمیاں:

(۱)......بین الاقوامی مشرقی ادیان کی کانفرنس منعقدہ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں مقالہ پڑھنے کے لیے مدعو کیا گیا،جس میں ۴۸ ممالک کے مندوبین نے شرکت کی؛

(۲)......جاپان کے اردو بلاگ اُردو نیٹ ڈاٹ کام میں تقریباً ۲۲۰ سے زائد تخلیقات شائع ہوئیں،عزیز بلگامی کے نام سے کیٹیگری بنی؛

(۲)......فیس بک پر ہزاروں رفقاء نے آپ کے کلام کی پذیرائی کی اور ناظرین کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی۔سوشل میڈیا میں ٹویٹر،انسٹا گرام، یوٹیوب اور دیگر اردو سائٹس پر آپ کا کلام چھپا اور عالمی شہرت کا حامل بنا۔یوٹیوب کا چینل''عزیز بلگامی''کے نام سے جاری کیا؛

(۳)......سعودی عرب، کویت، بوسٹن یو لیس، جاپان، پاکستان، کینیڈا کے رسالوں اور اخبارات میں کلام اور مضامین شائع ہوئے ؛

(۴)......اردونیٹ جاپان کی جانب سے،بہترین عالمی قلمکار کے اوارڈ کی تجویز پیش ہوئی؛

(۵)......یونیورسل پوسٹ ، یو اے ای کی جانب سے ادبی خدمات کے لیے ستائشی سند سے نوازا گیا؛

(۶)......لندن سے روزنامہ خبریں پاکستان کے لیے انٹرویو لیا گیا جو وسیع پیمانے پر پاکستان میں شائع ہوا؛

(۷)......پہلی بار کرناٹک کے کسی شاعر کا ویب سائٹ جاری ہوا تو وہ عزیز بلگامی صاحب کا تھا جو ۲۰۰۳ء میں لانچ ہوا جو جدہ سعودی عرب کے سالم باشوار کے زیر انتظام ہے(عزیز بلگامی ڈاٹ کام)۔جو بعض ٹکنکل مسائل کے سبب معطل ہے۔نیے ویب سائٹ کی کوششیں جاری ہیں؛

(۸)......انڈین مسلم اسوسی ایشن کویت کی جانب سے کویت کے عالمی مشاعرے 2018 میں شرکت کا عزیز بلگامی کو موقع ملا؛

(۹)......لاہور یونیورسٹی کے آن لائن پروگرام میں عزیز بلگامی بطورِ مہمانِ خصوصی مدعو ہوئے ؛

(۱۰)......''آیئے شعر کہیں''نامی اِدارے نے عزیز بلگامی کو''عالمی سطح پر ادبی خدمات کے اوارڈ''سے نوازا،جو ہندوستان کے صرف ادباء کو دیا گیا۔

(۱۱)......''آیئے شعر کہیں''کے ڈائرکٹر نے عزیز بلگامی کا آن لائن انٹرویو لیا جو ''عزیز بلگامی یوٹیوب چینل''پر دیکھا جا سکتا ہے۔

(۱۲)......اِسی ماہ (۲۵؍فروری،۲۰۲۳ء) کو''آیئے شعر کہیں''کے زیر اہتمام ''جشنِ عزیز بلگامی''کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۱۳)......گلوبل رائٹرز ایسوسی ایشن اٹلی اور بزمِ حیدری انڈیا کے زیر اہتمام ۱۵ فروری ۲۰۲۳ء کے عالمی مشاعرہ کی مجلسِ صدارت میں عزیز بلگامی کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

......قومی و ریاستی سطح کی ادبی سرگرمیاں:

(۱)......کیرالہ میں مقبولیت: سانتاپورم میں کالجس فیسٹیول میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے مدعو کیا گیا۔

(۲)......نوتر نگم نامی ادبی انجمن کے کالی کٹ کے مشاعرے میں مدعو کیا گیا۔

(۳)......سانتاپورم کے رسالے''اردو بلیٹن''کے سرورق پر کلام شائع ہوا اور اس میں مستقل کلام شائع ہو رہا ہے۔

(۴)......دہلی کے ایک آل انڈیا مشاعرے کی صدارت کا شرف حاصل ہوا۔

(۵)......ساہتیہ اکادمی نئی دہلی کے سائٹ میں شاعر کی حیثیت سے نام شامل ہوا۔

(۶)......ملک کے کئی اہم شہروں میں جیسے حیدرآباد، پٹنہ، دہلی، چنئی، ہزاری باغ، جمشید پور، رانچی، وجے واڑہ، کھمم، سنگاریڈی، اکولہ، آکوٹ، ناگپور، امراوتی، پونے، کولہاپور، میرج، کامٹی، کالی کٹ، سانتاپورم، ممبئی، وانیم باڑی، اچل کرنجی، انڈمان جزائر، گوا، مدن پلی، کڑپہ،میل وشارم وغیرہ اور ریاست کے بھی تقریباً ہر شہر میں مشاعرے پڑھے۔

(۷)......طلباء و طالبات کے کئی مسابقوں میں خصوصاً بھٹکل کے آل انڈیا نعتیہ مسابقے میں جج کے فرائض انجام دیے۔

(۸)......منیر احمد جامی کی جانب سے عزیز بلگامی: شخصیت اور فن پر دوردرشن بنگلور سے ۲۸ منٹ کی ایک ڈاکومنٹری نشر ہوئی۔

(۹)...... 2016ء میں دہلی کے مشاعرے کی صدارت کا پہلی بار جنوبی ہندوستان کے کسی شاعر کو موقع ملا۔

......دیگر ادبی و ثقافتی سرگرمیاں:

(۱)......کئی شعراء و ادباء کی کتابوں میں آپ کے پیش لفظ اور تقریظات شامل ہیں۔کئی ادیبوں اور قلمکاروں نے آپ کی شخصیت اور فن پر مضامین لکھے۔

(۲)......کرناٹک اردو اکادمی نے انہیں نعتیہ سی ڈی بنانے کا کام سونپا۔

(۳)......ایک صحافی کی حیثیت سے بھی اُن کی خدمات رہیں جب وہ ہفت روزہ جوہرِ صحافت بلگام، ماہنامہ صدائے فطرت بلگام اور ماہنامہ الرشید سے وابستہ رہے۔فری لانس صحافت کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔سیدھی بات ٹی وی چینل کے ادبی پروگرام ''فکر وفن شعر وسخن'' کے اس وقت مدیر ہیں اور اب تک 100 ادبی پروگرام نشر کر چکے ہیں۔

(۴)......شکاری پور میں زبیدہ پی یو کالج برائے خواتین کے آپ پرنسپل رہے اور ساتھ ہی اپنی طالبات کو اُردو بھی پڑھائی۔

(۵)......آل انڈیا ریڈیو، دوردرشن اور ای ٹی وی پر بھی آپ کا کلام نشر ہوا۔

(۶)......معاشرے کی سرکردہ شخصیات کے انٹرویوز کا طویل سلسلہ دوردرشن پر چلایا۔

(۷)......''عزیز بلگامی : حیات وخدمات'' کے عنوان سے عزیز بلگامی پر پی ایچ ڈی کے لئے ریسرچ جاری ہے، جو اِنشاءاللہ جلد ہی مکمل ہو جائے گی۔

(۸)......آپ نے ''پرنٹیک پبلشنگ ہاؤز'' نامی اشاعتی ادارہ قائم کیا اور اردو ڈی ٹی پی میں مہارت حاصل کی اور کئی شعراء ادباء کی کتابوں کو شائع کیا۔

○......سرکاری نصاب میں کلام کی شمولیت:

(۱)......حکومت کرناٹک کے نصاب کی پری یونیورسٹی سال دوم کی اردو نصابی کتاب ''ادب آگہی'' میں اُن کے دو قطعات شامل ہیں۔

(۲)......حکومتِ کرناٹک کے نصاب کی ڈگری کورسس کی اردو نصابی کتاب ''گلشنِ ادب'' میں ان کی ایک حمد اور اُن کا تفصیلی تعارف کے ساتھ شامل ہے۔

(۳)......حکومتِ تمل ناڈو کی دسویں جماعت کی نصابی کتاب میں عزیز بلگامی کی نعت ''میرے مصطفیٰ آئے'' شائع ہوئی۔غرض کہ دُنیا کے چھ براعظموں میں جہاں جہاں اُردو کی شمعیں روشن ہیں وہاں عزیز بلگامی کا نام قلمکار، شاعر وادیب کی حیثیت سے مشہور ہیں اور وہ سارے عالم میں ہندوستان کا، ریاستِ کرناٹک کا، بلگام کا اور بنگلور کا نام روشن کر رہے ہیں۔

پتہ: عزیز بلگامی، نمبر کے۱۰۲، فرسٹ فلور، فرسٹ مین، سیکنڈ کراس،
وینکٹ گوڈا لے آؤٹ، کیمپا پورہ، ہبال پوسٹ، بنگلور ۵۶۰۰۲۴
موبائل: 9845291581/9900222551
ای میل: azeezbelgaumi@hotmail.com

○○○

(عزیز بلگامی کی نعتیہ شاعری: ایک جائزہ کا بقیہ)

عزیز بلگامی نے اپنی نعتیہ شاعری میں الفاظ کے انتخاب میں بڑا محتاط رویہ اپنایا ہے، جو نعتیہ کلام کا تقاضا اور پاس ادب واحترام بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نعت گوئی تیز وتند تلواروں کی دھار پر چلنے کا نام ہے۔اِس لیے ہر شخص اس پر طبع آزمائی نہیں کرسکتا: باخدا دیوانہ باشد، با محمدؐ ہوشیار

میرا ایسا ماننا ہے کہ ثنا خوانِ خدا اور مدح خوانِ رسولؐ کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔ ایک نعت گو کو خود ہی اپنی زندگی کے شب و روز میں زیادہ سے زیادہ عمل کرنا چاہیے تاکہ اس کے قول وعمل میں تضاد نہ ہو اور اِسلام کا نمائندہ نمونہ بن کر دُنیا میں زندگی گزار سکے۔عزیز بلگامی کو اللہ تعالیٰ نے خوش نوائی اور خوش الحانی سے بھی نوازا ہے۔ مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ نعت پڑھتے ہوئے وہ پوری سرمستی، سرشاری اور جذب وکیف کے عالم میں کھو جاتے ہیں۔
سودی کاروبار کی وجہ سے انہوں نے اسٹیٹ بنک کی نوکری چھوڑ دی اور اپنی شاعری کو عام روش وروایت سے بغاوت کرتے ہوئے پیامی شاعری میں تبدیل کردیا۔ وہ خود کہتے ہیں:

قیامِ دیں کے لیے وقف ہے سخن میرا
غزل کہی ہے اِسی فرضِ منصبی کے لیے
نہ کیوں ہو ناز ہم کو شاعری پر۔ اِسی میں ہے سکونِ دِل ہمارا

عزیز بلگامی نے غزل کی ہیئیت اور اس کے فن کو برقرار رکھتے ہوئے اسے اپنی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنایا۔ اِن کی غزلوں اور نظموں میں سلاست، روانی، سنجیدگی اور لطافت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ قسم کی حساسیت پائی جاتی ہے:

چند سانسیں ترا رکھ رہی ہیں بھرم۔ کیا ترے پاس اِن کے سوا زندگی

دوسری قبیل کی غزلوں اور نظموں میں بھی شاعری کے ساتھ ساتھ ساحری اور شاعرانہ حسن وجمال برقرار ہے:

گو کہ بادل بھی ہوائیں بھی تھیں سازش میں شریک۔ بستیاں بہہ گئیں اِلزام لگا پانی پر
گنگناتی جا ہوا نغمے لٹاتی جا ہوا۔ پھر خس وخاشاک سے دامن بچاتی جا ہوا
خانۂ دِل کی گھٹن کو دور کرنے کے لیے۔ تو ذرا وقت سحر چپکے سے آتی جا ہوا

غرض یہ کہ عزیز بلگامی اپنے خیالات اور جذبات کو ایک خاص اور انوکھے انداز میں پیش کرنے، لفظوں کے انتخاب اور اس کی پیش کش میں کامیاب نظر آتے ہیں۔لیکن وہ اخلاق کا دامن ہاتھوں سے جانے نہیں دیتے۔

○○○

ایک شعر
نذیر فتح پوری

ہم اہلِ دردکبھی رائیگاں نہیں ہوتے
سلگتے رہتے ہیں لیکن دھواں نہیں ہوتے

عبداللہ سلیمان ریاض

اُردو غزل کا ایک معتبر نام عزیز بلگامی

عام طور سے غزل کو حسن وعشق کی باتوں، ہجر ووصال کے قصوں اور محبوب کی شوخیوں اور اداؤں کے بیان سے ہی عبارت سمجھا جاتا ہے لیکن یہ مکمل سچ نہیں ہے۔عزیز بلگامی کی غزلیں دیکھنے کے بعد اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ غزل میں فکر وفلسفہ بھی ہے، تصوف کی چاشنی بھی ہے، اخلاق ونصیحت کی باتیں بھی ہیں، پند وموعظت بھی ہے، تہذیب وتمدن، ادب وثقافت بھی ہے اور طنز وظرافت کے پردے میں اصلاح وتربیت کی کوشش بھی ہے۔اور ان سب کے ساتھ ساتھ غزل علوم ومعارف کا گنجینہ بھی ہے۔

اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ ریاست کرناٹک کے کسی ایسے غزل گو شاعر کا نام بتاؤ؟ جو اخبارات ورسائل میں خوب شائع ہوتا ہو تو میں شاید عزیز الدین عزیز بلگامی کا ہی نام پیش کروں۔ریاستِ کرناٹک کے مشہور شاعر وادیب جناب عزیز الدین عزیز بلگامی کی شہرت ان کی غزل گوئی کے حوالے عالمی سطح پر دستک دے رہی ہے۔

عزیز بلگامی کی پیدائش کڑچی ضلع بلگام میں ہوئی اسی وجہ سے بلگامی کا لاحقہ ان کے نام کے ساتھ جڑا رہتا ہے جب کہ اب عزیز بلگامی بنگلور شہر میں مستقل قیام پذیر ہیں۔آپ نے اپنی شاعری کی ابتداء جناب سید نورالدین قادری نور مرحوم اور جناب عطاء الرحمٰن عطاؔ ہبلوی مرحوم کی رہنمائی میں کی۔

عزیز بلگامی کے اب تک دو مجموعہ ہائے کلام: ''حرف وصوت'' اور ''سکون کے لمحوں کی تازگی'' اور ایک نثری کتاب ''زنجیر دست وپا''، جو یم فل کا مقالہ بعنوان ''عطاء الرحمٰن عطاؔ ہبلوی فن اور شخصیت'' ہے، شائع ہو چکے ہیں۔'' دعا ہے ہمارے پاس'' سمیت ۴ آڈیو کیسیٹ منظر عام پر آچکے ہیں۔اور مزید مجموعہ ٔکلام شائع ہونے کے منتظر ہیں جو کسی وقت بھی منظر عام پر آسکتے ہیں۔

غزل گوئی کے میدان میں عزیز بلگامی اس وقت اُفق کی بلندیوں پر پرواز کر رہے ہیں۔ان کی غزلیں اب ہندوپاک کی سرحدوں سے نکل کر جاپان و امریکہ کے رسائل وجرائد سے آگے سٹلائٹوں کی دنیا پر بھی اپنی موجودگی درج کرا چکی ہیں۔

عزیز بلگامی اپنی غزلوں میں ملک وملت کے لیے ایک کسک، درد، غم لیے ہوئے ہوتے ہیں ان کی غزلوں میں جہاں حالات حاضرہ پر روشنی پڑتی ہے وہیں ان کے کلام میں اسلامی عقیدہ وحدانیت ورسالت اور تقدیر کا بڑا اہتمام رہتا ہے۔آپ مثبت طرزِ فکر کے حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں مثبت طرز فکر حاوی رہتی ہے، منفی رجحانات ومیلانات سے گریز کیا جاتا ہے۔اسی کے ساتھ اسلام کی حقانیت اس کی تہذیب وثقافت کو بھی بڑے اہتمام سے اجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسی وجہ سے ان کے کلام کو خاص اسلامی ذہن رکھنے والے حضرات بھی بڑی اہمیت سے پڑھتے ہیں۔اسلامی طرز زندگی سے خاص لگاؤ کی وجہ سے ان کی غزلوں میں بھی اسلامی اسپرٹ دکھائی دینا ایک لازم سی بات ہے:

لب پہ توحید کا دعویٰ بھی ہے، اعلان بھی ہے۔ اور اغیار کے در پر بھی جبیں سائی ہے
تری عظمت کے مقابل مرا سجدہ کیا ہے۔کوہ، احسان ترے، شکر مرا رائی ہے

موجودہ حکومت کے سیاہ کارناموں سے ہندوستان کا ہر شہری واقف ہے، اس کی ظلم وطغیان کی داستانِ الم کون نہیں جانتا۔یہ آیے دن اپنے نئے منصوبوں سے اس ملک کا شیرازہ بکھیر رہا ہے۔ہر کوئی اس کی شرارتوں سے پریشان ہے۔ایک مخصوص ذہنیت کے لوگ اس ملک کے امن وامان کو غارت کرنے میں لگے ہیں۔قومی یک جہتی کی روایت کو پامال کرنا ان کا مقصد بن چکا ہے۔عزیز اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

تختِ دِلی پر ستم رانوں کی یہ جلوہ گری۔یاتراؤں سے بھی بڑھ کر پُرفتن ثابت ہوئی
چیخ اُٹھیں گے ایک دِن سارے دھرم کے ٹھیکیدار۔ زعفرانی رنگ کی چادر کفن ثابت ہوئی

عزیز کو اس بات کا بڑا افسوس ہے کہ موجودہ دور میں لوگ اُردو زبان بھی نہیں سمجھتے ہیں۔لوگ اُردو زبان کے لب ولہجہ اور اس کی شیرینی سے واقف نہیں ہیں بلکہ اب تو بس ترنم کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔اس کی چاشنی، لطافت کی اہمیت اب لوگوں میں نہیں پائی جاتی، کہتے ہیں:

آپ نے جس کو غزل کہہ کر سنایا تھا ابھی۔وہ ترنّم کے حوالے سے بھجن ثابت ہوئی

اسی کو دوسری غزل میں اس طرح کہتے ہیں:

دِل کو چھوتی نہیں اب کوئی غزل، شعر کوئی۔ چھا گیا حسنِ ترنم پہ بھجن کا پہلو

عزیز کے یہاں ترنم کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عزیز جس مشاعرے میں شرکت کرتے ہیں وہاں اپنے ترنم ریز آواز سے سامع پر ایک مسحور کن اثر ڈال دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہر سامع داد ودہش اور پھولوں کے ہاروں سے ان کا جھوم جھوم کر استقبال کرتا ہے۔

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی لوگ ایک دوسرے سے حسد بغض وکینہ لیے

ہوئے بیٹھے ہیں۔کوئی کسی کی ہمت افزائی کرنے کے لئے تیار نہیں ہر طرف سے بس ڈسکرج، حوصلہ شکنی، پژمردگی کی آواز سنائی دیتی ہے کوئی کسی کی سراہنا کرنے کو تیار نہیں۔آج ہمارے نوجوانوں کے کارناموں کو بھی کوئی صلہ نہیں دیا جاتا۔کوئی اچھا کلام پیش کرے، کسی نے اچھے اشعار کہے، کوئی اچھا افسانہ یا مضمون لکھے تو اس کی ہمت افزائی کرنے کے بجائے اس کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔اس بات سے عزیز کو بڑا افسوس ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں:

اُڑان اُونچی بھلا اُن کی دسترس میں کہاں
زمیں سے جن کو کبھی حوصلہ ملا ہی نہیں

عزیز کی غزلوں کی ایک خاص خوبی یہ بھی ہے کہ ان میں زبان و بیان کی سادگی و پرکاری اور تازہ کاری بھی ملتی ہے۔ان کے کلام میں زبان و بیان کی چاشنی اور لہجے کی متانت نے ان کی شاعری کو فکری توانائی عطا کی ہے۔ان کے اشعار میں ہمیں فکری بصیرت اور علم و حکمت جھلکتی ہے۔

نہ جانے کیسے دُعائیں مری قبول ہوئیں۔دُعا کے نام پہ لب پر کوئی دُعا ہی نہیں
دُعا خلوص سے مانگی، بدل گئی تقدیر۔وہی ملا جو مقدّر میں تھا لکھا ہی نہیں

عزیز کے اشعار میں ہم ایک چیز بہت کثرت سے دیکھتے ہیں ان کے یہاں ''دعا'' لفظ کا بھی بڑا اہتمام ہے۔عزیز کی زندگی میں خلوص و محبت کو بڑی اہمیت ہے۔ یہ چیز میں نے خود ان کے اندر محسوس کیا ہے۔چھوٹوں کی بڑی قدر کرتے ہیں۔میں خود بھی ایک دو بار ملا ہوں میں نے ان کو خلوص و محبت کا پیکر پایا ہے۔ایک شعر میں خلوص و دعا کا دیکھیں کس طرح استعمال کیا ہے:

فقط خلوص کے سکّوں کا عرش پر ہے چلن
دُعا بھی لوٹ کے آتی ہے، بددُعا ہی نہیں

اعلیٰ انسانی قدروں کی شکست و ریخت کے اذیت ناک اور درد بھرے احساس کو لفظ و بیان کے قالب میں ڈھالنے کے لئے عزیز نے جن علامتوں کا سہارا لیا ہے اور جو پیکر تراشے ہیں ان سے شاعر کے فن کارانہ ذہن کی حسن کاری، تخلیقی جوہر اور قدرت اظہار کا اندازہ ہوتا ہے۔انسان دوستی کے زوال نے جس طرح انسانی ضمیر کو بے جان اور معطل کر کے رکھ دیا ہے اور انسان کی روحانی زندگی کھوکھلی ہو کر رہ گئی ہے اس نے نفسیاتی پیچیدگیوں کو عام کر دیا ہے۔

مقتول قتل ہو کے سخاوت ہی کر گیا۔قاتل کو سرفراز کیا سر کی بھیک سے
فن کا لباس فکر کی تزئین کا سبب۔تاثیرِ فکر شعر کے پیکر کی بھیک سے

ان کے یہاں خودداری و خودی بھی بہت ہے۔ ہر در کا بھکاری بننا عزیز کو پسند نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہ شعرا جو دوسرے کے کلام کو مشاعروں میں پڑھا کرتے تھے بڑے بڑے منصب و عہدہ حاصل کر لیے لیکن ایسے لوگ جو اپنی خودداری و وضع داری کو بچائے رکھے یا اپنی شخصیت کے انا کو پامال ہونے سے بچالئے وہ لوگ خاموش تماشائی بنے رہے۔اور شاید اس انتظار میں تھے کہ میں اپنی فن کی وجہ سے کوئی مقام حاصل کر لوں گا لیکن آج کے چاپلوسی و خودغرضی کے دور میں بغیر جی حضوری کیئے کس کو منصب و عہدہ ملتا ہے؟ اب تو بس تعلقات کا دور ہے۔ جھوٹی تعریف، صبح و شام کی حاضری میں ہی بڑے بڑے منصب حاصل کئے جاتے ہیں۔ کوئی فن کار اپنے فن کی وجہ سے بڑی ہی مشکل سے اپنا مقام بنا پاتا ہے۔ورنہ نااہل لوگ ہی بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں:

بے غیرتی کا پینا بھی پینا ہے کیا عزیزؔ
تشنہ لبی ہی اچھی ہے ساغر کی بھیک سے

کہتے ہیں شاعر وقت کا نباض ہوا کرتا ہے۔حالات پر اس کی نظر ہوتی ہے۔اس کے اندر ادراک کی ایسی کیفیت ہوتی ہے جو عام انسان میں نہیں پائی جاتی اس کا وجدان، اس کی فکر، وقت و حالات سے واقف ہوتی ہے۔عزیز کے یہاں بھی یہ چیز پائی جاتی ہے۔

عزیز نے ظالم حکومت و اقتدا کے خلاف بھی علم بغاوت بلند کیا ہے اپنے اشعار کے ذریعہ قاتل و ظالم کو بھی للکارا ہے۔ان کے کلام میں جہاں رحم و کرم، شفقت و محبت کے الفاظ ملتے ہیں وہیں قتل و غارت، ظالم و جابر، چھری و تلوار کے الفاظ بھی دکھائی دیتے ہیں، کہتے ہیں:

وہ قتل گاہ پہ پھر، اِختیار چاہتا ہے۔لہو میں ڈُوبا ہوا، اِقتدار چاہتا ہے
لگی ہو چاٹ جسے قتلِ عام کی وہ شخص۔چھری کو پھر سے بہت تیز دھار چاہتا ہے

عزیز صاحب نے ایک غزل میں لفظ ساحل کو بہت عمدہ طریقہ سے مختلف پیرایہء انداز میں برتا ہے۔جن کی وجہ سے شاعر کے قادرالکلامی کا پتہ چلتا ہے۔ایک لفظ کو مختلف اسلوب میں الگ الگ ڈھنگ سے شاعروں کے یہاں برتنا فنکارانہ اہمیت کا حامل ہے۔

لاکھ طوفان اُٹھیں ڈوبنے والے چیخیں۔سُن کے بھی اَن سُنی کر دیتا ہے بہرا ساحل
گو زمانے کی نگاہوں میں تماشہ ساحل۔ناخداؤں کے لیے ایک سہارا ساحل

غزل کی اہمیت سے شاعر اچھی طرح واقف ہے یہی وجہ ہے کہ آپ مسلسل غزل کہہ رہے ہیں۔غزل کی اہمیت کا اندازہ ان کے اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے:

غزل نہیں تو سخن کیسا، شاعری کیسی
سخنوروں کے سروں کے لیے ہے تاج غزل

آج کل الکٹرانک میڈیا اور اخبارات و رسائل میں سنسنی خیز، بڑھکا و بیان، مار دھاڑ قتل و غارت گری کی وارداتیں اس کثرت سے نظر آتی ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اخبارات خون و کشت میں ڈوبا ہوا ہے۔زیادہ تر خبریں ایسی نظر آتی ہیں جس میں خون ہی خون، قتل ہی قتل دکھائی دیتا ہے۔ کہتے ہیں:

اخبار ہے یا خوں میں نہایا ہوا کاغذ۔کیا قتل ہی اب مشغلہء اہل وطن ہے

عزیز صاحب دوسرے شعراء کودعوت سخن دیتے ہیں کہ وہ لب ورخسار کے علاوہ بھی بہت سارے موضوعات و مسائل ہیں جس پر شعر کہنے کی ضرورت ہے۔اب محبوب کے لب ورخسار کی خول سے نکل کر باہر آنے کی ضرورت ہے۔ملک وملت کے مسائل وحالات کی طرف توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔کہتے ہیں:

کتنے ہیں مسائل لب ورخسار سے ہٹ کر
کیا حسن ہی فنکار کا موضوعِ سخن ہے

عزیز کواس بات کا بھی احساس ہے کہ اگر لب ورخسار سے کوئی ہٹ کر موضوع سخن بناتا ہے تو اس کو بھی لوگ بخشنے کے لیے تیار نہیں ہیں،اس پر مذہبی شاعری کا الزام لگایا جاتا ہے۔کہتے ہیں:

آپ کے اشعار کی مقبولیت خطرے میں ہے
چھوڑ دی رُخسار ولب کی گفتگو، کیا کر دیا!

چھوٹی بحروں میں بھی عزیز کے یہاں اشعار مل جاتے ہیں:

راہ کٹھن ہے دور ہے منزل۔پاؤں میں کانٹے چلنا مشکل
شہد وشکر ہے بات میں شامل۔ لہجہ لیکن ز ہر ہلا ہل

ان کی غزلوں میں ہوا، پانی، آگ اور مٹی جن کو عناصر اربعہ کہا جاتا ہے ان کا بھی خوب استعمال ہوا ہے۔ان کی ایک غزل میں دیکھیں کس روانی سے لفظ ''ہوا'' کو شاعر نے برتا ہے۔جس کے اندر موسیقیت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

گنگناتی جا ہوا، نغمے سُناتی جا ہوا۔پھر خس وخاشاک سے دامن بچاتی جا ہوا
میری لَے میں لَے ذرا تو بھی ملاتی جا ہوا۔پھر مرے عزم ویقیں کے گیت گاتی جا ہوا

آپ نے پانی پر بھی ایک عمدہ غزل کہی ہے جس کا ایک شعر مجھے بے حد پسند آیا پیش ہے:

جوملا مجھ کو وہی پیش کیا ہے میں نےؔ میرا اخلاص ذرا دیکھ نہ جا پانی پر

عزیز الدین عزیز نے اُردو زبان کی پوری تاریخ ایک شعر میں کہہ دی وہ کہتے ہیں:

نہیں شاداب یوں ہی باغِ اُردو۔عزیز اِس میں ہے خوں شامل ہمارا

یقیناً اس بات سے سبھی واقف ہیں کہ جنگ آزادی میں ہمارے اسلاف نے اپنی جانیں نچھاور کردیں۔اپنے قلم کے ذریعہ اپنی انقلابی نظموں،غزلوں اور بیانوں و نعروں کے ذریعہ سے اس وطن عزیز کو آزاد کرایا۔اُردو اخبارات کا رول جنگ آزادی میں ایسا رہا ہے جس سے ہر اُردو داں واقف ہے۔

عزیز صاحب نے اپنی محنت، لگن، دھن اور جدو جہد کی وجہ سے یہاں تک پہونچے ہیں ان کو اس کا بخوبی احساس ہے۔وہ اس بات کا ذکر اپنے کئی اشعار میں کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

بھیڑ کے بیچ کھڑا ہوں میں یہ احساس لیے۔مری تقدیر میں تنہائی ہی تنہائی ہے
گوکہ مشہور ہوں، مقبول نہیں ہوں پھر بھی۔ کیا یہ کم ہے کہ مری خود سے شناسائی ہے

عزیز صاحب آج کل مشترکہ غزل بھی لکھ رہے ہیں۔ان کی کئی غزلیں مختلف شہروں کے شعراء کے ساتھ شائع ہوچکی ہیں۔یہ کام بھی بہت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جارہا ہے۔اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کئی اخبارات ورسائل میں ان کی مشترکہ غزلیں شائع بھی ہورہی ہیں۔

عزیز بلگامی صاحب نے غزل کے علاوہ حمد،نعت،نظم،منقبت،قطعات وغیرہ بھی کہے ہیں۔لیکن غزل گوئی سے ان کوایک خاص انسیت ہے۔عزیز بلگامی کا عکس ان کی شاعری میں صاف نظر آتا ہے۔آپ طبعاً شریف،مخلص، دیندار اور نیک انسان ہیں۔اسلام سے سچی محبت و وفا داری رکھتے ہیں۔یہ اسلامی روایات کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ان کی نظروں میں ہمیشہ اسلامی شان وشوکت،عدل وانصاف،رہبری ورواداری کی وہ مستحکم روایات ہوتی ہے۔جس سے کبھی پوری دنیا اور انسانیت سچی اور صحیح راہ پاتی تھی۔حق گوئی وبے باکی ان کی فطرت میں شامل ہے۔بہ حیثیت شاعر صاف، ستھری، فکر انگیز شاعری ہی ان کی شناخت ہے ۔○○○

(نغموں کی تازگی کا بقیہ)

ہم انھیں محفل میں چپ کرنے کی خاطر چپ ہوئے
اور ہماری خامشی نے ان کو رسوا کر دیا

کون کہتا ہے مرا گھر پہ سفر ختم ہوا۔میری منزل تو مرے گھر سے کہیں آگے ہے
اسے میں ایک امانت سمجھ کے جیتا ہوں۔ یہ زندگی ہے کسی اور زندگی کے لیے

عزیز بلگامی نے اپنے اشعار میں شعریات سے واقفیت کا بھی ثبوت دیا ہے جو ان کے کلام کو ایک تہذیب سے ہم کنار کرتی ہے،اور اپنا ایک انفرادی شعری ماحول بھی مرتب کرتی ہے، جس میں ان کے اپنے اصول اور اقدار ہیں، جیسے:

زندگی عرصۂ محشر سے کہیں آگے ہے۔میری تدبیر مقدر سے کہیں آگے ہے
ہے سمندر کا یہی روز ازل سے رونا۔کیوں مقدر میں ہے قطرے کے سمندر ہونا

دور حاضر میں سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ ہم
دوست کے ہمراہ تھے یا اجنبی کے ساتھ تھے

عزیز نے اپنی شاعری میں حقیقت آشنائی کا ثبوت دیا ہے،اور محسوسات کو ایک نئے انداز سے بیان کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے،ان کی شاعری بامعنی ہے،اور اس کے پس پردہ،شعور وفکر کی بعض اِشاریاتی خوبیاں بھی مضمر ہیں، یہی خوبیاں مستقبل قریب میں اُنھیں مزید تازگی بخشیں گی اور ان کے کلام میں درخشاں رنگتوں کا تازہ امتزاج پا یا جائے گا۔جیسا کہ انھوں نے خود کہا ہے:

مجھے تسلیم کر لو یا مرے قائل ہی ہو جاؤ
۔مرے اقرار کی ہر سمت گنجائش کا موسم ہے

○○○

ڈاکٹر وکیل احمد رضوی
صدر شعبۂ اُردو، رام گڑھ کالج، رام گڑھ، جھارکھنڈ

عزیز بلگامی کی نعتیہ شاعری......ایک جائزہ

(شعری مجموعہ ''سکون کے لمحوں کی تازگی'' کے حوالے سے)

اِن دنوں پوری دُنیا میں مغرب پرستی عام ہوتی جارہی ہے۔ مادہ پرستانہ ذہنیت نے ہر چیز کو آمدنی اور شہرت کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ ہر شخص ایک دھارے میں بہا جارہا ہے۔ ہوا کے مخالف سمت چلنے کی نہ کسی میں ہمت ہے نہ حوصلہ۔ تھالوں کی چاندی ہے۔ سب کچھ نقد چاہیے۔ وعدۂ فردا پر نہ ایمان ہے نہ یقین۔ اِن حالات سے بھلا ادب یا شاعری اچھوتی کیوں کر رہ سکتی تھی۔ یوں بھی ادب کو عہد کا ترجمان کہا جاتا ہے۔

چڑھا ہے سر پہ ترے مادیت کا ایسا فسوں
ہے اضطراب ہی حاصل تجھے نہ چین وسکوں

لہٰذا میں پوری طرح اور بری طرح محسوس کر رہا ہوں کہ عصر حاضر کے ادب، شاعری میں کفر و اِلحاد، خدا بیزاری اور اخلاقی زوال کا ماحول برقرار ہے۔ تعمیری اخلاقی، اِصلاحی اور اِسلامی قدروں کو ادب سے نکال باہر کر دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ مغرب زدوں کا یہ حال ہے کہ ہمارے اساتذۂ فن، معلمین اور ناقدین نے اسکول سے لے کر یونیورسٹیوں کے اعلیٰ تعلیمی نصاب سے بھی اِسے آہستہ آہستہ تقریباً غائب کر دیا ہے۔ اب ادب کے نام پر حسن وعشق، عشوہ و غمزہ، ناز وادا، زُلف وکاکل، رخسار وجبیں، چشم وابرو، قد وقامت اور جسم وبدن کی بات ہوتی ہے اور ان سب کے مرکب سے مکروہ جنسیت کا معجون تیار کیا جاتا ہے۔

کیا یہ نگاہ وفکر کا دیوالیہ نہیں۔ اپنا قلم بھی سب کا ہے اِسلام کا نہیں

جب کچھ لوگ کفر والحاد کی لہریں مارتے ہوئے بے پناہ سمندر میں ہچکولے کھاتی ہوئی کشتیوں کو کھیتے ہوئے، طغیانیوں اور بھنوروں کا مقابلہ کرتے ہوئے نظر آجاتے ہیں تو ہماری نظر بھی یک لخت وہاں رُک جاتی ہے اور بے ساختہ زبان سے 'الحمدللہ' کے الفاظ کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں کے لیے دُعائیں بھی نکلتی ہیں۔ وقت کے دھارے کے خلاف چلنے والے بہ ظاہر، بادی النظر میں شاید عام لوگوں کو بے وقوف نظر آتے ہوں، لیکن نگاہِ خاص میں یہی لوگ مقصدِ حیات اور حقیقتِ دنیا سے واقف نظر آتے ہیں۔ ایسی ہی کشتی کھیتا ہوا ایک شخص عزیز بلگامی سے بالمشافہہ تو نہیں لیکن اِن کی تحریروں سے ملاقات ہوئی، جو نعتیہ غزلوں اور نظموں کی صورت میں ''سکون کے لمحوں کی تازگی'' کے نام سے کتابی شکل میں دستیاب ہے۔ کلامِ عزیز کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں ایک خاص قسم کی سنجیدگی اور پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔ اُنہوں نے اپنی شاعری سے پیامبری کا کام لیا ہے۔ جو ہمارے جذبوں کو پاک اور قلب کی تطہیر کے ساتھ ایک خاص قسم کی لذّت اور کیفیت سے آشنا کراتا ہے۔ عزیز اپنی شاعری سے سیرت نگاری، تاریخ نگاری، واقعہ نگاری اور مرقع نگاری کا کام لیتے ہیں۔ موصوف مشرقی تہذیب کے دلدادہ ہیں۔ اِن کی پوری تخلیق اِسی پر دال ہے۔ اِن کے واعظانہ، ناصحانہ اور مبلغانہ کلام میں مغربیت سے بیزاری کا اِظہار عشقِ حقیقی، حبّ رسولؐ، عقیدت، محبت اور درد کے ساتھ والہانہ پن کے عناصر ہر جگہ نمایاں ہیں۔

اُن کے حمدیہ کلام میں بھی رب کی ربوبیت، اُس کا رحم وکرم، اُس کا فیض وفضل، وحدانیت اور جملہ صفات کی جلوہ سامانیاں ہر جگہ موجود ہیں۔ بندوں کی بے چارگی، کم مائیگی اور اعترافِ نقص کو بڑے فنکارانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے:

عطا تری مری سانسوں میں کارفرما ہے۔ میں زندہ ہوں یہ تیرے فضل کا کرشمہ ہے
میں دیکھتا ہوں تو آنکھوں کا کچھ کمال نہیں۔ ترا ہی نور بصارت میں جلوہ فرما ہے

میں عبد ہوں میرے جیسوں کا کوئی حد وحساب
تو لاشریک ہے اور کون تیرے جیسا ہے

نے مالک صرف عرب کا۔ وہ پالنہار ہے سب کا
اللہ احد بھی صمد بھی۔ ہے کون مماثل رب کا
اللہ کی جانب دوڑو
اللہ کی جانب دوڑو

عزیز کی نعتیہ شاعری میں حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ جن کے توسط اور وسیلے سے ہمیں اللہ کا دین اور اِس کی پہچان ملی۔ اِس کا مرتبہ، اِس کی عظمت اور بلندی کا کیا کہنا۔ ظلم وجور کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغامِ خدا اِس کے بندوں تک پہونچایا۔ اِس کام میں کن کن دشواریوں اور مصیبتوں کو جھیلنا پڑا اِس کا شدید احساس شاعر کے کلام میں ہے:

کفرزدہ ماحول میں لمبی تان کے سونے والے ہم
کفرزدہ ماحول میں اک پل چین نہ پانے والا وہ

آپ کی سیرتِ حسنہ کو عبارت سمجھوں۔ اور قرآن کو عنوان رسولِ عربیؐ

اُمّی کا لقب لے کر اُمت کی قیادت کی
حیران ہیں ششدر ہیں قرطاس و قلم والے

جو شخص ہے دُنیا میں طلب گارِ محمد۔ کھلتے ہیں اُسی پر ہی تو اسرارِ محمد

عزیز بلگامی نے عقیدت اور عشق رسولؐ کا اِظہار کرتے ہوئے جابجا تاریخی واقعات کو شعری جامہ پہنایا ہے۔ تاریخ اِسلام اور تاریخِ اُمّت کا تھوڑا بھی علم رکھنے والا ایسے اشعار سے بے حد محظوظ ہوتا ہے:

خیر و شر کی ستیزہ کاری میں ۔شام طائف کی یاد آتی ہے

زندگی کے متعلق شاعر کا خیال ہے:

یہ کبھی ذوقِ سجدہ کی تکمیل ہے۔ اور کبھی یورشِ کربلا زندگی

جواب سنگ باری میں دُعا دی، دِل پلٹ ڈالے
سزاؤں میں کہاں تاثیر ایسی جو دُعا میں ہے

سرِ مقتل ہمیں مسرور پا کر۔ پریشاں ہوگیا قاتل ہمارا

شاعری کے پاک جذبوں میں خواہش، تڑپ اور آرزو کا اِظہار اس طرح کرتے ہیں:

مری خواہش، مری حسرت، مرا ارماں، اب بھی۔ اُن پہ اُترا ہوا قرآں مجھے ازبر ہو جایے

لوگ شعلوں کو ہوا دینے کے خواہش مند ہیں۔ نفرتوں کی آگ بھڑکی ہے بجھاتی جا ہوا

کرب کا اِظہار بھی ملاحظہ فرمایئے:

وہ اُمّت جس کے ذمّہ رہنمائی تھی زمانے کی
وہی اب غیر کی دہلیز کے آگے سوالی ہے

یزیدی قوتوں کو چھوٹ حاصل ہے زمانے میں
ترے حیدرؓ ترے حسنینؓ سے میدان خالی ہے

ہم نے سیکھا تھا زمانے نے قیادت کا سبق
آہ! اِس قوم کی کیسی ہے یہ دربدری بھی

عزیز بلگامی مسلمانوں کے موجودہ حالات کی منظر کشی اور مرقع نگاری میں بھی فن کمال رکھتے ہیں۔ وہ اچانک ہمارے سامنے حالات کے آئینے کا رُخ کچھ اِس طرح کر دیتے ہیں جس میں ہمیں اپنی کریہہ صورت نظر آنے لگتی ہے:

فقط جلسوں میں اِظہارِ عقیدت آج باقی ہے
کسے ہے یاد اب اُسوہ تمہارا یارسول اللہ

پہاڑوں کی بلندی سے بھی گر کر بچ تو سکتے تھے
نظر سے گر کے ہیں ہم پارہ پارہ یارسول اللہ

آماج گہہِ برق مرا صحنِ چمن ہے۔ پھولوں کی قبا زرد تو کلیوں پہ کفن ہے

اخبار ہے یا خوں میں نہایا ہوا کاغذ۔ کیا قتل ہی اب مشغلۂ اہلِ وطن ہے

شاعر ان تمام دگرگوں اور نامساعد حالات کے باوجود نااُمیدی کا اِظہار نہیں کرتا۔ چونکہ ناامیدی کفر ہے اور خلافِ سُنّت بھی۔ لٰہذا، وہ اپنے اشعار سے بیداری، حوصلہ افزائی اور اُمید و بیم کا کام لیتے ہیں:

خار سے گل کے رشتے ناطے گلشن کے دستور میں شامل
گرنا، اُٹھنا، اُٹھ کر چلنا یہ تو ہیں آدابِ منزل

لڑ رہا ہوں میں اندھیروں سے اُجالوں کے لیے
''تیرگی لاکھ ہو اِمکانِ سحر باقی ہے''

لوگ ڈر جاتے ہیں غم کے نام سے۔ ہم بہلتے ہیں غمِ ایّام سے

بہت گھمنڈ ہے فرعونیت کو سانپوں پر۔ تلاش کیجیے عصا دستِ موسویؑ کے لیے

شاعر مقصدِ زندگی اور حاصلِ حیات سے واقف ہے اور دُنیا کی کم مائیگی کو بخوبی جانتا ہے اور سمجھتا ہے۔ اور اِس کا اِظہار اپنے اشعار میں کچھ اِس طرح کرتا ہے:

زندگی بندگی ورنہ کیا زندگی ۔ بندگی ہی کا اک سلسلہ زندگی

اُسی کے واسطے دنیا اُسی کے واسطے عقبیٰ
عوض جنّت کے جس نے اپنے رب کو زندگی بیچی

قیامِ دیں کے لیے وقف ہے سخن میر۔ غزل کہی ہے اِسی فرضِ منصبی کے لیے

چھوٹی بڑی بحروں میں اِس قبیل کی موضوعیت اور معنویت رکھنے والے ایسے سینکڑوں اشعار ہیں، جنہیں میں نے یہاں صرف مثال کے طور پر چند ایسے اشعار کا ذکر کیا ہے، جس سے شاعر کا مطمحِ نظر واضح ہو جاتا ہے۔ ناقدینِ ادب عام طور پر ایسے شعری ادب کو واعظانہ، ناصحانہ، پروپیگنڈہ اور اشتہار بازی کہہ کر اپنی بے سمتی اور بے مقصدیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ میں اِس بات کا قطعی طور پر قائل نہیں کہ حقیقت کو سینکڑوں پردوں کے اندر رکھ کر فقط اشارے اور کنایے میں بیان کیا جایے۔ محبت اور عقیدت کا جذبہ اچانک اور بروقت ہوتا ہے۔ تبسّم اور قہقہے، غم اور اشک شوئی علامتی نہیں ہوتے۔ یہ وہ جذبے ہیں جو بس پھوٹ پڑتے ہیں۔ ایک بندے کو اللہ سے اور اُمّتی کو رسولؐ سے کس درجے کی محبت درکار ہے، یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ دراصل اسی میں دنیوی اور اخروی دونوں کامیابیاں مضمر ہیں۔ اور جس پر یہ حقیقت واضح ہوگئی وہ کامیاب ہوگیا۔ چونکہ اِنسان لاکھ اخلاقیات کے قوانین اور اُصول و ضابطے بنالے، نظریات اور اِزم بدلتے رہتے ہیں۔ جب کہ بقولِ شاعر:

برسوں فلاسفی کی چناں چنیں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

(بقیہ صفحہ 17 پر)

عبد الغفور پاریکھ

ناگپور (مہاراشٹرا)

کسر نفسی کا پیکر......عزیز بلگامی

''عزیز بلگامی''......اس نام سے تو عرصے سے واقفیت تھی۔ دینی رسالوں میں انکے تذکرے اور خصوصی طور پر انکی شاعری جو دین کے جذبات سے لبریز ہوا کرتی ہے اور دینی حمیت کی غماز ہوتی ہے نظر نواز ہوتی رہی تھی۔ عام طور سے دور حاضر میں دین پسند شعرا کا تو رخصتی کا دور ہے۔ اردو شاعری بھی فلمی گیتوں کی وجہ سے اپنی ندرت کھو رہی ہے۔ تک بندی رہ گئی ہے۔ لیکن عزیز بلگامی نامی شاعر کے کلام میں وہ بات نہیں پائی جاتی۔ ویسے بھی عام رسائل، جرائد اور اخبارات میں دین پسند شعراء کے کلام کثرت سے شائع نہیں ہوتے۔ اپنے دینی مزاج کی وجہ سے عام طور پر یہ حضرات بھی مشاعروں میں کم ہی حصہ لیتے ہیں۔ اقبال علیہ الرحمہ نے صحیح فرمایا تھا:

ہند کے شاعر وصورت گر وافسانہ نویس

آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

مگر عزیز بلگامی کا کلام اور ذہن ان زلفوں کا کبھی اسیر نہیں ہوا۔ اس حقیر کا مزاج بھی علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی وجہ سے عام شعراء سے جلد متاثر نہیں ہو پاتا۔ دراصل ہمیں اقبال علیہ الرحمہ کا تقریباً پورا کلام بانگ درا، بال جبریل، جاوید نامہ وغیرہ خود والد مرحوم حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ علیہ الرحمہ نے ہمارے بچپن میں ہی پڑھایا تھا۔ نہ صرف پڑھایا تھا بلکہ قرآن شریف کی روشنی میں اقبالؒ کے اشعار پر گاہے بہ گاہے روشنی بھی ڈالتے تھے۔ وہ تازندگی اقبال علیہ الرحمہ کی شاعری کے مداح رہے اور گاہے بہ گاہے اپنے درس قرآن اور تقاریر میں اقبالؒ کے اشعار کے حوالے بھی دیتے رہے۔ جن خواتین وحضرات نے مولانا مرحوم کے دروس سنے ہونگے وہ ہماری بات کی تائید کریں گے۔

اقبالؒ کے علاوہ غالبؔ اور حالیؔ کے بھی ہم مداح رہے۔ اپنے میمن کاروباری مزاج میں اس سے زیادہ اردو شاعری سے شغف کی گنجائش نہیں پائی ہم نے۔ لیکن عزیز بلگامی ایک ایسا نام رہا کہ ہم نے جس رسالے یا پرچے میں بھی ان کا نام اور انکے اشعار دیکھے تو ضرور پڑھے اور داد بھی خود ہی اپنے آپ کو دے لی کیونکہ مطالعہ اکثر رات کے اوقات میں تنہائی میں کرتے رہے۔ ساتھ ہی اپنے کاروبار میں عمر کا بڑا حصہ غرق رہنے کی وجہ سے ماحول میسر نہ تھا کہ کسی سے اس پر تبادلہ خیال ہو۔ عمر کی آخری اننگس کے عالم میں اور خصوصاً والد علیہ الرحمہ کی عمر کے آخری چند سالوں میں حضرتؒ کے نقوش پر رب العزت نے کچھ قدم اٹھانے کی توفیق دی اور قرآن شریف کی عربی کی کلاسیس کی ذمہ داری حضرت والد علیہ الرحمہ نے اس ناخلف پر ڈالی۔ اس درمیان رب کریم نے فارغ البالی بھی عنایت فرمادی اور اولاد نے کاروباری ذمہ داریاں اٹھالیں تو کچھ وقت اب اس طرح کی سرگرمیوں میں بھی لگنے لگا۔

سنہ ۲۰۰٦ء کی گرمیوں کا زمانہ تھا کہ شہر مدراس، حالیہ چینئی کی کلاسیز سے وابستہ دوستوں نے فون پر اطلاع دی کہ ایک صاحب بنام عزیز بلگامی قرآن شریف کی عربی کلاسیز کے کام کو قریب سے مطالعہ اور مشاہدہ کی خاطر ناگپور تشریف لانا چاہتے ہیں۔ نام تو جانا پہچانا تھا لیکن کبھی ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا تھا۔ موقع غنیمت جان کر انکی میزبانی کی درخواست کی جو انھوں نے ازراہ کرم قبول فرمالی۔ اس طرح ایک ایسی ذات سے رفاقت اور دوستی کی داغ بیل پڑی کہ اب اللہ کی ذات سے امید ہے کہ آخری سانس تک ضرور بنی رہے گی۔

پہلی بار تو عزیز بلگامی صاحب نے صرف تین دن کی شرف میزبانی بخشی۔ لیکن جو چیز ہم نے ان میں خاص طور سے پائی اسکا تذکرہ یہاں انتہائی ضروری محسوس ہوتا ہے۔ اپنے قیام کے دوران ایک بار بھی اپنا کوئی شعر یا نظم یا غزل مطلق نہیں چھیڑی۔ ہم نے آخری دن اسے نوٹ کیا اور دل میں انکی عظمت کے قائل ہوئے کہ دور حاضر کے شعراء، چاہے کوئی سنے یا نہ سنے، اپنا کلام تو دن میں تین بار ضرور سنا کر رہیں گے ورنہ مزاج عالی میں تکدر اور صحت میں فرق آجائے۔ پھر داد نہ دے پائیں تو تعلقات بگڑنے کا خدشہ بھی بنا رہے۔

درحقیقت عزیز بلگامی صاحب کلام اللہ کی خاطر ناگپور آئے تھے اور ان تمام دنوں میں اور کسی گفتگو سے پرہیز فرمایا اور کسی دوسری مصروفیت میں بھی کوئی دلچسپی نہیں لی۔ ایک آدمی کے مزاج کی سلامت روی اور سنجیدگی کے ساتھ ہدف اور مقصد کی طرف ساری توانائی کی یہ ایک بہت بڑی دلیل تھی۔ انکی وحیٔ الٰہی کی پیاس انہیں صرف اور صرف انجذ اب پر ہی قائم رکھے ہوئے تھی۔ کلام الٰہی کے کئی عشاق کی صحبت کا تجربہ رکھنے کے باوجود ہم نے ان کو ایک بالکل ہی منفرد مزاج کا حامل پایا۔ کتاب اللہ کی عظمت اور اسکے مضامین کے عمق میں اتنا استغراق تھا کہ دنیا اور مافیھا سے غافل ہر ہر سیکنڈ کو ایک ہی کام میں لگا رکھا تھا۔ انجذ اب کی یہی کیفیت اب انکے قلم سے صفحہ قرطاس پر جھلک رہی ہے اور انکے نثری قلم نے قلیل عرصے میں ہی انہیں ملک کے ایک منفرد صاحب قلم ادیب کا درجہ دلا دیا۔ فللہ الحمد علی ذالك۔

دراصل ان کے محاسن انکے رخصت ہونے کے بعد عیاں ہوئے اور شرم بھی آئی کہ اتنی بڑی شخصیت کی کماحقہ خاطر داری نہ کر سکے اور نہ ہی انکے کلام سے مستفیض ہی ہوئے۔ یہ بات دیگر ہے کہ بعد کی ملاقات نے اس کوتاہی کو دور کرنے کا موقع بھی دیا۔ پھر تو ملاقاتوں کا سلسلہ تاحال جاری ہی ہے اور یہاں ناگپور کے احباب کبھی عزیز بلگامی سے سیر نہیں ہو سکے ہیں۔ یہ قرض ان پر باقی ہے۔ ذہن اور طبیعت میں اتنی سلامت روی ہے کہ حق بات کتاب اللہ سے سمجھ میں آجانے کے بعد رجوع کی یہ کیفیت ہم نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں کہیں اور نہیں پائی۔

دراصل عرش اعظم سے نازل شدہ کلام کی چاشنی اسکی اصل زبان سے جسے حاصل ہو جائے اس کا مزاج اور ایمان دنیا و مافیھا کے دیگر دفاتر سے بہت اوپر ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت ہم نے جناب عزیز بلگامی میں کماحقہ پائی۔ اللہ ان کو مبارک کرے اور اسے ان کا سرمایہ حیات و آخرت بنادے۔ آمین۔

ہم عرض کر چکے ہیں کہ غائبانہ تعارف تو عرصے سے تھا لیکن ملاقاتوں کا سلسلہ چند سالہ ہی ہے، اس لئے انکی خانگی زندگی کے تعلق سے ہماری معلومات ہمیشہ اتنی ہی ہیں جتنی کہ ہونی چاہئے۔ اس لیے کہ کتاب اللہ کی سورۃ ۴۹ کی آیت ۱۲ یـاایھاالذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم و لا تجسسوا--- پر عمل کرتے ہوئے کسی کی خانگی زندگی میں جھانکنے کی عادت نہیں بنی اور نہ ہی کسی کے ماضی کو جاننے کی۔ بلگام دراصل مہاراشٹر کی سرحد پر ہی واقع ہے اس لیے انکی زبان، مزاج اور قلم میں بھی جنوبی ہند کے اوصاف کم ہی ہیں۔ لیکن ہمیں دیگر ذرائع سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ بلگام اور بنگلور میں اونچے عہدے پر فائز ہونے کے باوجود رضائے الٰہی کے تحت احکام الٰہی کی فرمانبرداری میں عہدے کی قربانی بھی پیش کر دی۔ یہ بات بھی انہوں نے ہمیں نہیں بتائی بلکہ مشترکہ دوستوں کے ذریعے سے ہی ہمارے علم میں آئی۔ کسر نفسی کی یہ مثالیں دورِ حاضر میں عنقا ہیں، ورنہ عام طور پر بقول قرآن شریف، انسان تو ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا--- کی کیفیت سے ہی دوچار ہوا کرتا ہے۔ اپنے ہی نفس کی خواہشات کی آبیاری کرتے رہتا ہے۔ اور کبھی کبھی اپنے دامن کی پاکیزگی کو فرشتوں کے وضو کے برابر بھی قرار دے لیتا ہے۔

دراصل کتاب اللہ میں کسی نظریہ کے تحت داخل ہونا اور خالی الذہن ہو کر اسکے مضامین کو اپنی روح میں جذب کر کے اپنے کردار سے نمونہ پیش کرنے میں بڑا فرق ہے۔ کتاب اللہ کا یہ ایک معجزہ ہے کہ انسان جس نظریہ کو لیکر اس میں داخل ہوگا، بہر حال اسکی آیتوں کی اپنی تاویل برآمد کر لے گا۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ انسان کا نظریہ قرآنی بنے اور ایمان، اعمال اور کردار بھی اسی سانچے میں ڈھلتے چلے جائیں۔ قرون اولیٰ کی یہی شان رہی جو بعد کے دور میں معدوم ہوتی چلی گئی۔ اب تو ہر فرقہ اور ہر نظریہ اپنے مقصد کی تائید میں قرآن شریف سے آیتیں برآمد کر کے پیش کرتا رہتا ہے اور اُمت کا اختلاف و انتشار اور بھی گہرا ہوتا جاتا ہے۔ شاید دنیا کی تاریخ میں کسی دور میں بھی اسکی مثال ملنی مشکل ہے کہ کتاب اللہ اپنی اصل زبان میں تو موجود رہے اور اسکے حاملین اتنے متضاد، اتنے منتشر، اتنی مختلف رائے اور قطبی فاصلے کے حامل رہے ہوں۔ قرآن شریف نے اس پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ و نسوا حظا مما ذکروا بہ ۔

ہم عزیز بلگامی صاحب کی صحت، انکے ایمانی جذبے، انکے قرآنی عمق اور انکے ایمان پر اختتام کی دُعا کرتے ہوئے اسی دُعا کو تمام مؤمنین اور مؤمنات کیلئے بھی وسعت دیتے ہوئے معافی کے خواستگار ہیں کہ ہماری تحریر محترم عزیز بلگامی کی ذات وصفات، کمالات اور خدمات کا احاطہ نہیں کر سکی۔ شاید اس میں ہماری اپنی ہی کوتاہی ہو سکتی ہے۔

ooo

ڈاکٹر قمرالزماں
SBI MTPS,DVC Colony
Bankura-722183(W.B)

ایک غزل

کوئی کسی سے بیر نہ کوئی ہے ارتباط
ایسے گزر رہا ہے ابھی دورِ انحطاط

جُل دے گیا ہمیں کہ جو تھا آدمی شریف
ہم آگے میل جول میں برتیں گے احتیاط

کہنے کو بے ضروری بھی رکھنا تعلقات
لیکن ضرر رساں بھی ہے آپس میں اختلاط

جادو نہ کردیا ہو نشیلی نگاہ نے
ظاہر ہے چہرے سے جو ترے فرطِ انبساط

پل بھر میں ایک شعلہ ہے پل بھر میں جل کے راکھ
دنیا میں آدمی کی زماں ہے یہی بساط

نوٹ: نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ ڈاکٹر قمرالزماں صاحب گزشتہ ۴ جولائی کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ڈاکٹر وحید انجم
گلبرگہ (کرناٹک)

انٹرنیٹ کا آدمی......عزیز بلگامی

کڑچی اِن دنوں بلگام کا ایک چھوٹا سا تعلقہ ہے۔کبھی یہ شہر دینی اور روحانی مرکز ہوا کرتا تھا۔تاہم آج بھی اسکی روحانی اہمیت مسلمہ ہے۔کڑچی حضرت شیخ شاہ سراج الدین جنیدیؒ قدس سرہ (شیخ دکن گلبرگہ) کا مامن ہے۔آج بھی جنیدیہ سلسلے کے لوگ اس شہر میں آباد ہیں۔عزیز الدین کی ولادت کڑچی میں اور تعلیم وتربیت بلگام میں ہوئی۔جہاں انہوں نے اپنا بچپن اور نوعمری کا زمانہ گذارا۔ابتدائی دور میں مکتے دار حضرت، جناب صمد خانہ پوری، سید نورالدین نور قادری اور عطاء الرحمٰن عطا ہبلوی جیسے اساتذہ کی حوصلہ افزائی، محبت اور رہنمائی نے انہیں شاعر بنادیا۔اور زندگی کی ناہموار وکٹھن راہوں پر پروقار وثابت قدم رہ کر چلنا سکھایا۔آج عزیز الدین نے عزیز بلگامی کے نام سے سارے عالم میں شہرت حاصل کرلی ہے۔

عزیز صاحب بچپن ہی سے نغمگی مزاج کے حامل رہے۔زمانہ طالب علمی میں بانسری بجایا کرتے تھے۔موصوف نے جس کسی بھی فن کی طرف توجہ کی اس میں مہارت حاصل کی۔اللہ نے انہیں رسیلی آواز دی ہے۔خوش گلو شاعر کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔غزل ہو یا نعت ایسے ترنم کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ سماں بندھ جاتا ہے اور محفل پر سکوت طاری ہوجاتا ہے۔موصوف کی خصوصیت یہ ہے کہ بے تکان پڑھتے ہیں۔بہت سی محفلوں میں آپ کو تنہا بھی سنا جاتا ہے۔ہندوستان کے کئی مقامات پر "عزیز نائٹ" کا اہتمام بھی ہوتا رہتا ہے۔کسی مشاعرے میں انہیں سننے کے بعد دوسرا مشاعرہ انکے بغیر پھیکا پھیکا سا لگتا ہے۔

تقریباً **32,30** سال قبل کی بات ہے، یادگیر کے ایک کل ہند مشاعرے میں عزیز صاحب اور راقم الحروف دونوں مدعو تھے۔ان سے پہلی ملاقات کا نقشہ اب تک ذہن میں محفوظ ہے۔قد بوٹا، کلین شیو، سانولا رنگ، ناک چھوٹی مگر سیدھی اور اونچی، چہرے کے خدوخال پرکشش، صحت قابل رشک اور خوش گفتاری......
بہ یک وقت کلاسکی اور جدید ادب سے اس قدر گہرا انسلاک کہ سننے والے حیرت زدہ رہ جائیں۔موصوف نے دو نعتیں اور کچھ غزلیں وہاں پیش کی تھیں۔ان کی نعت کے کئی اشعار برسوں اہل یادگیر کے ذہنوں میں گونجتے رہے:

فرقہ فرقہ، مسلک مسلک میں بٹ جانے والے ہم
واعتصموا بحبل اللہ......کا درس سنانے والا وہؐ

رحم وکرم کی بھیک پہ اپنی عمر گنوانے والے ہم
مظلوموں کی اخلاقی تنظیم اُٹھانے والا وہؐ

مشاعرے کے بعد یادگیر سے گلبرگہ تک کا سفر ہم دونوں نے انتہائی خوشگوار ماحول میں طے کیا تھا۔مختلف موضوعات پر ہماری گفتگو رہی۔عزیز بلگامی ایک دردمند حساس انسان ہیں۔ان کا ملنا مبنی برخلوص تھا۔رسمی ہرگز نہیں۔صاف دل، صاف گو، انا پسند نہیں بلکہ خوددار، کھلے دل کے مالک عزیز بلگامی سے ہم نے عمر بھر دوستی اور رفاقت کا رشتہ قائم کرلیا۔

یقیناً وہ دور سنہرا رہا ہوگا جب عزیز بلگامی بینک مینیجر ہوا کرتے تھے۔ دوران ملازمت عزیز بلگامی کی انگریزی دانی اور جامہ زیبی کے چرچے تھے۔انتہائی خلیق اور سنجیدہ انسان چہرے پر نرمی وملائمت ہوتی۔مگر بعض باتوں سے چہرے پر تناؤ آجاتا تھا۔پھر غصہ پی جاتے۔ادھر پچھلے پندرہ بیس برسوں میں ہم نے دیکھا کہ اسلامی نظریات کے حامل، حساس، مسلم بنک ملازمین نے رضاکارانہ طور پر ملازمت سے سبکدوشی حاصل کی ہے۔ان ملازمین کو اندر ہی اندر یہ بات کھلتی رہتی کہ ہم راست یا بلاراست سودی کاروبار میں ملوث ہیں جو غیر اسلامی ہے۔اسی احساس سے کئی حساس مسلم بنک ملازمین نے نوکری ترک کردی۔ان میں سے عزیز بلگامی بھی ایک ہیں۔موصوف نے خالی اوقات میں خود کو مصروف رکھا۔کمپیوٹر سیکھا۔ایم اے کیا، ایم فل کیا۔ ہندوستان بھر میں بلاناغہ مشاعروں میں شرکت کی۔اخبارات کے لیے مسلسل آرٹیکل لکھتے رہے اور عزم اکیڈیمی پبلی کیشنز ہاؤز قائم کیا۔احباب کی کتابیں اغلاط سے پاک آدھی قیمت پر چھاپے۔کمپوزنگ اور پروف ریڈینگ پر زیادہ توجہ کرتے۔احباب اور اردو ادب کی خدمت سے موصوف سکون محسوس کرتے۔

عزیز بھائی نے اپنے عزم واستقلال اور استقامت و مستقل مزاجی سے ناموافق حالات میں بھی اپنے لیے راہیں تلاش کیں۔اور مردانہ وار آگے بڑھتے رہے۔عزیز صاحب سے مل کر میں نے محسوس کیا کہ تاحال بنگلور کے لوگوں کے مزاج سے ان کا مزاج ہم آہنگ نہیں ہو پایا۔اور مفاہمت بھی ممکن نہیں ہوئی۔کیونکہ موصوف قلندرانہ صفت آدمی واقع ہوئے ہیں۔

عزیز بلگامی سے ایک مدت بعد دوردرشن بنگلور میں ملاقات ہوئی۔آواز

میں مسرت کا لہرا تھا۔ بے ساختہ مجھ سے لپٹ گئے۔ میں نے محسوس کیا کہ جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے۔ آدمی تنہا ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ آخر عمر میں نئی دوستیاں ممکن نہیں۔ عزیز بھائی نے بتایا: ''آجکل وہ دوردرشن بنگلور کے انٹرویو پینل سے جڑے ہوئے ہیں اور اُنہوں نے کئی نامور شاعر اور ادیب کے علاوہ سماج کی اہم شخصیات سے انٹرویو کئے ہیں اور آج وہ ہمارا انٹرویو بھی وہی لیں گے۔ آپ کا یہ انٹرویو آپ کی 30 سالہ شعری ادبی و تدریسی خدمات کے احاطے کیلئے کیا جارہا ہے۔'' موصوف نے ایک پتے کی بات یہ بتائی کہ ''آپ جواب جتنے مختصر دیں گے میں سوال اتنے ہی زیادہ کرسکونگا۔''

عزیز صاحب کی جسامت میں تبدیلی آگئی تھی۔ چہرہ باریش ہوگیا تھا۔ بال سفید مگر سلیقے سے جمے ہوئے۔ لباس خوش رنگ، جسم فربہ، مگر خیالات، ونظریات تقریباً وہی تھے۔ موصوف کے انداز گفتگو اور چہرے سے مجھے بے ساختہ ہندی فلموں کے کیریکٹر ایکٹر من موہن کرشن جی یاد آئے۔ اور اپنے بچپن کا زمانہ بھی۔ 1962ء میں ریڈیو سیلون کیلئے من موہن کرشن جی بمبئی میں بچوں کیلئے ایک پروگرام ''کیڈ بریز پھلواری'' کے نام سے ریکارڈ کیا کرتے تھے۔ جس میں 8 تا 12 سال کے بچے فلمی گانے پیش کیا کرتے جس کے اینکر من موہن صاحب ہوا کرتے۔ میں نے اس پروگرام میں فلم ''آس کا پنچھی'' کا ایک گیت گایا تھا۔ یہ پروگرام بروز ہفتہ رات آٹھ بجے ریڈیو سیلون سے پیش ہوا کرتا تھا۔ دوردرشن پر عزیز صاحب کو دیکھ کر مجھے من موہن کرشن اور اپنا بچپن بے ساختہ یاد آگیا۔ انٹرویو میں سوالات کے دوران میں نے محسوس کیا کہ ایک ہی شخصیت میں خشک تحقیقی مباحث سے گہرا میلان اور عمدہ شعری ذوق، سلیقہ وقرینہ میں نے پایا۔ مجھے محسوس ہوا کہ یہ پستہ قد آدمی اپنے اندر ایک کائنات لیے بیٹھا ہے۔

میں جب بھی بنگلور جاتا۔ موصوف خوش دلی اور کمال مسرت سے خوش آمدید کہتے۔ خیر خیریت اور ناشتے کے بعد مجھے کمپیوٹر پر بٹھا دیتے۔ بہ ذریعہ انٹرنیٹ دنیا بھر کے ادب دوستوں سے میرا تعارف کراتے۔ ان کا چہرہ بچوں کی طرح کھل اٹھتا۔ پھر انٹرنیٹ پر اپنی کوئی غزل دکھاتے۔ جس پر دنیا بھر کے لوگوں کے تبصرے نظر آتے۔ ہندوستان، پاکستان، ایران، جاپان، ٹوکیو، جدہ، شکاگو، آسٹریلیا، جرمنی، بنگلہ دیش، لندن، کینڈا اور دیگر کئی ممالک کے افراد کا تبصرہ بھی ان کی غزلوں پر موجود ہوتا۔ اس عمل سے موصوف کی آنکھوں میں چمک ابھرتی، گردن تن جاتی، آواز بدل جاتی اور میں سمجھ نہیں پاتا کہ یہ بے غرض خودنمائی ہے یا انتہا درجے کی سادگی......؟۔

انٹرنیٹ سے پہلے کس کی شائع شدہ تخلیق پر تبصرہ پڑھنے کیلئے ماہ دو ماہ لگ جاتے۔ آج، اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے والا معاملہ ہوگیا ہے۔ آج دنیا سمٹ کر مٹھی میں آگئی ہے۔ عزیز بلگامی کسی بھی فن پارے پر بے باک' بے خوف' بے لاگ تبصرہ کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ انکی حق گوئی کی ضرب کس پر پڑ رہی ہے۔ عزیز بھائی مجھ سے اکثر کہتے ہمارے علاقے کے اردو قلمکار اگر انٹرنیٹ سے جڑ جائیں تو سارے عالم میں اپنی پہچان بنا سکتے ہیں۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوتے: ''وحید بھائی آپ انٹرنیٹ سے جڑ جایئے اس کا لطف نرالا ہے۔ اس سے آدمی کو منٹوں میں شہرت مل جاتی ہے۔ نئے دوستوں سے گفتگو کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔'' ان کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔ مخاطب کی جانب داد طلب نظروں سے دیکھنے لگتے۔ میں نے کہا: ''عزیز بھائی میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں آپ بلا شک وشبہ ''انٹرنیٹ کے آدمی'' ہیں۔'' موصوف نے ہلکا سا قہقہہ لگا دیتے۔

عزیز صاحب سچے کھرے اور بے باک انسان ہیں۔ انکا مزاج عملی اور تحقیقی ہے، ان سے گفتگو کر کے دل کو خوشی کا احساس ہوتا ہے کہ کبھی کبھار اچھے لوگوں کے متعلق اظہار حقیقت بھی تعریف وخوشامد معلوم ہونے لگتی ہے۔ موصوف نے یم فل کرنے کے بعد اس ڈگری کا استعمال کیا۔ شکاری پور (شیموگہ) کے زبیدہ پری یونیورسٹی کالج میں پرنسپل کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ مگر خدمات کا یہ سلسلہ زیادہ عرصے تک جاری نہیں رہ سکا۔ واپس بنگلور آئے۔ موصوف کی طبیعت سیلانی ہے۔ انکے مزاج میں ایک عجیب سی بے قراری لگتی ہے۔ یہ میرا ذاتی تجزیہ ہے ایک عرصے تک جماعت اسلامی سے منسلک رہے۔ پھر علیحدگی اختیار کرلی۔ دنیا مختلف الخیال لوگوں کی آماجگاہ ہے۔ آدمی اسی شخص کے ساتھ زیادہ دیر اور دور تک چل سکتا ہے۔ جو اسکا ہم خیال اور ہم مزاج ہو۔

عزیز صاحب سے ملاقات بہت کم ہوتی ہے، مگر موبائل پر برابر ربط رہتا ہے۔ دن اور رات کی کوئی قید نہیں کبھی مختصر اور کبھی طویل گفتگو ہوا کرتی ہے۔ اہم مسائل پر تبادلہ خیال ہوتا ہے۔ نجی گفتگو ہوتی ہے اور کبھی ادبی...... اکثر قومی موضوعات پر گفتگو کیا کرتے۔ عزیز صاحب نے کبھی حقائق بیانی سے روگردانی نہیں کی۔ ان کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ شکوے اور شکایت کی تہذیب کے بجائے شکریے کی تہذیب کو پروان چڑھایا ہے۔ لوگوں سے ان کے روابط ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔ دوسروں کی خوبیوں کے اعتراف میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے۔

عزیز بھائی بے انتہا مخلص انسان ہیں۔ بنگلور پہنچ کر انہیں فون کریں تو آر۔ ٹی نگر کے پولیس اسٹیشن تک آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ پولیس اسٹیشن کے قریب موصوف یا ان کے صاحبزادے بائیک لئے منتظر ہوتے۔ یہاں سے گھر تک سفر انکے ہمراہ طے ہوتا ہے۔ مہمانوں کے لئے عموماً طعام کا انتظام ہوا کرتا ہے۔ کبھی کبھار اپنے دوست احباب کے پاس بھی مہمانوں کی دعوت کا انتظام کرواتے ہیں۔ مجھے ایک دو دفعہ اسطرح کی دعوتوں میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے۔ دعوتوں کے بعد عموماً محفل شعر بھی منعقد ہوا کرتی ہے۔ رات دیر گئے تک ایک سماں بندھا رہتا۔ شعر وسخن سے دلچسپی رکھنے والے ایسی محفلوں سے محظوظ ہوا کرتے ہیں۔

عزیز صاحب بے انتہا معروف آدمی ہیں خود کو کسی نہ کسی کام سے جوڑے رکھتے ہیں۔ اسلامی طرز زندگی انہیں عزیز ہے۔ کسب حلال، طہارت ونظافت انکا وتیرہ رہا ہے۔ موصوف نظم ونسق کے پابند رہے ہیں۔ انکے کئی صوتی کیسٹ ریلیز ہوچکے ہیں۔ مگر کیسٹ ''دعا ہے ہمارے پاس'' کو عالمی شہرت حاصل ہوئی۔ بلا شبہ عزیز بلگامی انٹرنیٹ کے آدمی ہیں۔

ooo

نقشبند قمر نقوی بخاری
شہر ٹلسا، ریاست اوکلاہوما، امریکہ

نغموں کی تازگی

اُردو ادب کا عصرِ حاضر شعر و سخن کی افراط کے پیشِ نظر، شاعری کا دور کہا جا سکتا ہے۔ برصغیر میں شعرا کی کثرتِ تعداد کے پیشِ نظر رسائل تو غزلیات سے مملو ہوتے ہی ہیں، لیکن شائع ہونے والے مجموعاتِ کلام کی تعداد بھی کم نہیں۔ اِس سے جہاں شعرا کے عمومی مالی اِستحکام کا علم ہوتا ہے، وہیں محفل شعر و سخن میں روشن ہونے والے ضوفشاں چراغوں سے خیالات و احساسات کے تنوّع کے پیشِ نظر علوئے فکر کی روشنی درخشاں تر ہوتی جاتی ہے۔

نظم کو نثر پر فوقیت اِس لیے بھی حاصل ہے، کہ یہ فکر و شعور کو متاثر کرنے کی صفت رکھتی ہے۔ یہی سبب ہے، سب سے پہلی دینی کتاب اللہ تعالیٰ سبحانہ نے نظم کی شکل میں ہی نازل فرمائی، حضرت داؤد علیہ السلام جب ''زبور'' کی نظم لحن داؤدی میں پڑھتے تھے تو اِس کے مفاہیم کے علاوہ اِس کی غنائی کیفیت، وسیع حلقۂ مخلوق کو ایک نغماتی طلسم میں مسحور کر لیتی تھی۔

نظم یا شعر کی اہم ترین صفت اس کا علوئے فکر ہے۔ الفاظ کی مناسبت اور مفہوم کی خوبی، اسی وقت جمیل ہوتی ہے، جب شعر میں ادائے فکر یہ اور اندازِ ترسیل شامل ہو۔

عزیز بلگامی، موجودہ دور کے مجمع الشعرا میں ایک منفرد اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اِن کی شعری کاوشات میں جو بے ساختگی اور ارتکاز ہے، اِس میں ایک تازگی پائی جاتی ہے، اور اِس کے لیے اِن کے علمی پس منظر، وسعتِ مطالعہ اور تہذیبی رجحانات کا عنصر نمایاں ہے۔

انھوں نے اپنے کلام میں اوصاف بیان پیدا کرنے کے لیے جو ماحولِ شعری تخلیق کیا ہے، اِس میں لطافت کے ساتھ سادگی، اور قدیم و جدید کیفیات کا ایک دلکش اِمتزاج ہے:

جیسے پہاڑیوں پہ ہو جھرنوں کی تازگی
تخلیق کاریوں میں ہو لہجوں کی تازگی

ظاہر ہے، عزیز بلگامی، خود آگاہی کے اِس حلقے میں ہیں، جہاں وہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے پوری طرح کام لیتے ہیں۔

موجودہ عصر شعر و سخن کے کسی ایک نہج پر مجتمع نہیں ہو سکا ہے۔ یہی سبب ہے کہ شعرا کے کلام میں اِقدار کی پامالی زیادہ نمایاں ہے، جس میں ادراک کی کوتاہی اور خارجیت معلوم ہوتی ہے۔ غالباً یہ شعر و سخن کا ایک پر آشوب دور ہے، جہاں کچھ شعرا نے شاعری کو اس مقام پر پہونچانے کی کوشش کی ہے جہاں ایک سڑک کے کنارے مداری ڈگڈگی بجا کر ''عوامی'' گیت گاتا ہے، جس کی زبان فصاحت ناآشنا اور مفہوم کبھی فحش، کبھی مبتذل ہوتا ہے۔ باقی لوگ، جدت طرازی کے تعاقب میں سرگرداں ہیں۔

عزیز بلگامی نے اِس عہد کی زبان کو اپنے قرینے اور سلیقے سے آراستہ کر کے، ایسا اسلوب اختیار کیا ہے، جس میں سادگی بڑھ کر سہل ممتنع کے کنارے تک آ گئی ہے:

مجھ کو خود اپنے ہی بل پر کام کرنا آ گیا۔ پیٹھ پر تھے ثبت میری ہمت افزائی کے داغ
بے فیض ہوں ابھی مری خواہش کا کیا ہوا۔ اے محسنو! تمھاری نوازش کا کیا ہوا

انھوں نے زندگی کو زندگی سمجھ کر دیکھا اور اپنے مشاہدات کو سلیقے سے شعر کی شکل دیدی ہے، یہی سبب ہے کہ اِن کے کلام میں مشاہداتی شعور کی جھلک نظر آتی ہے، جو ابھی مکمل جلوہ گر بھی نہیں اور مستور بھی نہیں۔ یہ کیفیت بھی اُنھیں مزید تجربات کی طرف متوجہ کر سکتی ہے، اُنھوں نے خود ہی کہا ہے:

دِلوں کا درد ذہنوں کا اُجالا بن کے پھیلے گا
یہ خامے کی چبھن، قرطاس کی تابش کا موسم ہے

اُنھوں نے جمالیاتی تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اِن کے اشعار کے لہجے میں احتجاج کا عنصر کم ہے، حقائق کی طرف توجہ زیادہ ہے، اور اُنھیں حقائق سے اُنھوں نے نتائج بھی اخذ کئے ہیں۔ ان کی شاعری تخلیقی ہے۔ داخلی کیفیات کا مجموعہ ہے۔ خارج سے بحث کم اور خارجی اثرات سے اِستفادہ بھی نہیں ہے۔

اِن کے اشعار میں تجربے اور مشاہدے کے عناصر بھی نظر آتے ہیں، جو اِن کے کلام کو زیادہ قابلِ توجہ قرار دیتے ہیں:

یہ الگ بات کہ چلتے ہیں ترے ساتھ مگر، ہم نشینی بھی گوارا نہیں، ہم سفری بھی

(بقیہ صفحہ 20 پر)

غلام ربانی فدآ
مدیراعلیٰ جہان نعت ہیرور

اسلامی اقدار کا شاعر: عزیز بلگامی

جن کو تم شعر و سخن کی کہکشاں کہتے رہے
اصل میں قرطاس پر تھے، خامہ فرسائی کے داغ

مذکورہ بالا شعر عزیز بلگامی کا ہے مگر عزیز بلگامی کے خیال سے میں متفق نہیں ہوں، کیونکہ داغ تو ان کے لیے ہو سکتے ہیں مگر ان کا لکھا ہوا ہر لفظ مجھ کو روشن اجالوں سے عبارت نظر آتا ہے۔ عزیز بلگامی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ مشاعرے، اخبارات و رسائل سے لے کر انٹرنیٹ تک ان کی چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ عزیز بلگامی کے یہاں اسلامی اقدار کی پاسداری مقصد اولیں ہے۔ گو کہ عزیز بلگامی نے خال خال عاشقانہ شاعری بھی کی ہے۔ اس کی خصوصیت اول تو یہ ہے کہ شاعر کا احساس جمال نہایت تیز اور شدید ہے۔ انگریزی رومانی شاعر کیٹس (KEATS) نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ ''ایک ادنیٰ مخفی اور ہلکا سا بھی احساس جمال میرے جسم کی رگ رگ میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے''۔ عزیز بلگامی کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے مگر اس ہیجان میں سنبھلی ہوئی کیفیت نظر آتی ہے اور اس کے اظہار میں رکھ رکھاؤ موجود ہے۔ قد و گیسو کی قیامت خیزیوں، لب و رخسار کی حلاوت اور چشم و ابرو کی فتنہ انگیزیوں کا ذکر اوّل تو ہے نہیں اور اگر ہے بھی تو اِس میں عامیانہ پن نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کے عشقیہ اشعار میں مریضانہ کیفیت بھی نہیں ہے۔ ہمارے اکثر شعرا غزلوں میں اس امر کا اعادہ کرتے رہتے ہیں کہ عاشق مجبور محض، ناکام اور غم آلام میں محصور ہوتا ہے۔ محبوب کو ستم پیشہ، کج رو، بد دماغ اور تغافل شعار کہا جاتا ہے۔ لیکن عزیز کے کلام میں عاشق کی دوری و مجبوری اس کی حیات کا تقاضہ ہے، محبوب کی ستم نوازشوں کا نتیجہ نہیں۔ اس عالم جدائی میں عزیز محبوب کی تغافل شعار طبیعت کا رونا نہیں روتے، بلکہ جذب و کیف، سرور و انبساط میں ڈوب جاتے ہیں۔ اس طرح قاری کی طبیعت پر بجائے افسردگی کے شگفتگی طاری ہو جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ ان شعروں میں عاشق کا رول ایک غیرت مند اور خوددار انسان کا کردار ہے۔ وہ در محبوب پر ناصیہ فرسائی نہیں کرتا اور محبوب ستم شعار ہوتے ہوئے بھی باوقار ہے، بے وفا اور ہرجائی نہیں۔ اِن کی تمام تر عشقیہ شاعری میں ضمناً بھی کہیں کسی ''رقیب'' کا ذکر نہیں ملتا اور ہو بھی نہیں سکتا، ظاہر ہے یہ ایک اسلامی اقدار کے پاسدار شاعر کی عشقیہ شاعری ہے۔ اس سلسلہ میں آخری نکتہ یہ ہے کہ اِن کے اس نوع کے شعروں پر مشتمل غزلوں کا محبوب ایک تصوراتی یا مثالی محبوب ہے جس کے حسن و جمال کو آب و رنگ، عشق نے بخشا ہے، اس کی تائید عزیز کے اس شعر سے ہوتی ہے:

مرے اشعار میں کچھ زخم مہکتے ہیں عزیز
یہ سبب ہے کہ مرے فن پہ بہار آئی ہے

معدودے چند عشقیہ اشعار کے اِس تذکرے کے بعد عزیز کی اُن غزلیات کی طرف توجہ کرتے ہیں جو اصلاً اُن کی فکر و نظر کا محور رہی ہیں، جن کو خالص سماجی و سیاسی صورت حال سے سروکار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عزیز جیسے طبعاً حساس شاعر اپنے اردگرد کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ عزیز کے ان اشعار میں جن کا تعلق اخلاقی و سماجی اقدار کی پامالی سے یا سیاسی زبوں حالی سے ہے، لہجے کی تندی، احتجاج، چیخ پکار، گھن گرج، یا نعرہ بازی یا سوقیانہ بلند آہنگی نہیں ہے، بلکہ ان میں جرأتِ اظہار کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ سلگنے کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ ان اشعار میں اپنے موقف یا ردِ عمل کا اظہار شاعر نے سلیقہ مندی سے کیا ہے، جس طرح ایک نہایت ہلکا سا رنگ کسی تصویر میں چمک پیدا کر دیتا ہے، اسی طرح چند علامات کے استعمال سے شاعر نے معنی آفرینی کا کام کیا ہے اور چند اشارے صورت حال کی افراتفری، زمانے کے پیچ و خم اور وقت کے نشیب و فراز کی تصویر واضح طور پر نمایاں کر دیتے ہیں۔ یہ علامات ہیں: باغباں، گلشن، آشیاں، صیاد، گل تر، شمع محفل، قفس وغیرہ۔ مادر وطن کی ترقی اور اس کی مادی، تہذیبی اور معاشی خوشحالی کے فروغ میں ہندوستان کی مختلف قوموں اور نسلوں کی جو قربانیاں شامل ہیں ان میں مسلمانوں کی قربانیوں کو جس طرح یکسر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے، اس حقیقت کے اظہار میں شاعر کا لہجہ کرب انگیز بن جاتا ہے اور اُن کا تیور طنزیہ چاشنی سے بھرپور نظر آتا ہے:

کیوں کر مزاج صبح کو سب کے بدل گیے۔ اطوار محسنوں کے تو کل رات ٹھیک تھے

معاشرے میں موجود نفاق و افتراق کے درمیان فرد کی بے بسی، انحطاط پذیر سوسائیٹی کی ابتری و بدحالی اور آئے دن برپا ہونے والے فرقہ وارنہ فسادات کی

ہلاکت خیزی کا عکس اس شعر میں دیکھئے:

ایک حسینہ ہے، تشدّد جسے کہتے ہیں عزیزؔ
گرم رکھتی ہے، بہت اہلِ وطن کا پہلو

جہاں طاقتور کی برتری وبالادستی کی اساس محض کسی دوسرے کی کمزوری اور خستہ حالی پر استوار ہوتی ہو، اخلاقی اقدار کے زوال کے ایسے ایک نمونے کا عکس اس شعر میں ملاحظہ ہو:

''قوم زندہ ہے'' یہ کہتے نہیں تھکتے تم لوگ
کیوں یہ تصویر بنی پھرتی ہے مجبوری کی!

اسی زوال پذیر معاشرے کی پیداوار ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو ذمہ دارانہ مناصب پر فائز رہتے ہوئے بھی ریاکاری اور منافقت کا پیکر بن جاتے ہیں:

متولیوں کو کس کی نظر لگ گئی عزیزؔ. اب تک تو مسجدوں کے حسابات ٹھیک تھے

اشتراکیت کی یلغار نے دنیا کے سیاسی استحکام اور معاشی نظام کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے۔ آج یہی اشتراکیت پارہ پارہ ہے۔ اس کے برعکس المیہ یہ ہے کہ خالص روحانی نظام بھی ملک، معاشرے اور افراد کی ترقی کا ضامن نہیں بن سکا ہے۔ ایک اِلٰہی نظام کو یکسر نظر انداز کر کے شخصیت کی نشو نما ہو سکتی ہے نہ معاشرے کی۔ انسان کے متنوع مسائل کا واحد حل صرف اسلامی نظام میں ہے جو...... مادہ اور روح...... دونوں کے امتزاج میں توازن واعتدال کو ترجیح دیتا ہے۔ اور نمونہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس خیال کے اظہار کے لیے درج ذیل شعر غیر معمولی بصیرت اور دروں بینی کا ذریعہ بن گیا ہے:

اپنے خاموش سمندر میں بھنور پیدا کر۔ سیپیاں خالی نہ رہ جائیں گُہر پیدا کر

کائنات کے ذرّے ذرّے میں چونکہ عشق سرایت کئے ہوئے ہے چنانچہ انسانی نفوس کی اکملیت کا انحصار اِسی فطری عشق میں مضمر ہے، یہ عشق روحانی کی صورت میں متجلی رہتا ہے۔ لیکن درمیان میں جب ہوس کی منزل آجاتی ہے، جو حسن کا ایک تجسیمی تصور ہے تو یہی مقام ہوتا ہے جہاں عاشق کی نظر صرف قد و گیسو اور لب و رخسار تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ پھر یہی ہوس جل کر عشقِ روحانی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس کا پہلا زینہ ہوتا ہے:

تلاش کُوچۂ جاناں کی چھوڑ دی میں نے
دماغ و دِل میں چمکنے لگی ہے حق کی کِرن
ذہن تھا سوچ میں جذبات ہوں پیدا کیسے
دفعتاً آئی صدا، دِل میں اُتر، پیدا کر
ابھی چشمِ کرم کی آرزو ہے سیر چشموں کو
ہو ممکن تو ہوس کے داغ دھو لو، کیا تماشا ہے

تمام اشعار میں مذہبی عقیدے کی سختی ہے، نہ بوجھل صوفیانہ مصطلحات کی فراوانی۔ یہ اشعار ایک اسلامی مبلغ کی سادگی، انسان دوستی اور حقیقت شناسی کے پرتو ہیں۔ غزلوں میں بدیع وبیان کا تصنع ہے، نہ ملمع کاری۔ نمود و نمائش اور الفاظ و تراکیب کے طمطراق سے دور دور کا واسطہ نہیں۔ ایک قلب بے ریا کی طرح یہ اشعار بھی سادہ و سلیس الفاظ مگر لطیف احساسات سے مملو ہیں۔ تلمیحات کا استعمال کم سے کم ہے۔ مفرس معرب الفاظ کے استعمال سے حتی الامکان گریز کیا گیا ہے۔ مشکل اور پیچیدہ تراکیب کی ترکیب سازی سے شاعر کی قوت ایجاد اور ذہنی اختراع کا پتہ چلتا ہے۔ مگر ان کے استعمال کی کثرت سے شعر کی لطافت مجروح ہوتی ہے۔ اس حقیقت سے عزیزؔ صاحب خوب واقف ہیں۔ ترکیب سازی کلام عزیزؔ میں ایک وسیلہ ہے ترسیل وابلاغ کا، کلام میں گل بوٹے بنانے کا نہیں۔ اسی لیے کلام میں سہل ممتنع کے اشعار بیش از بیش ہیں اور یہ شاعر کی فنکارانہ ہنرمندیوں پر دال ہیں۔ اسی طرح تشبیہات واستعارات سے بھی کلام کو نہیں سجایا گیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ صنعت تضاد سے کام لیا گیا ہے۔ تمام اشعار میں آرائش اظہار کے لیے کوئی شعوری کوشش نظر نہیں آتی۔ ان تمام غزلوں کے مطالعہ کے بعد یہ بات پورے اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ شاعری خشک ہے نہ محض قافیہ پیمائی۔ اس کی وجہ صاف ہے۔ عزیزؔ پر وجد اور سرخوشی کا عالم طاری ہوتا رہتا ہے۔ پایان کار کسی اسلامی شاعر کا کلام سپاٹ اور بے رنگ نہیں ہو سکتا۔ ان غزلوں میں جمالیاتی احساس کی شدت کے ساتھ عصری حسیت بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ غزلیہ شاعری ہے یا لطافت احساس، غنائیت اور موسیقیت کا ایک سیل رواں۔!! شعری اظہار میں غیر معمولی سرمستی اور والہانہ پن ہے۔ بعض غزلوں میں قافیے کی تکرار اور اس کے پھیلاؤ نے غزل کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ مجموعی طور پر کلام کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ اپنے احساسات ومشاہدات وتجربات کی ادائیگی میں عزیزؔ تغزل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ بعض اشعار ملاحظہ ہوں جہاں جذبہ وفکر کی آمیزش کو تغزل کے رنگ وآہنگ نے چمکا دیا ہے۔ یہ اشعار نہایت مترنم بحر میں ہیں:

زمیں بنجر ہے پھر بھی بیج بولو، کیا تماشا ہے
ترازوِ پرِ خرد کی دِل کو تو لو، کیا تماشا ہے
ابھی تک گیسوؤں کے پیچ وخم کی بات ہوتی ہے
بھگو لو، اب تو پلکوں کو بھگو لو، کیا تماشا ہے
ہم نے ہر شرط دُعاؤں کی کہاں پوری کی!
پھر بھی اُمید دُعاؤں کی ہے منظوری کی
معاملے میں تُو کردار کے نکھر تو سہی
تُو کارزار کے میدان میں اُتر تو سہی
لپٹ کے چومے گی تجھ سے، ترے قدم جنّت

(بقیہ صفحہ 37 پر)

اعظم شاھد

سابق رکن، کرناٹک اُردو اکادمی

جنابِ عزیز بلگامی: میری نظر میں

پہلی ملاقات میں جس حُسنِ ظرف و اخلاق و ملنساری سے جناب عزیزالدین عزیز بلگامی ملے، وہی تپاک تقریباً پچیس برس بعد بھی آپ میں محسوس ہوتا ہے مجھے۔ کہتے ہیں کہ اچھا فنکار اچھا انسان ہو تو اُس کے فن میں اثر انگیزی اور صداقت فروزاں ہوجاتی ہے۔ یہی بات مجھے عزیز بلگامی میں نظر آئی۔ اُن کی شخصیت، رکھ رکھاؤ، اُن کی شاعری، اُن کی فکر میں سادگی اور گہرائی پائی جاتی ہے، جو فن کار کے لیے امتیازی وصف تصوّر کیا جاتا ہے۔

نجی محفلوں میں مشاعروں میں جناب عزیز کو بار بار اصرار پر دعوت سُخن دی جاتی ہے۔ اُن کی سُریلی آواز، خوش الحانی، اللہ کی عنایت کردہ نعمتِ بے نظیر ہے۔ جتنا خوبصورت وہ لکھتے ہیں، اُتنی خوبصورت آواز، دلکش انداز ترنّم سے وہ سامعین کو مسحور کر دیتے ہیں۔ مشاعروں کی جان سمجھے جانے والے عزیز بلگامی میرے پسندیدہ شاعروں میں سے ہیں۔ آپ میں دینی شغف، اِسلامی تاریخ کا غائر مطالعہ، ملّی مسائل سے آگہی، معاشرے کے حالات اور ہمہ جہتی پہلوؤں سے واقفیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ اِسی لیے اُن کی فکر میں ایک کسک، تڑپ اور رنگِ اصلاح اور انسانیت کی بقاء کا پیغام موجزن ہے۔

جب آپ کا مجموعۂ کلام ''سکون کے لمحوں کی تازگی'' منظرِ ادب پر جلوہ گر ہوا تو ذوقِ سخن کی تسکین کی شادابی محسوس کی گئی۔ ویسے آپ کا کلام زندگی کے تمام رنگوں میں رنگا ہوا ہے، مگر خصوصی اعتبار سے موضوعاتی کلام آپ کا بے حد قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور پسند کیا گیا۔ بابری مسجد سے متعلق آپ کی سخنورانہ نظر، مؤثر اور ناقابلِ فراموش ہے۔

''گالی تمہارے پاس دُعا ہے ہمارے پاس'' کتنی خوبصورت ترکیب ہے جو ہمارے دینی ورثے اور اُسوۂ حسنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی جامع ترجمانی ہے۔ جو مجھے بے حد عزیز ہے۔ جب بھی میں عزیز بلگامی کو یاد کرتا ہوں، یہ مصرع اُن کے لحن میں میری شگفتہ یادوں میں گونجتا رہتا ہے اور اِس کی بازگشت دیر تک قائم رہتی ہے، میرے احساس میں۔

بہرکیف بہ حیثیتِ شاعر جناب عزیز بلگامی ریاستِ کرناٹک کے ادبی اُفق پر درخشندہ ستارے کی طرح اپنی فکر کی ضیاء پاشی میں متحرک ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے حالاتِ حاضرہ پہ آپ کے تبصرے بھی ''عالمی سہارا'' اور ''راشٹریہ سہارا'' میں پڑھنے کو مل رہے ہیں۔ گزرتے حالات، مسلم معاشرہ کا ردِعمل اور حکومت کی پالیسیاں، نظریات کا تصادم، اِن اُمور پر جناب عزیز بلگامی کی نظر تجزیاتی اور مشاہدات سے بھرپور نظر آتی ہے۔ اگر وہ یہ سلسلہ قائم رکھیں تو باوقار تجزیہ نگار کے روپ میں معاشرے کو اپنا آئینہ دکھلانے میں کامیاب ہوں گے۔

جناب عزیز الدین نے بلگام کو آفاقی فنی بلندی پر پہنچا کر اپنی زمین اور اپنے تشخص کا حق ادا کر دیا ہے۔ ضلع بلگام کے دُور اُفتادہ گاؤں کُڑچی، جو مذہبی رواداری اور صوفی سنتوں کا مرکز رہا ہے، اُس گاؤں سے اُٹھا پہلا قدم اب کئی مراحل اور منازل طے کر چکا ہے اور زندگی کی پُر پیچ راہوں سے گزر کر اپنی کامرانیوں اور فکری بلندیوں کی نئی منزلوں کی جانب رواں دواں ہے۔

اُردو تو دراصل اپنے متوالے اور پرخلوص اور بے نیاز قدردانوں ہی نے سنوارا ہے۔ جو احباب اُردو کو اپنی روٹی روزی کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں، انہوں نے روایتی حقوق ادا کر کے اِس بے مثال زبان کی ترقی میں نہیں کے برابر کردار نبھایا ہے۔ ایسے میں عزیز الدین عزیز بلگامی اُردو کے متوالے، اِس زبان کے دھنی اور اس کے عشق میں مگن اور مجذوب عاشق بن کر اپنا جو حقِ سخن ادا کر رہے ہیں، وہ نہ صرف قابلِ تحسین ہے، بلکہ لائقِ تقلید بھی ہے۔ ○○○

معروف اور کہنہ مشق شاعر
شمس الحق شمس کا انتقال پر ملال

شمس الحق شمس فکر اسلامی کے نمائندہ شاعر تھے۔ ان کی شاعری ملی اور دینی جذبات کی ترجمان ہوتی تھی۔ مسلمانوں پر ہونے والے مظالم اور اسلام مخالف شر پسندوں کے خلاف انہوں نے اپنے قلم کو تلوار بنا لیا تھا۔

اب تک ان کے دو مجموعے ''حرفِ حق'' اور ''رموزِ حق'' شائع ہو کر اہلِ ادب سے پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی ولادت ۶ر ستمبر ۱۹۴۱ء کو کٹک کے مضافات راؤترا پور میں ہوئی تھی۔ ۵ر مئی ۲۰۲۳ء کو حرکت قلب بند ہوجانے پر ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ان کے پس ماندگان میں ان کی اہلیہ، ایک بیٹا و بہو اور ان کے بچے ہیں۔ ادارہ ادبی محاذ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے

ڈاکٹرآفاق عالم صدیقی،

دربھنگہ، بہار

حقیقی جذبات کا سچا عکاس: عزیزؔ بلگامی

عزیزؔ بلگامی صاحب شاعروں کی اُس جماعت سے تعلّق رکھتے ہیں جس نے تمام تر آئیڈیولوجی کو رد کر کے تخلیقی امکانات کو اس کے بنیادی لوازمات کے زندہ استعاروں کے ساتھ روشن رکھنے کی کوشش کی ہے، جسے ہم آسانی کے لیے تخلیقیت خیزی کی فطرت اور بشریت کی ابدی سرشت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ چونکہ اُن کا تعلّق ہمعصر تخلیقی عہد سے ہے اِس لئے اُن کے یہاں رجحانات کی مشروطیت اور آئیڈیولوجی کی گونج سے زیادہ ملّی دردمندی اور تہذیبی ہم آہنگی کا احساس پایا جاتا ہے۔ بین الاقوامی صورتحال اور عالمی سیاست کے اُفق پر نظر ڈالیں تو محسوس ہوگا کہ آج امن وامان کے نام پر طاقت آزمائی کی ساری بساط امن، جمہوریت اور سیکولرزم کے بجائے معاشی تحفظات اور مذہبی تعصّبات کی زمین پر بچھی ہوئی ہے۔ اس صورتحال نے ردعمل کی ایسی فضا پیدا کر دی ہے کہ بہت سے سیکولر مزاج لوگ بھی از سرِ نو ملّی احساسات وجذبات پر غور کرنے لگے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا بیشتر فنکار صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آیا کے مصداق اپنی تہذیبی تقدیس کی روایات کی طرف مراجعت کر چکا ہے اور جو چند لوگ بچ گئے ہیں وہ اپنے اور عالمی روابط کے رشتوں کو تشکیک بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اب جمہوریت اور سیکولرزم کا نعرہ اسے انقلاب آسا نہیں محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ اب جمہوریت اور سیکولرزم پر اس کا اعتقاد پہلے کی طرح مضبوط نہیں ہے:

تختِ دلّی پر ستم رانوں کی یہ جلوہ گری
یاترا، سے بھی زیادہ پرفتن ثابت ہوئی

عزیزؔ بلگامی مذہبی تقدیسی جذبات کے حامل ایک ملت کیش شاعر ہیں۔ ان کے اندر ملّی غیرت وحمیت کا بھرپور جذبہ ہے۔ ان کے لیے ملّی سرمایہ ہی سامانِ جوش وخروش کا داعی ہے۔ وہ خوب جان چکے ہیں کہ یہی وہ سرچشمۂ ادراک ہے جس سے قلب ونظر کی سیرابی بہتر طور پر ہوسکتی ہے۔ وہ معاصر زندگی کے تناظر میں تمام تر نظریات ورجحانات اور آئیڈیولوجی کے شیش محل کو مسمار ہوتا دیکھ چکے ہیں۔ وہ خوب جان چکے ہیں کہ بالآخر ہر چیز اپنی اصل ہی کی طرف لوٹتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تخلیقی وفکری اور عملی ہر سطح پر اپنی اصل کی طرف مراجعت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ البتہ تخلیقیت خیزی کی موّاجی اور مراجعت کی یہ سعیٔ عمیق تفکر اور دوررس مثبت ومجتہد افکار سے ہم آہنگ ہو کر ارتفاعی آرٹ وفن کا ضامن کبھی کبھار ہی بن پایا ہے۔ البتہ لہجہ کی کاٹ آہنگ کا مٹھاس اور جذبات کی صداقت کا سوز ان کے کلام کو جاذبیت بخشنے میں پوری معاونت کرتا ہے۔ ان کے کلام کی سادگی پرکاری سے اس طرح مملو ہے کہ دل پر اثر کیے بنا نہیں رہتی ہے۔ چونکہ وہ ایک مصروف انسان ہیں اس لئے وہ کلام پر خاطر خواہ توجہ نہیں دے پاتے ہیں۔ اگر وہ اپنی شاعری کو حرزِ جان بنالیں تو آج بھی وہ اپنی تخلیقیت خیزی کا نیا استعارہ خلق کر سکتے ہیں۔ ایک فنکار کے اندر جو آگ ہونی چاہئے وہ ان میں آج بھی موجود ہے۔

عزیزؔ بلگامی کو جہاں جدید تر روشن خیالی کے نام پر پھیلائی جانے والی آوردشدہ آئیڈیولوجی سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے وہیں انہیں فکری اور جذباتی سطح پر ملّی احساسات ولوازمات کا بھرپور شعور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام کا بیشتر حصہ حمد ونعت سے عبارت ہے۔ حالانکہ انہوں نے نظمیں بھی لکھی ہیں۔ مگر ان کی نظموں پر بھی اسلامی معاشرے اور عقائد کا عکس واضح ہے۔ میں یہاں پر ان کی حمدیہ اور نعتیہ شاعری کے بجائے غزلیہ شاعری پر ہی چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ان کی غزلیہ شاعری پر بات شروع کرنے سے پہلے ان کی حمدیہ شاعری کے ایک آدھ نمونے پیش کردوں۔ تاکہ شاعرِ موصوف کے جذبات کا احترام قائم رہے۔ کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ

تخلیق کاریاں مری ہردم تھیں باوضو

جس شاعر کی تخلیق کاریاں ہر دم باوضو رہتی ہوں اس کی کائناتِ شعری میں بغیر حمدِ ربِ کائنات کے داخل ہونا کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے۔ دیکھیے کہ عزیزؔ بلگامی صاحب کس طرح حمد باری تعالےٰ کا چراغ نور ایمان سے روشن کرتے ہیں:

میں دیکھتا ہوں تو آنکھوں کا کچھ کا کمال نہیں۔ ترا ہی نور بصارت میں جلوہ فرما ہے
ترے وجود کی آہٹ کی معترف ہے خرد۔ ترے حضور سماعت بھی محوِ سجدہ ہے
مطیع ہیں ترے بندے نظامِ باطل کے
یہ کیسا وقت غلاموں پر تیرے آیا ہے

کائنات کے ذرہ ذرہ میں اسی کی تجلیات کا ظہور ہے، عزیزؔ بلگامی نے بڑی ندرت سے آنکھوں کی بینائی کو جلوۂ یکتائی محبوب کی شکل میں ڈھال دیا ہے۔ ندرتِ کلام کی یہ خوبی چراغوں میں لہو جلائے بغیر نہیں پیدا ہوتی ہے۔

دوسرے شعر میں اس بات کو خوبی اور ندرت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ بڑے بڑے سائنٹسٹ بھی اپنے محیر العقول تجربات کے درمیان خدا کے وجود کے قائل ہوئے ہیں۔ تیسرا شعر صورت حالات کے تناظر میں انسان کی کج فطری کا عکاس بن گیا ہے۔ یعنی انسان کی بینائی۔ اس کی دانائی اور اس کی سماعت سب کچھ خدا کے وجود کی قائل ہے اس کے باوجود ساری دنیا پر باطل کی حکمرانی ہے۔ انسانوں کی حالت صُمّ" بُکم" عُمیٌ" فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ جیسی ہے۔ جب سبھوں کو قادرِ مطلق کے حق ہونے کا احساس ہے تو پھر لوگ نظامِ الٰہی یا حکومتِ الٰہی کے قیام کی طرف کیوں پیش قدمی نہیں کرتے ہیں۔ شاید اس لیے کہ دولت وطاقت کے زعم میں وہ خود فرعون وشداد کی طرح خدا بننا چاہتے ہیں۔ عزیز بلگامی کا ملّی شعور جتنا پختہ ہے انسانی اور شاعرانہ شعور بھی اتنا ہی بالیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ملّت کوش شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ انا کوش شاعر بھی ہیں۔ لیکن اس عہد میں انا کو محفوظ رکھنا ناممکن سا ہو گیا ہے کہ آج دنیا مٹھی بھر رئیسوں، سرمایہ داروں اور سودخوروں کی گرفت میں آچکی ہے۔ آج ہر طرف انہیں لوگوں کی حکمرانی ہے۔ جو لوگ ان کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتے ہیں وہ حسین ابنِ علیؓ کے ساتھیوں کی طرح پیاس سے جاں بلب ہو کر مرتے ہیں ؎

بے غیرتی کا پینا بھی، پینا ہے کیا عزیزؔ
تشنہ لبی ہی اچھی ہے ساغر کی بھیک سے

چونکہ عزیز بلگامی بھی سائنس کے طالب علم بھی رہ چکے ہیں اور بینک کی ملازمت کا تجربہ بھی حاصل کر چکے ہیں اس لیے وہ دنیا اور دنیاوی کثافتوں کو دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قریب سے دیکھ چکے ہیں۔ ان کی فکر ونظر میں بڑی وسعت ہے ان کے یہاں مہملیت کے ساتھ ساتھ معقولیت بھی پائی جاتی ہے۔ ان کی شاعری گونا گوں خوبیوں کی حامل ہے۔ وہ زندگی کے منظر نامے پر کسی مخصوص زاویہ سے نظر نہیں ڈالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری یک رخے پن کا شکار نہیں ہوتی ہے۔ ویسے یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کا پورا سرمایۂ کلام اچھی شاعری کے مقام کو نہیں پہونچا ہے۔ ان کے کلام میں پائے جانے والے رطب ویابس سے صرفِ نظر کر کے اچھے اشعار پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ وہ ندرتِ خیال کے بڑے کامیاب شاعر ہیں۔ یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ کسی بھی شاعر کا کلام تمام تر خامیوں یا افکار کی سطحیت سے پاک نہیں ہوتا ہے۔ عزیز بلگامی کے چھوٹے سے مجموعۂ کلام میں ایسے اشعار کی کوئی کمی نہیں جو قارئین کا دامنِ دل تھام لیتے ہیں اور اپنے افکار کی ندرت سے چونکا دیتے ہیں۔ ان کے سوچنے سمجھنے کا انداز بڑا دلچسپ اور خوشگوار ہے۔ وہ اپنے مشاہدات وتجربات کو اس خوبی سے شعری تجسیم میں حل کرتے ہیں کہ بعض دفعہ تو قاری کی طبیعت پھڑک اُٹھتی ہے اور بے ساختہ داد دینے کو دل چاہنے لگتا ہے ؎

مقتول قتل ہو کے سخاوت ہی کر گیا
قاتل کو سرفراز کیا سر کی بھیک سے

اگر آپ چاہیں تو اس شعر کو اور اس کے اوپر والے شعر کو کربلا کے تناظر میں پڑھ کر کربلا کے پورے منظر نامہ سے حظ اٹھا سکتے ہیں۔ اور اگر آپ ان دونوں اشعار کو آج کی زندگی پر منطبق کر کے پڑھیں تب بھی شاد کامی محسوس کریں گے کہ آج کی زندگی بھی اپنی صورتحال میں کربلا سے مختلف نہیں ہے۔ انسانی نفسیات کے تناظر میں عزیز بلگامی کا یہ شعر ؎

آپ از راہ کرم ایک گالی دیجیے۔ آپ کی ہر خیر خواہی دل شکن ثابت ہوئی

بہت ہی با معنی ہو گیا ہے۔ یہ شعر بیک وقت ظاہری اخلاق ومحبت کی فریب کاری کی بخیہ گری کرتا ہے تو انسانی نفسیات کے تناظر میں خیر خواہوں کو سخت آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ گالی وہی آدمی کسی بھی آدمی کو دے سکتا ہے جو آدمی کسی کے بارے میں شدت سے سوچتا ہو۔ جو لوگ صرف زبانی جمع خرچ کرتے ہیں وہ کسی کو گالی بھی نہیں دے سکتے۔ میرا اپنا ماننا ہے کہ آدمی جس کو گالی نہیں دے سکتا اس سے محبت بھی نہیں کر سکتا۔ اس طرح یہ شعر انسانی نفسیات کی غواصی کا حامل بن جاتا ہے۔

آج سائنس تکنولوجی نے اتنی ترقی کی ہے کہ اس کی عظمت کے آگے تمام عقیدے چھوٹے لگنے لگے ہیں۔ اب انسان زمین کے بجائے چاند پر بسنے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ سائنسی تناظر میں عزیز بلگامی کا یہ شعر بھی ندرت خیال کا حامل بن گیا ہے۔ شعر ملاحظہ فرمائیں۔ ؎

آسماں کی قدر کرتے ہیں زمیں والے بہت
چاند پر لیکن زمیں اپنی گگن ثابت ہوئی

جب انسان چاند پر آباد ہو جائیں گے تو شاید ان کے لیے ہماری یہی آلودہ زمین آسمان کی طرح اہم ہو جائیگی۔ دنیا میں جتنے بھی انقلابات رونما ہوتے ہیں وہ کج کلاہانِ فکر ونظر اور غیرت وحمیت کے خوگر انسانوں کی برکت سے ہی رونما ہوتے ہیں یہ لوگ اپنے علم اور اپنے افکار واجتہاد کی پیاس بیچ دیں اور عیش وعشرت میں پڑ جائیں تو یقین جانیے کہ دنیا چند ہی برسوں میں بوڑھی ہو کر فنا ہو جائے۔

نہیں یہ غم کہ تم نے بیچ ڈالے ساغر ومینا
مگر یہ کیا کہ تم رندوں نے اپنی تشنگی بیچی

آج دنیا میں جو لوگ بھی حق کے طرف دار ہیں ان کی زندگی جہنم زار ہے۔ لیکن جو لوگ حق کے بیوپاری ہیں ان کے پاس عیش وآرام کا ہر سامان یعنی موٹر بنگلہ اور گاڑی ہے ؎

ہوں بر سرِ حق میں بھی یقیں ہو گیا مجھکو۔ تا حدِ نظر سلسلۂ دار ورسن ہے

عزیز بلگامی کے کلام میں بعض ایسے اشعار بھی مل جاتے ہیں جو معاصر زندگی پر طنز کا نشتر بن کر دل میں اتر جاتے ہیں۔ ان کا ایک چھوٹا سا شعر ملاحظہ فرمائیے جس کو طنز کی کاٹ نے یادگار شعر بنا دیا ہے۔ ؎

کیا شکایت مقدمہ کیسا
جان ہی جائے واردات گئی

عزؔیز بلگامی جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں بینک کی ملازمت کے دوران سرمایہ داری اور سرمایہ کاری کے تمام رموز کو خوب قریب سے دیکھ چکے ہیں۔اس لیے وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ آج کے اس پیرا بینکنگ نظام میں کوئی کس طرح سرمایہ دار بنتا ہے۔ ہوس کے مارے دولت کے اندھے پجاری بھکاریوں کے کاسہ تک کو کس طرح غصب کر لیتے ہیں یہ ساری باتیں عزؔیز بلگامی صاحب خوب سمجھتے ہیں۔ان کا یہ شعر ملاحظہ فرمایئے اور صورتحال پر ان کے طنز کو داد دیجیے ؎

ہے بھلی اُن کی سخاوت سے فقیری میری
اُن کی جھولی سے برآمد ہوا کاسہ میرا

چونکہ عزؔیز بلگامی کو لوگوں نے ایک خاص طرح کا شاعر سمجھ لیا ہے اس لیے لوگ ان کی نعتوں اور حمدوں ہی پر زیادہ توجہ کرتے ہیں اگر وہی لوگ ان کی غزلیہ شاعری پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کی غزلوں میں ندرتِ فن کے بڑے امکانات پائے جاتے ہیں۔خود شاعر موصوف بھی دلجمعی سے غزلیہ شاعری پر توجہ کریں تو وہ یقیناً اپنا مقام بنا سکتے ہیں۔نعتیہ اور حمدیہ شاعری میں جدت پیدا کرنا بڑے بڑے فنکاروں کے بس میں بھی مشکل سے آتا ہے کہ اس کے اظہار کا دائرہ ہر طرف سے باادب، باملاحظہ کے شور سے گونجتا رہتا ہے۔نعت اور حمد میں نیا، انوکھا اور البیلہ شعر نکالنا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ بہر حال عزؔیز بلگامی کی شاعری کے اس جائزے سے اتنی بات تو واضح ہو ہی جاتی ہے کہ وہ ایک ندرت پسند فن کار ہیں۔اگر یہ ندرت پسندی ان کے کلام کی نمائندگی کرنے میں کامیاب ہوگئی تو وہ یقیناً ایک نادرہ کار فنکار بن کر اپنی پہچان کو مستحکم بنالیں گے۔

OOO
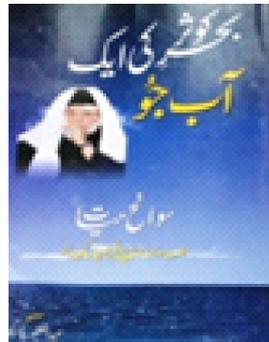
(اسلامی اقدار کا شاعر کا بقیہ)

اے نوجوان! کبھی راہِ حق میں مرتو سہی
فکر کی آنکھ سے اوجھل تھا سخن کا پہلو
بس اِسی واسطے تشنہ رہا فن کا پہلو
نظروں سے ہے اوجھل تو تعجب ہے تجھے کیوں
اِنصاف کا خوگر ہے تو محشر کو پرکھ مت

غزلوں کے مطالعہ سے عزؔیز کی شاعرانہ مہارت وعظمت میں کسی کمی کا احساس پیدا نہیں ہوتا۔مگر سچی بات یہ ہے کہ شاعر کے محسوسات، مشاہدات وتجربات کی اصل جولاں گاہ غزل ہے۔ یہ غزلیں چاہے عشقیہ ہوں یا صوفیانہ یا چاہے ان کا سروکار عصری حسیت سے ہو، ان کی سادگی میں گل پیرہنی، حزنیہ لہجے میں سرخوشی، نشاطیہ آہنگ میں رومانی غم انگیزی اور لفظوں کے پیچ وخم میں طنزیہ کاٹ کی آمیزش موجود ہے۔عزؔیز کے صاف وشفاف اور بے داغ کتاب ''دل کے دامن پر'' کی طرح کلام میں بھی ابہام ہے نہ پیچیدگی نہ ژولیدہ خیالی۔
یہ اشعار ملاحظہ کیجیئے اور انصاف کے ساتھ کہیے کہ عزیز کی شاعری آپ کے ''دل کے دامن پر'' کیا کھلبلی مچائی ہے:

کون کہتا ہے کہ مُردوں کو کفن دیتی ہے۔ان کی تہذیب مجھے ننگے بدن دیتی ہے
آزمائش کے لیے شرط ہے عالی ظرفی۔ زندگی سب کو کہاں دار ورسن دیتی ہے
ایسا نہیں کہ آپ کے جذبات ٹھیک تھے
سب کچھ تھا ٹھیک، جب مرے حالات ٹھیک تھے
زمانے سے چھپا رکھا ہے، ہم نے سارے زخموں کو
ستم کے داغ داماں تم بھی دھولو، کیا تماشا ہے
کچھ نظر آتا نہیں، کچھ بھی نظر آتا نہیں
ان کے چہروں پر اُبھر آئے ہیں بینائی کے داغ

اگر کوئی شخص یہ سوچتا ہے کہ عزیز بلگامی ہندوستان کے ہزاروں شعرا میں سے ایک اور شاعر کی اضافت ہے تو میرے خیال میں وہ سخت اندھیرے میں ہے۔دراصل عزیز بلگامی ایک تحریک کا نام ہے، جس کا مقصد ادب میں اسلامی اقدار وروایات کی امانتداری و پاسداری ہے۔جس میں وہ یقیناً اطمینان بخش حد تک کامیاب ہے۔عزیز بلگامی اپنے شاعرانہ جنون میں حرف کو لفظ، لفظ کو معنی، معنی کو کہانی بنانے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ان کے ہی شعر میں کچھ تصرف کے ساتھ قلم روکتا ہوں:

تم نے بخشا ہے تغزل کو تقدس کا جمال
ہر غزل تیری، ضمیروں کو چبھن دیتی ہے

OOO

پروفیسر نذیر احمد خان لوہانی

عزیزالدین عزیزبلگامی
ایک خوش گلوشاعراورصاحبِ طرزادیب

عزیزالدین عزیزبلگامی کرناٹک کے ایک کہنہ مشق شاعر ہی نہیں بلکہ ایک اچھے ادیب بھی ہیں۔موصوف کا کلام اوراُن کے مضامین ادبی و دینی رسائل کے علاوہ روزناموں اور انٹرنیٹ پر بھی اکثر وبیشتر شائع ہوتے رہتے ہیں۔عزیز بلگامی ایک مترنم شاعر ہیں۔جن لوگوں نے انہیں مشاعروں میں سنا ہے وہ یہ احساس کیے بغیر نہیں رہتے کہ کوئی مشاعرہ ہو،اُن کی شرکت کے بغیر گویا پھیکا پھیکا سارہ گیا ہو۔اُن کی دلفریب آواز دلوں کو مسحور کردیتی ہے اور سننے والے سر دھنتے رہ جایا کرتے ہیں۔موصوف کو ہر جگہ بلایا جاتا ہے اور جہاں بھی وہ جاتے ہیں اور جس مشاعرے میں بھی وہ اپنے منفرد ترنم میں کلام پڑھتے ہیں، اپنے سامعین کے دل ودماغ پر گہری چھاپ چھوڑ جاتے ہیں۔بہ حیثیتِ شاعر، موصوف کا قد فی الواقع کافی بلند ہے۔اپنے مخصوص لب ولہجہ سے کسی بھی مشاعرے میں دور ہی سے پہچان لیے جاتے ہیں۔

عزیز بلگامی سے ہماری ملاقات پرانی ہے۔۱۹۷۹ء میں ادارۂ ادبِ اسلامی کے زیراہتمام ایک مشاعرے میں پہلی بار جب وہ بھٹکل تشریف لائے تھے تو ہم اُن کی دلنشین آواز سے آشنا ہوئے تھے۔نغمگی کا وہ عالم تھا کہ ہر کوئی ان ہی کے انداز اور طرز کے ساتھ شعر گنگنانے لگ گیا تھا۔پھر دوسرے ہی سال ۱۹۸۰ء میں دوبارہ انجمن ہائی اِسکول میں آل انڈیا مشاعرہ کا انعقاد ہوا تو اُن کے کلام کی بلندی سے آشنا ہونے کا موقع ملا۔اِس مشاعرے میں انہوں نے ایک ایسی نعت پڑھ ڈالی کہ اِسی نعت کے ذریعہ عزیز صاحب پہچانے جانے لگے۔''اہلِ ستم کے پتھر کھا کر گل برسانے والا وہ ﷺ''۔یہ نعت آج بھی انٹرنیٹ پر سنی جاسکتی ہے، جو بھٹکلی ڈاٹ کام کے گوشۂ آڈیو میں موجود ہے۔اِس آل انڈیا مشاعرے میں شاید ہی کوئی ایسا پایا گیا، جس نے نعت کو بار بار سنانے پر اصرار نہ کیا ہو۔متعدد مشاعروں میں بار بار موصوف سے فرمائش کی گئی اور انہوں نے اس نعت شریف کو سنا کر ہر بار داد وتحسین حاصل کی۔

۱۹۸۴-۸۵ء کرناٹک کی تاریخ میں بدترین سال مانا جائے گا۔ کیونکہ اس سال گوکاک کمیشن کی پیش کردہ رپورٹ کا نفاذ عمل میں آیا تھا، جس سے اُردو دان طبقہ کو بھاری نقصانات اُٹھانے پڑے تھے۔جگہ جگہ احتجاجی جلسہ و جلوسوں میں شرکت کے لیے احقر بھی کود پڑا تھا۔اس سلسلہ میں مرحوم ایس ایم یحیٰ صاحب کے ہمراہ بھٹکل کا ایک وفد ڈانڈیلی (کرناٹک۔انڈیا) پہنچا تھا، جہاں اُردو ہائی اسکول کے وسیع میدان میں ایک محفلِ مشاعرہ کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ناچیز کو مشاعرے کی صدارت سونپی گئی تھی۔عزیز بلگامی کے علاوہ دھارواڑ سے قدیر ناظم سرگرو، یوسف ندا نائیک واڈی، پروفیسر نورالدین قادری نور کے بڑے بھائی صاحب نظام الدین پرواز بھی شریکِ مشاعرہ ہوئے تھے۔بھٹکل و اطراف بھٹکل کے کئی شعراء کرام نے اس مشاعرے میں شرکت کی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دبلے پتلے شخص نے نہایت دھیمی آواز میں بڑی غضب کی غزل سنائی تھی اور خوب داد وصول کی تھی۔یہ شخصیت عطا ہبلوی کی تھی۔یہ وہی عطا ہبلوی ہیں جن کی ۱۹۸۶ء میں گمشدگی کی خبر ہم نے بڑے کرب کے ساتھ سنی تھی۔اچھا ہوا کہ عزیز بلگامی صاحب نے عطا ہبلوی پر جناب میم نون سعید صاحب کی رہنمائی میں ایک بہترین تحقیقی مقالہ ترتیب دیا اور بنگلور یونیورسٹی سے انہیں اس پر ایم فل کی ڈگری بھی حاصل ہوئی اور جو اس وقت ''زنجیر دست وپا'' کے نام سے کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

جماعتِ اسلامی میں آپ کی تشریف آوری اور پھر کنارہ کشی کی بھی ایک عجیب داستان ہے۔اس کے متعلق تفصیلات میں جائے بغیر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ موصوف نے جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے ادارۂ ادب اسلامی کی آبیاری کے لیے جو کام کیا اس کو ہرگز نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔دین حنیف کی خدمت کے لیے خود کو قابل بنانے کی خاطر انہوں نے بنک کی ملازمت چھوڑ دی اور جماعتِ اِسلامی کے رکن بنے ، پھر چند ناگزیر حالات کی بنا پر جماعت سے علاحدگی اختیار کرلی، تاہم دین حنیف کی اپنی بساط بھر خدمت کے اُن کے جذبے میں کوئی کمی نہیں آئی۔جماعتِ اِسلامی کے کل ہند اجتماعات میں انہوں نے بڑا اچھا تعاون دیا۔اپنے شعروں کے ذریعہ اور مضامین کے ذریعہ تحریکِ اسلامی سے انہوں نے لوگوں کو روشناس کروایا۔

عزیز صاحب کے دل میں کتاب وسنت کے لیے بے پناہ تڑپ

موجود ہے۔وہ چاہتے ہیں کہ ہر کلمہ گو خدائے قدوس اور رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات واوامر کی تعمیل کا پیکر بن جایے، اِسی صورت میں ہم اسلام کی برتری دنیا پر آشکارا کر سکتے ہیں۔عزیز بلگامی کا میلان طبع شعر گوئی کی طرف ہے۔انہوں نے اس صنف سے وہی کام لیا جو ایک سچے مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیے۔یعنی اپنی ملت وقوم کی بھلائی، اپنے بھائیوں کی اصلاح وفلاح،قرآن مجید کے ارشاد و بلغ ما انـــزل اليك '(اور پہنچادیں آپ، جو آپ کی طرف اُتارا گیا ہے) کے مصداق تا بحد امکان تکمیل، یہ بڑا ہی نیک مقصود ہے، جو عزیز بلگامی کے پیش نظر ہے۔

عزیز بلگامی ادب برائے زندگی کے قائل ہیں۔ظاہر ہے جب کوئی شخص بقید ہوش وحواس ایسی کوئی بات، کوئی کام نہیں کرتا جو اپنا مقصد آپ ہو تو پھر ادب ہی کو ایسا کیوں ہونا چاہیے کہ جس کا کوئی مقصد متعین نہ ہو۔!! ادھر عالمی ادب میں بھی یہ حقیقت تسلیم کی جا چکی ہے کہ جو فن پارہ فنی جمالیات کے معیار پر کھرا اُترے اور فن جمیل کا مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ کسی اعلیٰ مقصد کا اشاریہ بن جائے تو یہی فن پارہ عظیم بن جاتا ہے۔ جہاں تک مقصد کی بات ہے تو اعلیٰ مقصد وہی ہوگا جو زندگی کی عامیانہ سطح اور نام ونمائش سے بلند ہو اور جس پر زندگی نثار کی جاسکے۔اس پہلو سے اگر ہم غور کریں تو عزیز بلگامی کی فن کارانہ زندگی بھی ایک مثالی، بامقصد زندگی کہلاتی ہے۔عزیز جوان نہیں، لیکن وہ ابھی اتنے بوڑھے بھی نہیں۔اِسی لیے وہ نوجوانوں کا حوصلہ رکھنے کے لیے مشاعروں سے زیادہ ادبی کام میں زیادہ دلچسپی دکھا رہے ہیں اور کامیاب جا رہے ہیں۔

آج کل عزیز صاحب دوردرشن بنگلور کے انٹرویو پینل کے ممبران میں شامل ہیں اور نامور ادباء، شعراء اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کی ماہر شخصیات کی وقتاً فوقتاً انٹرویوز کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔موصوف نے پتہ نہیں کتنے درجن انٹرویوز اب تک لے چکے ہیں، البتہ خاکسار کے تین عدد انٹرویوز انہوں نے دوردرشن میں رکارڈ کرایے۔ایک انٹرویو کو چھوڑ کر جس میں بابری مسجد کے بارے میں ہماری بے باکانہ رائے پر اربابِ حل وعقد نے ناگواری ظاہر کی تھی، دیگر دو انٹرویوز نشر ہوئے۔ان میں سے ایک وہ انٹرویو تھی جو میری دو عدد تصانیف کے اجراء کے بعد نشر ہوئی اور جس نے بھی اِس انٹرویو کو سنا پسندیدگی کا اظہار کیا۔بلاشبہ کسی کی انٹرویو لینا بھی ایک مشکل فن ہے، جو اردو ادب وصحافت کی ترقی کے ساتھ مائل بہ ارتقاء ہے۔پھر انٹرویو محض چند روایتی سوالات دہرانے کا نام بھی نہیں۔یہ تو شخصیات کی ''سیر باطن'' کا فن ہے جو چابکدستانہ اور برمحل سوالات ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔انٹرویور کی ذہانت، شخصی مطالعہ کی ہمہ گیری اور اخلاقی جرأت ہی کسی انٹرویو کو کامیاب بناتی ہے۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو عزیز بلگامی بحیثیت انٹرویور کامیاب جا رہے ہیں۔

عزیز بلگام کا مجموعۂ کلام ''سکون کے لمحوں کی تازگی'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ان کی نعتوں کی انفرادیت تو ہے ہی، تاہم ان کی غزلوں میں صرف حسین اسلوب بیاں، نیرنگئ خیال اور مناسب ترتیب وتہذیبِ الفاظ ہی سے شعر کا حسن اُبھر کر سامنے نہیں آتا بلکہ اس کے ساتھ نغمگی وموسیقیت بھی شعر کے اجزائے ترکیبی بن کر اُجاگر ہوتی ہیں۔سچ پوچھا جائے تو اس ضمن میں عزیز بلگامی نے ایک منفرد مثال قائم کی ہے۔انہوں نے ایک خاموش اور غیر مرئی نغمگی کے ساتھ اپنی غزلوں کو ترتیب دیا ہے۔دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ انہوں نے اپنی دلربا غزلوں کو اپنی ترنم ریزی کی چاشنی عطا کر کے قارئین اور غزل سراؤں کے لیے ایک صوتی سنگیت کا سامان فراہم کیا ہے۔

یہ بات بھی باعثِ مسرّت ہے کہ آج کل وہ شعر وشاعری سے زیادہ مضامین نگاری میں مصروف نظر آتے ہیں۔اُن کے مضامین میں نہایت ہی اچھے اسلوب و انداز میں اصلاحی پہلو سامنے آرہے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ اِن مضامین کو موصوف ایک کتابی شکل میں شائع کریں تا کہ مستقل استفادے کی صورت نکل آئے۔آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت انہیں صحت وتوانائی عطا کرے۔آمین۔

○○○

ایک غزل

مدثر عمر کیفی
SabaHouse.DaccanMohalla
Piro-802207.bhojpur
Bihar

آنسوؤں کو لہو لہو کر کے
کیا ملا تیری جستجو کر کے

کتنی شیریں زبان رکھتا ہے
وہ بلاتا ہے مجھ کو تو کر کے

خامشی اس جہاں میں بہتر ہے
کچھ ملے گا نہ ہاؤ ہو کر کے

تیرے قدموں میں ہوگا سارا جہاں
دیکھ لے خود کو سرخرو کر کے

زیست کے ہیں ہزار رنگ عمر
میں نے دیکھا ہے آرزو کر کے

فاطمہ داروغہ

ریسرچ اسکالر، زیرنگرانی، ڈاکٹر سلیمہ بی کولور

کرناٹک آرٹس کالج، کرناٹک یونیورسٹی دھارواڑ

عزیز بلگامی کی انٹرنیٹ پر ادبی سرگرمیاں

کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد انسانی زندگی بے حد تیز رفتار ہوگئی۔ لیکن یہی کمپیوٹر جب ترسیل و ابلاغ کے موجود نظام کے ساتھ ہم آہنگ ہوئے تو انٹرنیٹ کی ایک عجیب وغریب دنیا وجود میں آئی، جس کے حیرت انگیز نتائج کا ابھی دس پندرہ سال پہلے تک کوئی اندازہ تک نہیں کرسکتا تھا، بجز چند ترقی یافتہ ممالک کے۔ انٹرنیٹ کی آمد کے بعد دنیا میں زندگی کے ہر میدان میں انقلاب رونما ہوا۔ سائنس وٹکنولوجی نے چند ہی سالوں میں زبردت چھلانگیں لگائیں۔ دنیا کے ''گلوبل ولیج'' ہونے کا تصور حقیقت بن گیا اور انسانوں کے درمیان کوئی فاصلے باقی نہیں رہے اور جسے جغرافیائی فاصلے یا جسمانی فاصلے کہا جاتا ہے، وہ بڑی حد تک بے معنی ہوکر رہ گیے۔ معلومات کا ایک خزانہ برقی لہروں کے دوش پر ادھر سے ادھر پلک جھپکتے ہی منتقل ہونے لگا۔ اور ماؤز کی ایک کلک کے ذریعہ لوگ اپنی ہر پسند کی معلومات کو انٹرنیٹ سے حاصل کرنے لگے۔ کتنی پیاری بات کہی ہے مرحوم نیاز احمد شریف صاحب نے (جن سے ہم نے کمپیوٹر کے اِبتدائی آداب سیکھے تھے):

''......عصرِ حاضر کو معلومات کا دور کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ ہر خاص وعام کو ہر قسم کی معلومات مہیّا ہیں۔ قانون دان سائنسی معلومات کا ذخیرہ رکھتا ہے۔ ماہرِ طِب معیشت کے نشیب وفراز سے واقفیت رکھتا ہے۔ مذہب سے دلچسپی رکھنے والوں کو نہ صرف اپنے مذہب بلکہ دیگر مذاہب کی تفصیلات حاصل کرنے میں کوئی دِقت نہیں ہے۔ انٹرنیٹ نے معلومات کا خزانہ یکجا کردیا ہے۔ اس دور میں ہر قسم کی معلومات ہر شخص کی پہنچ میں ہیں، اس نعمت کا بہت سارے لوگ فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں......''

کرناٹک کے کسی شاعر کا پہلا ویب سائٹ:

عزیز بلگامی نے بھی اِس عظیم نعمت سے استفادہ کیا اور انہیں بجا طور پر یہ فخر حاصل ہے کہ وہ کرناٹک کے پہلے اردو شاعر ہیں جنہوں نے اپنا ویب سائٹ ''عزیز بلگامی ڈاٹ کام'' (http://www.azeezbelgaumi.com) کے نام سے ۲۰۰۳ء میں ایک خالص اُردو سائٹ لانچ کیا۔ اِس کو ٹکنیکل طور پر انجنیئر آصف صاحب نے ڈیولپ کیا اور آن لائن کیا، جو بنگلور میں مقیم ہیں۔ پہلی بار جب ۲۰۰۳ء میں اِسے لانچ کیا گیا تو یہ چند ہی صفحات پر مشتمل رہا۔ اِس کے بعد سائٹ کو مزید بہتر بنانے کے لیے کینڈا کے محترم سمیع احمد صاحب نے کام شروع کیا اور اِسے نہایت ہی خوبصورت سائٹ میں بدل دیا۔ اِس پر انہوں نے عزیز بلگامی کے تعارف کے علاوہ اُن کا کلام پیش کیا۔ اِس میں جو مشن نوٹ دیا گیا تھا وہ کچھ اِس طرح تھا:

''آپ کی توجہ کا خواہاں: ہندوستان کے مشہور ومعروف اور ہر دلعزیز شاعر عزیزؔ بلگامی اب انٹرنیٹ پر عزیز الدین عزیزؔ بلگامی جن کی ادبی زندگی کا سفر گزشتہ تیس سالوں سے جاری ہے۔ پاکیزہ افکار و دلنشین آواز کا تحفہ انہیں قدرت سے وافر مقدار میں عطا ہوا ہے۔ سننے والا ان کے کلام کو سن کر جھوم اٹھتا ہے اور بے ساختہ اس کی زبان پر یہ مصرِع گونجنے لگتا ہے: ''شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو''۔ گو کہ انٹرنیٹ پر عزیزؔ بلگامی کی آمد بہت پہلے ہو چکی ہے۔ انٹرنیٹ کی دنیا ایک بحرِ بیکراں ہے۔ کتنے ہی تشنگانِ ادب وترنّم اس بحرِ بے کراں میں غوطہ زن ہونگے۔ ہمیں یقین ہے کہ دنیائے انٹرنیٹ پر تازہ نفس کلام کے ساتھ عزیزؔ صاحب کی جلوہ افروزی اس بحرِ بے کراں کو چونکا دے گی''۔

پھر اِس میں بطورِ تعارف اِن الفاظ سے سائٹ کا آغاز کیا گیا تھا اور ''کارہائے نمایاں'' عنوان کے تحت یہ تفصیلی نوٹ دیا گیا تھا:

☆ ہندوستان کے بے شمار مقامات پر آل انڈیا اور ریاستی مشاعروں، کوی سمیلنوں اور ادبی کانفرنسوں میں شرکت؛

☆ مجلس التعلیم الاسلامی کیرالہ کے سالانہ طلباء فیسٹول میں بحیثیت مہمان خصوصی اور تقسیم انعامات کے لیے شرکت؛

☆ آل انڈیا ریڈیو بنگلور و دھاروار، دوردرشن اور دیگر الکٹرانک میڈیا پر کئی مواقع پر شعرو سخن کے پروگراموں میں شرکت؛

☆ صحافت، پروگرام سازی اور تربیتی ونشریاتی قابلیتوں کے حامل؛

☆ ایک صحافی کی حیثیت سے ماہنامہ 'صدائے فطرت' اور 'الرشید' کی ادارت؛

☆ پندرہ روزہ 'عالمی سہارا دہلی' اور دیگر نیشنل اردو اخبارات میں حالاتِ حاضرہ پر مضامین کی اشاعت، غزلوں اور نظموں کی ہندوستان گیر سطح پر اشاعت کا سلسلہ جاری ہے؛

☆ دوردرشن بنگلور سے ایک فری لانسر انٹرویور کی حیثیت سے وابستگی اور زندگی کے مختلف شعبوں سے جُڑے کئی اہم

افراد سے لی گئی انٹرویوز کا ٹیلی کاسٹ، جن کا سلسلہ جاری ہے۔

’’اردو بندھن ڈاٹ کام‘‘ کے ماڈریٹر سالم باشوار، جو جدہ سعودی عرب میں مقیم ہیں، نے عزیز بلگامی کے ویب سائٹ کو نئی شکل دینے کے لیے اِس کی ذمہ داری خود اپنے سر لی اور اپنی ٹکنکل صلاحیتوں سے اسے خوب سجایا سنوارا۔ اِس کی مزید تزئین کاری کے بعد اِس کی جو شکل بنی تھی، وہ کچھ اس طرح تھی: انٹرنیٹ ایکس پلورر کو کھولنے کے بعد جب ہم http://www.azeezbelgaumi.com کے اڈریس کے ذریعہ سائٹ میں داخل ہوتے ہیں تو ایک خوبصورت بینر پر اردو اور انگریزی میں عزیز صاحب کا نام جلی حروف میں نظر آتا تھا۔ اور اِس بینر سے متصل اُن کی تصویر بھی دی گئی تھی اور اس کے نیچے عزیز بلگامی کا ہی ایک استقبالیہ شعر بھی دِیا گیا تھا:

محفل میں تم عزیزؔ کی آ کر تو دیکھ لو۔ مل جائے گی سکون کے لمحوں کی تازگی

فلیش کے ڈیزائن کے ساتھ رول ہوتا ہوا دکھائی دیتا تھا اور مسلسل رول ہوتا رہتا تھا۔ پھر اِس میں ’’میرا تعارف‘‘ کے عنوان سے ایک لنک دیا گیا تھا، جس کو کلک کرنے کے بعد صفحۂ اول سامنے آتا اور سب سے پہلے جو چیز نظر آتی وہ عزیز بلگامی کی ایک دعا ’’فکر میری نکھار دے یا رب‘‘ دکھائی دیتی۔ جب ماؤز کے ذریعہ اس نظم کو نیچے کی طرف رول کیا جاتا تو پوری دعا کے شعر پڑھے جا سکتے تھے اور جیسے ہی یہ دعا ختم ہوتی، فوراً ایک خوبصورت آواز اِس دعا کے جلو میں ابھرتی جو مشہور گلوکار رفیق شیخ بلگامی کی تھی اور سائٹ کے ناظر کو چونکا دیتی اور جوں جوں اِسے ناظر سنتا، وہ اِس کے اشعار اور آواز کے سحر میں کھو جاتا۔ اور اسی آواز کو سنتے سنتے وہ عزیز بلگامی کا تعارف اردو اور انگریزی میں ملاحظہ کرتا، جسے خوبصورت GIF فائلوں میں پیش کیا گیا تھا اور پہلے ہی مرحلے میں عزیز بلگامی کی شخصیت کھل کر ناظر کے سامنے آ جاتی۔ ان کو پیش کرنے والے کی حیثیت سے محترم سالم باشوار صاحب جدہ کا نام دکھائی دیتا۔ اِس کے بعد ایک فہرست سامنے آتی، جس میں عزیز بلگامی کی شاعری، عزیز بلگامی کے مضامین، عزیز بلگامی کے انٹرویو، عزیز بلگامی کے آڈیو، عزیز بلگامی کے ویڈیو، کار آمد لنک اور پیغامات و اعلانات کے شعبوں کے لنک آویزاں ہوتے۔ عزیز بلگامی کی شاعری کو کلک کرنے کے بعد حمد، نعتیں، غزلیات، منظومات کے ذیلی لنک ہوتے، جہاں کلک کر کے اپنی پسندیدہ چیز پڑھی جاتی۔ اِسی طرح مضامین کو کلک کرنے کے بعد ادبی، دینی، قرآنی، سیاسی، ترجمہ ہائے مضامین اور متفرق مضامین کے الگ الگ لنکس دستیاب رہتے۔ جنہیں کلک کرنے کے بعد متعلقہ مضامین تک رسائی ہوتی، جہاں نہایت خوبصورت Gif فائلوں میں اِن مضامین کو ترتیب وار پیش کیا جاتا۔ اِسی طرح آڈیو اور ویڈیو کو بھی حمد، نعتوں، غزلوں اور منظومات کے ذیلی لنکس سے جوڑا گیا تھا، جہاں پہنچ کر عزیز بلگامی کی آواز میں اُن کے کلام کو سننا ممکن ہو پاتا۔ اِس کے علاوہ اس میں گیسٹ بک کی سہولت بھی دی گئی تھی، تا کہ سائٹ کو وزٹ کرنے والا اپنے تاثرات رکارڈ کر سکے۔ اِسی طرح ’’عزیز بلگامی ڈاٹ کام‘‘ کی ممبر شپ کی سہولت بھی رکھی گئی تھی، جو آئی ڈی اور پاس ورڈ کے حصول کے بعد حاصل کی جاتی۔ اِس کے علاوہ ’’ہم سے رابطہ کریں‘‘ اور ’’سائٹ کا دوستوں میں تعارف کرائیں‘‘ کے لنکس بھی دیے گیے تھے۔ سب سے اہم بات یہ کہ اِس میں ’’جمیل نستعلیق فونٹ‘‘ کو ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی دی گئی تھی، تا کہ کسی بھی کمپیوٹر پر اِس کے مندرجات کو آسانی سے دیکھنے کا موقع حاصل رہے۔ یہ سائٹ عزیز بلگامی کی شخصیت کی جملہ پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ اِس میں اُن کے آبائی وطن کے مناظر بھی ویڈیو کے ذریعہ پیش کیے گیے تھے، جیسے کڑچی کے پل پر گزرتی ہوئی ریلوے ٹرین، اور اِس کے کڑچی اسٹیشن میں داخل ہونے کے مناظر بھی دیکھنے کو ملتے، اِسی طرح بلگام شہر میں داخل ہوتی ٹرین کا منظر بھی، اِس طرح ناظرین کے سامنے عزیز بلگامی کے وطن کا منظر بھی آ جاتا۔ یہ ٹرین بلگام اسٹیشن میں داخل ہوتی نظر آتی۔ یہ ویڈیوز چند ہی سیکنڈ میں ایک اچھا تاثر چھوڑ جاتی۔ اِسی طرح عزیز بلگامی کے مختلف مشاعروں میں پڑھے گیے کلام کی تقریباً گیارہ کلپس بھی سائٹ میں موجود تھیں، جن سے ناظر محظوظ ہوتا۔

اُردو سے متعلق کئی سائٹوں کے لنکس بھی اس سائٹ پر دستیاب تھے، جہاں سے ہوتے ہوئے دنیا میں انٹرنیٹ پر سجائی گئی ادبی محفلوں تک پہنچنا ممکن تھا، جہاں اردو کے متوالوں نے بڑی خوبصورت دنیا بسائی ہے اور ان کی اُردو کے تئیں خدمات کا تعارف بھی ہو جاتا۔ اِسی طرح اِسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اپنی گرانقدر خدمات انجام دینے والے سائٹوں تک رسائی کے لنکس بھی ’’عزیز بلگامی ڈاٹ کام‘‘ پر موجود تھے، جس کے ذریعہ قرآن و حدیث اور دیگر دینی معلومات کا ایک خزانہ تک رسائی ہوتی۔ اِسی طرح دُنیا کے مختلف بڑے اُردو اخبارات کے لنکس بھی موجود تھے، جس کے ذریعہ بڑی آسانی کے ساتھ ان تک پہنچ کر تازہ ترین خبروں سے آشنائی حاصل ہو جاتی۔ غرض کہ عزیز بلگامی ڈاٹ کام اردو کی خدمت کے لیے کمر بستہ رہا۔ اس طرح عزیز بلگامی اپنی تخلیقات کو عالمی پیمانے پر پھیلانے کے لیے اِسے ایک وسیلہ ڈھونڈ لیا تھا، جہاں وہ اپنی شعری و نثری تخلیقات کے ساتھ ملٹی میڈیا تخلیقات کو آسانی سے پیش کر سکتے تھے لیکن خوش آئند بات یہ تھی کہ اُنہوں نے ہوم پیج پر ہی یہ نوٹ دے رکھا تھا کہ اِس سائٹ سے کوئی بھی مفت استفادہ کر سکتا ہے اور یہ کہ اِس کے مندرجات سے کسی کو بھی نقل کرنے کی اجازت تھی۔

سائیٹ کے بارے میں یہ تفصیلات ماضی کے صیغے میں اِس لیے بیان کی گئی ہیں کہ سالم باشوار کی جدہ سے ہندوستان منتقلی کے بعد اِس کے نظم و انصرام میں دشواری آنے لگی تھی تو سائٹ کا چلنا مشکل ہو گیا اور نتیجتاً اِسے بند کرنا پڑا۔ فیس بک اور دیگر سوشل میڈیا سائٹس میں عزیز بلگامی کی اُردو ادبی سرگرمیوں کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

○○○

نمونۂ کلام

نعتِ پاک

اہلِ ستم کے پتھر کھاکر گُل برسانے والا وہؐ
اُس سے نسبتِ خاص کا ہردم ڈھونگ رچانے والے ہمؐ
کفرزدہ ماحول میں لمبی تان کے سونے والے ہم
ذکر و عبادت ہی کو پورا دین سمجھنے والے ہم
رحم و کرم کی بھیک پہ اپنی عمر گنوانے والے ہم
بازاروں میں فن پاروں کو بیچ کے کھانے والے ہم
دنیاوی اغراض پہ دیں کی بھینٹ چڑھانے والے ہم
پیٹھ میں خود اپنے بھائی کی خنجر گھونپنے والے ہم
فرقہ فرقہ مسلک میں بٹ جانے والے ہم
اپنے قلم کی قوت کو تُو اُس پہ لٹانے والا عزیزؔ

اور دُعائے خیر کی خاطر ہاتھ اُٹھانے والا وہؐ
اور عمل کے میداں میں ہم سب کو بلانے والا وہؐ
کفرزدہ ماحول میں اک پل چین نہ پانے والا وہؐ
باطل سے ٹکرا جانے کو دین بتانے والا وہؐ
مظلوموں کی اخلاقی تنظیم اُٹھانے والا وہؐ
فن کاروں کو فن کی عظمت یاد دلانے والا وہؐ
دُنیا کے ہر لالچ کو ٹھوکر سے اُڑانے والا وہؐ
قاتل پر کردار کی گہری چھاپ بٹھانے والا وہؐ
واعتصموا بحبل اللہ کا درس سنانے والا وہؐ
لفظوں کے ہر پیکر کی تاثیر بڑھانے والا وہؐ

ایک سَمت کرم والے، ایک سَمت ستم والے
توحید کی دعوت پر برہم تھے صنم والے
اُمّی کا لقب لے کر اُمّت کی قیادت کی
حیران ہیں ششدر ہیں قرطاس و قلم والے
کہسارِ یتیمی سے ٹکرا کے بکھرنا تھا
مضبوط اگرچہ تھے سب جاہ و حشم والے
تابندہ عقیدے کی تلوار تھی ہاتھوں میں
ٹکرا گئے باطل سے یوں خالی شکم والے
گر اہلِ عرب سن لیں، ممکن ہے تڑپ جائیں
وہ ڈوب کے پڑھتے ہیں ہم نعت عجم والے
اک نعت عزیزؔ اب کے، محشر میں سنانی ہے
محرومِ سماعت ہوں کیوں باغِ اِرم والے

اک نعتِ مبارک کا، فن پارہ اُٹھا لاؤ
خوشبو ہو عقیدت کی، وہ لالہ اُٹھا لاؤ
نشّہ ہو عقیدت کا، جذبہ ہو اِطاعت کا
خُم خانۂ سیرت سے، وہ بادہ اُٹھا لاؤ
آجاؤ اے فن کارو! اک نعت کی خواہش ہے
قرطاس میں لے آؤں، تم خامہ اُٹھا لاؤ
دربارِ رسالت میں، موسم ہے نوازش کا
دامن کو میں پھیلاؤں، تم کاسہ اُٹھا لاؤ
اب تک مری بستی کی گلیوں میں اندھیرا ہے
میں چاند اُٹھا لاؤں، تم تارہ اُٹھا لاؤ
ہم شہرِ مدینہ کے مجروح مسافر ہیں
میں آبلہ پا لاؤں، تم جادہ اُٹھا لاؤ
ہر لفظ میں جادو ہو، ہر شعر میں خوشبو ہو
نعت اپنی عزیزؔ اب کے، اک تازہ اٹھا لاؤ

ہوں خوگرِ توحید، طلب گارِ محمدؐ
کُھلتے ہیں موَحّد پہ ہی اسرارِ محمدؐ
ہر گاؤں میں ہے آپ کے کردار کی خوشبو
ہر شہر میں موجود ہے گلزارِ محمدؐ
اک جنبشِ مژگاں میں سلجھ جائیں مسائل
دُنیا ہو اگر حاشیہ بردارِ محمدؐ
تلوار سے اِسلام کی نسبت؟ ہے یہ تہمت
واللہ ہے کردار ہی، تلوارِ محمدؐ
مجھ کو نہیں کچھ نعت کی شُد بُد، مگر احباب
کہتے ہیں کہ ہوں میں بھی قلمکارِ محمدؐ
تم اُسوۂ حسنہ پہ نہ پہرے یوں بٹھاؤ
"عالم کے لئے، عام ہے، دربارِ محمدؐ"
ممکن ہے عزیزؔ آپ کو جنّت میں سُنا جائے
اک نعت کی خواہش کا ہو اِظہارِ محمدؐ

آج بھی تو عام ہے فیضانِ ختم المرسلیںؐ
دہر ہے شرمندۂ احسانِ ختم المرسلیںؐ
امن کے سب فلسفے، تہذیب کی سب خوبیاں
ہیں رہینِ منّتِ احسانِ ختم المرسلیںؐ
دن کی تحریکِ مسلسَل، شب کی سجدہ ریزیاں
بس یہی تو تھے سر و سامانِ ختم المرسلیںؐ
حکمرانوں کے مسائل کا مداوا ہے یہی
حکمراں ہو اَرض پر فرمانِ ختم المرسلیںؐ
دُکھ سہے، تکلیف جھیلی، دین کو قائم کیا
مرحبا......! اے حلقۂ یارانِ ختم المرسلیںؐ
خود خدا قرآن میں رطبُ اللّساں ہے اے عزیزؔ
شاعروں سے کیا بیاں ہو شانِ ختم المرسلیںؐ

نمونۂ کلام

غزلیات

آنکھوں کی جھولی بھر گئی منظر کی بھیک سے
لیجے فقیر بچ گیا در در کی بھیک سے
حقِّ مدافعت کا ہر اک سمت شور ہے
بز دل نوازے جائیں گے خنجر کی بھیک سے
تدبیر سو گئی تو ، یہ تقدیر نے کہا
اب زندگی بنالو مقدّر کی بھیک سے
مقتول، قتل ہو کے سخاوت ہی کر گیا
قاتل کو سر فراز کیا سر کی بھیک سے
فن کا لباس فکر کی تزئین کا سبب
تاثیرِ فِکر شعر کے پیکر کی بھیک سے
خالی ہتھیلیوں کو کفن میں جگہ نہ تھی
اللہ کی پناہ سکندر کی بھیک سے
بے غیرتی کا پینا بھی پینا ہے کیا عزیزؔ
تشنہ لبی ہی اچھی ہے ساغر کی بھیک سے

آج کل ہوتا ہے رُسوائی سے عزّت کا ملاپ
کاش ہو جاتا کبھی صورت سے سیرت کا ملاپ
تیل میں پانی کبھی گھلتا نہیں ہے دوستو
کیسے ممکن ہے فسانے سے حقیقت کا ملاپ!
ہاتھ میں نفرت کی مشعل ہے، لبوں پر پیار ہے
پھر بھلا نفرت سے ہو کیسے محبت کا ملاپ!
آج بس محسوس کرنے کی اِجازت ہے ہمیں
حشر میں دیکھیں گے ہم خالق سے خلقت کا ملاپ
بیشتر اک دوسرے کے واسطے ہیں اجنبی
ہاں! مساجد میں مگر جاری ہے ملّت کا ملاپ
آئینے کو توڑ کر جھانکو تو مل جاؤں گا میں
آپ کی صورت سے ہوگا میری صورت کا ملاپ
بہرِ اُردو تُو جگر کا خوں جلاتا ہے عزیزؔ
کاش ہو جاتا تری خدمت سے شہرت کا ملاپ

ہے نفس باغی و سرکش تم اِس کو مارو تو
سوار ہو گیا سر پر اِسے اُتارو تو
اُلجھ رہے ہیں قلم اب بھی زلفِ پیچاں سے
خیال و فکر کے گیسو کبھی سنوارو تو
ہماری یاد نہ کی تم نے، جب بھی جیت گیے
یقیں ہے یاد کروگے ہمیں، جو ہارو تو
خدا کے گھر میں عطا بھی، رفوگری بھی ہے
ہے تار تار جو دامن تو کیا! ، پسارو تو
سخنوری کے ہیں اطوار کفر جیسے کیوں
اذان کان میں فن کے ، کبھی پکارو تو
محافظین ہیں خود سر بھی اور ظالم بھی
تم ان میں جذبۂ اِنسانیت اُبھارو تو
جو شعر پڑھتے ہوئے رقص کرتے رہتے ہیں
عزیزؔ مشورہ ہے روپ اُن کا دھارو تو

اس میں سچائی یقیناً ہے یہ دعویٰ ہو نہ ہو
ہم ہی چھائیں گے ادب پر آج ایسا ہو نہ ہو
کیوں کہ اس میں ہے ضمیروں کے لیے میٹھی چبھن
پیار کا پیغام دیں گے...... کوئی اپنا ہو نہ ہو
جم کے خدمت ہوگی ہم سے فکر وفن کی دیکھنا
دل کی دولت ہے ہمارے پاس لہجہ ہو نہ ہو
ٹوٹ کر ملتے ہیں سب سے، دوست ہو یا ہو عدو
ہم ہر اک محفل میں جائیں گے شناسا ہو نہ ہو
دیکھنا......! ناسور میں تبدیل ہوگی ہر خراش
کیا غرض اس سے نمک کو زخم گہرا ہو نہ ہو
شاعری کے فن پہ......کیسا وقت آیا ہے عزیزؔ
ہیں تو شاعر، شعر کہنے کا سلیقہ ہو نہ ہو

اپنے خاموش سمندر میں بھنور پیدا کر
سیپیاں خالی نہ رہ جائیں ، گہر پیدا کر
اِلتجائیں تری جا کر کہاں رُک جاتی ہیں
اب کے گردوں میں کوئی راہ گزر پیدا کر
خواب لگتی ہیں دُعاؤں میں اثر کی باتیں
ہو سکے تجھ سے تو شکوؤں میں اثر پیدا کر
ہم پہ احسان نہ کرنا، ترا احساں ہوگا
اپنی آنکھوں میں نہ محسن کی نظر پیدا کر
کٹ تو سکتا ہو جھکانے سے نہ جھکتا ہو کبھی
سر کوئی ایسا بھی اک شوریدہ سر پیدا کر
اِتنے تاریک نہ تھے دن کے اُجالے اے عزیزؔ
میری خواہش ہے کہ تُو دن میں سحر پیدا کر

اگرچہ موت کی سی بے کلی تھی
مرے پہلو میں میری زندگی تھی
ہمارے درمیاں جو دوستی تھی
وہ کیسی دوستی ، بس محسنی تھی
سخن کیسا ! کہاں کی شعر گوئی!
وہ اصلاً میری آشفتہ سری تھی
جسے تم بے رخی کہتے رہے تھے
حقیقت میں ادائے دِلبری تھی
سخن تھا ، راکھ کا بستر نہیں تھا
اِسی میں فن کی چنگاری دبی تھی
عزیزؔ اب لب کہاں کھلتے ہمارے
نظر چہرے پہ جم کر رہ گئی تھی

نذیر احمد یوسفی
JAHANGIRIMOHALLA
ASANSOL

افسانہ نگار وشاعر حسین الحق

خاک ہو کے بھی مہکتے ہیں گلابوں کی طرح

(یوم وفات ۲۳ر دسمبر ۲۰۲۱ء پر خاص مضمون)

حسین الحق افسانہ نگار کی حیثیت سے اردو ادب کے حلقے میں نمایاں ہیں انہوں نے اپنے دور میں ترقی پسندی، جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے تمام ادوار دیکھے ہیں اور انہیں اپنی تحریری اور تخلیقی مجاہدے میں برتا بھی ہے اور اثر بھی قبول کیا ہے یعنی اردو کے نثری دور میں جتنے بھی رجحانات کی گرم وسرد لہریں آئی ہیں انہیں ہتھیلیٔ ادب پر رکھا دیکھا، پرکھا اور اپنے اثرات کو تحریری شکل میں واضح بھی کیا۔

حسین الحق کی قلمی اور فکری خوبی کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ جس موضوع کو اپنے قلم کا حصہ بناتے ہیں وہاں مشاہدے اور مطالعے کا توازن تو قائم رہتا ہی ہے ان سطروں کے درمیان ان کا اپنا رنگ بھی روشن رہتا ہے۔

ان کے فن پارے حق گوئی اور راست گوئی کے مظہر ہیں، جارحانہ اور معاندانہ مفقود ہے، تعمیری پہلو روشن اور نمایاں، اور ان دو پہلوؤں پر توازن قائم رکھنا بھی، ان کی تحریری خوبیاں ہیں۔

افسانوں کے موضوعات میں ندرت ہے، قومی، ملکی اور عالمی مسائل ان کی تحاریر کی اولین خوبیاں ہیں تو اریخی واقعات کو بھی اپنے فن و ہنر کا حصہ بناتے ہیں، ہندو مسلم نفاق بھی ان کی بیکراں سوچ کا محبوب پہلو ہے جو وقنا عذاب النار میں محفوظ ہے۔

حسین الحق اردو ادب کی دنیا میں ۱۹۶۶ء سے ۲۰۲۱ء تک اپنے افسانوں کی توسیع وتجدید کرتے رہے بقول نسیم احمد ان کا پہلا افسانہ 'جیسے کو تیسا' (۱۹۶۶ء) تیج ویکلی دہلی میں شائع ہوا۔ لیکن دوسری جگہ ڈاکٹر قیام نیر نے اس کی تردید کی ہے اور اپنی تحقیق وتلاش کے مطابق افسانہ ''پسند'' ۱۹۶۵ء کو قرار دیا ہے جو شہر دہلی ہی کا دوسرا مقبول عام رسالہ جمیلہ کی زینت بنا۔

ابتدا میں شاعری کا بھی چسکا لگا تو غزلوں ونظموں پر بھی توجہ رہی ان کی ایک پیاری سی نظم 'وادیٔ اجل کے راستے پڑنے ان کے جذبۂ شاعری کو خاصا مہمیز کیا اور وہ شاعری کی طرف سنجیدگی سے متوجہ ہوئے اور پابندی سے غزلیں ونظمیں کہنے لگے اور ان کی اشاعت بھی پرچوں و جریدوں میں پابندی سے ہونے لگی پھر ۱۹۷۱ء میں آخری گیت کے زیر عنوان ایک دیدہ زیب شعری مجموعہ پیش کیا جو خالص نظموں پر مشتمل تھا۔ تخلیقی ادب میں روز روز تجربے ہوتے رہے ہیں موضوعاتی سطح پر بھی اور اسلوبیاتی طور پر بھی مختلف عنوانات سے لکھے ان کے افسانے وقت کی آواز اور معاشرے کے ترجمان تو ہیں ہی موجودہ سماجی ومعاشرتی اور سیاسی مذہبی مسائل اور الجھنوں کو بھی اپنے دائرۂ تحریر میں رکھا ہے کسانوں، مزدوروں، ٹھیکہ داروں ملازموں، فٹ پاتھ کی دکانوں میں کام اور روزگار کرتے ان غریب اور سماج میں نیچے کی ڈگر پر رہنے والوں کے زخم بھی دھوئے ہیں اور آنسو پونچھے ہیں ان کی بعض کہانیاں قومی وعوامی مسائل سے بھی جھوجھتی ہوئی ملتی ہیں جو ملک کے مخصوص معاشرے کی ترجمانی کرتی ہیں ان کی سماجی درجاتی اور علاقائی زبوں حالی پر حسین الحق نے اپنی تحریری شعلہ بیانی اور اسلوب فکر کی ندرت کاری دے کر ان کے محبوب عزائم اور اور زندگی کی کرب ناکیوں کو مشعل عطا فرمایا ہے اور آئینہ دکھایا ہے، اس طرح حسین الحق نے اپنی منفرد طرز نگارش، گہرا سماجی شعور، عصری حسیت اور غیر معمولی تخلیقی وفنی صلاحیتوں سے اردو کے افسانوی ادب میں ایک خاص پہچان بنانے والوں میں خود کو شامل کیا ہے۔

کہتے ہیں ان کے افسانے جو ہندو پاک کے مشہور جریدوں میں شائع ہو کر، ان کی شہرت دوام کا باعث ہوتے ہیں ان میں دو مقبول ترین ناول بھی شامل ہیں جو ''بولومت'' (۱۹۹۰ء) اور ''فرات'' (۱۹۹۲ء) کے نام سے لکھے گئے ہیں متذکرہ دونوں ناول اپنے تازہ اور دل فگار موضوعات کی بنا پر بہت کامیاب ہیں اور اردو کے بہترین ناولوں میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے۔

ڈاکٹر حسین الحق کی طرز نگارش کے بارے میں ڈاکٹر قیام نیر کے خیالات فاروق ارگلی کی کتاب ''جواہر عظیم آباد'' سے نقل ہے۔

''حسین نے ماضی کے حالات، علامتوں کے پُر پیچ تنوع کے ساتھ پیش کیا ہے خصوصیت سے تقسیم ہند کے بعد ہونے والے ہولناک واقعات کو

فرقہ ورانہ فسادات کے اثرات، سماج میں پھیلی ہوئی بدعنوانی، گندگی، تہذیبی زوال اورجنوبی مشرقی ایشیاکے سیاسی پس منظر کو بڑے پراسرار انداز میں پیش کیا ہے۔''

حسین الحق نے اپنے افسانوں میں ذکر کردہ تمام واقعات، حالات اور مسائل کو الگ الگ زوایے سے پہلے پرکھا پھر دانش مندی اور فن کاری سے تحریری شکل دے کر افسانہ بنایا ہے کوشش سعی اور پرخلوص عمل ہی کا بہترین نتیجہ ہے کہ ان کے افسانے سونے جیسی چمک اور ہیروں جیسی دمک رکھتے ہیں۔

۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت کا دل شکن نظارہ دیکھنے کو ملا ہم نے، آپ نے اور حسین الحق نے بھی اس دل شکن عمل کو آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا دنوں، مہینوں اور برسوں اس دل شکستہ عمل نے انہیں شب وروز مجروح بھی کیا اور مجبور بھی بے دینوں کے اس جارحانہ عمل کو انہوں نے الگ الگ زاویے اور مختلف نظریے سے من کی آنکھوں سے اور کبھی دل کی آنکھوں سے دیکھا بھی اور تجزیہ بھی کیا، مشاہدہ اور عمیق فکر کا حصہ بھی بنایا پھر اس پر عمل بھی کیا اور دل لگتا افسانہ 'نیو کی اینٹ' کی شکل میں پڑھنے والوں تک پہنچایا جس نے آنسو رلایا اور دل گرفتہ بھی کیا، یہ ضرور ہے کہ اس کار عظیم میں برسوں لگ گئے۔

حسین الحق کی دوسو سے کہیں زیادہ کہانیاں اردو دنیا کے ہر اس جریدہ میں شائع ہوئیں جن کے مدیران نے ان کی تحریر اور خیال کو جانچا، پرکھا اور پسند کیا حسین الحق نے اپنی تخلیقات کے ذریعے نہ صرف ملکی، سماجی، مذہبی اور سیاسی زبوں حالی کی صورت گری کی بلکہ انسان دوستی کے مخفی اور سوئے جذبے کو بیدار بھی کیا، ساتھ ہی ہندوستان کی ملی جلی مشترکہ تہذیب کو فروغ دینے کی بھی سعی بلیغ کی کہ ملک ہندوستان کے باشندوں کے درمیان اتحاد واتفاق اور رواداری کا فروغ ہوتا کہ جذبہ یک جہتی کی توسیع ہو۔

حسین الحق کے افسانوں کے موضوع اور طرز تحریر کے متعلق اہل قلم نے مختلف باتیں کہی ہیں، کلام حیدری مدیر'' آہنگ'' وہاب اشرفی مدیر مباحثہ، ڈاکٹر قیام نیّر، طارق سعید اور ناہیدہ خاتون نے بھی ان کے فن وہنر اور شخصیت پر بڑے قیمتی مضامین لکھے ہیں جن سے وافر مقدار میں کارآمد معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

''کسی نے کہا کہ حق و باطل کی کشمکش ان کا خاص موضوع رہا ہے، ان کے یہاں حالات حاضرہ کے تناظر میں تاریخی واقعہ بھی نئے منظر کا جزو بن جاتا ہے۔''

''......کسی نے کہا کہ حسین الحق کے افسانے مسائلی ہیں، ان کے یہاں مسئلہ ایک فکر کی صورت اختیار کر کے تخلیق کی جوت جگاتا ہے۔''

''......کسی نے کہا کہ حسین الحق اپنے افسانوں میں تمثیلی اور داستانی انداز اس طرح اختیار کرتے ہیں کہ جس طرح انتظار حسین۔''

''......کسی نے کہا کہ حسین الحق کے پاس روایتوں کا خزانہ ہے وہ انہیں عہد جدید کے Relevent بنا کر پیش کرتے ہیں۔''

لیکن سچ بات تو یہ ہے کہ خود حسین الحق کو اپنے افسانوں کی عظمت کا اندازہ نہیں ہوا، ان کا ہر افسانہ دیرپا اثر رکھتا ہے کیونکہ انہوں نے زندگی کی سچی تلخیوں کو ہی تخلیقی روپ ریکھا دی ہے۔

اب مضمون کے اختتام پر یہ بھی بتا تا چلوں کہ ۲رنومبر ۱۹۴۹ء کو شہر سہرام (بہار) کے مشہور عالم دین صوفی انوار الحق شہودی صاحب نازش کے گھر آنے والا یہ مہمان ۲۳ر دسمبر ۲۰۲۱ء کو کینسر کے جان لیوا مرض سے جھوجھتے ہوئے پٹنہ کے میدانتا اسپتال میں صبح تقریباً ۹ بجے اس دار فانی سے کوچ کر گیا، تدفین آبائی وطن سہرام میں ہوئی...... حسین الحق اپنی تلخ، تندوشیریں ادبی وشعری شناخت کی بنا پر اردو میں ہمیشہ زندہ وپائندہ رہیں گے۔ انشااللہ

خاک ہو کہ بھی مہکتے ہیں گلابوں کی طرح
چند چہرے جو مقدس ہیں کتابوں کی طرح

☆☆☆

(قیصر واحدی: اخباری دنیا سے عالمی شہرت تک'' کا بقیہ)

مدیر اعلیٰ بنے۔ بعد میں یہ اخبار قیصر واحدی کو سونپ دیا گیا۔ جس کا ڈکلیریشن انہوں نے ہندی زبان میں بھی کرایا یہ اخبار ۱۹۷۷ء میں رجسٹرڈ ہوا تھا۔

قیصر واحدی سے پوچھا گیا کہ آپ کی ترقی کا راز کیا ہے، تو انہوں نے بڑے فخر سے کہا'' کہ میری ترقی کی راہ میں دو عورتیں کارفرما ہیں اور وہ دونوں میری ماں ہیں، ایک میری حقیقی والدہ ہیں اور دوسری میری مادری زبان اردو ہے''

قیصر واحدی کی کتاب ''متاعِ قیصر'' سے چند پسندیدہ اشعار پیش ہیں۔

چلے تھے ساتھ مگر ہم سفر نہ تھا کوئی۔ بچھڑ گئے تو بہت کارواں نے یاد کیا
ہم خوش ہیں کسی کا کوئی احساں نہیں ہم پر۔ ہم اپنی خودی کا کوئی سودا نہیں کرتے
مومن کے لئے آبِ بقا جامِ شہادت۔ اسرار ہے اک واقفِ اسرار ہیں ہم لوگ
قیصر گل ولالہ کی حفاظت ہے ضروری۔ کرنی ہے بسر عمر جو شاہانہ چمن میں
خدائے پاک تو توبہ کی لاج رکھ لینا۔ شمار کر کے فرشتے مرے، گناہ گئے

ایک قطعہ

گردشِ دوراں مٹا سکتی نہیں۔ زندگی میری ہے تخلیقات میں
غیر فانی نقش ہے میرا وجود۔ موت کیوں بیٹھی ہے میری گھات میں

☆☆☆

سید خادم رسول عینی
C/o Sk.Rasool
Flat No-103
Vishnu Apartment
Birla Gate-Kurnool-518001 (AP)

شکستِ ناروا

بزمِ غوث الوریٰ کے دسویں انعامی مشاعرے میں مصرع طرح دیا گیا تھا

"رسولِ اکرم حبیبِ داور کا ہر صحیفے میں تذکرہ ہے"

یہ مصرع دیکھ کر ایک صاحب نے مجھے ان باکس کیا کہ اس مصرع میں شکستِ ناروا کا عیب ہے، کیونکہ مصرع کے پہلے نصف حصے میں فقرہ ختم نہیں ہوا اور "کا" پہلے حصے میں آنا چاہئے تھا۔ بزمِ تاج الشریعہ کے گزشتہ مشاعرے میں بھی ایک دوسرے صاحب نے شعراء کے چند اشعار پر ریمارک لکھا کہ ان مصاریع میں شکست ناروا کا عیب ہے کیونکہ مصرعوں کے پہلے نصف میں فقرہ ختم نہیں ہوا ہے۔

تو آیئے سمجھتے ہیں کہ شکستِ ناروا کسے کہتے ہیں۔ شکستِ ناروا کا اطلاق کن بحروں میں ہوتا ہے۔ معترضین نے جس ترکیب پر اعتراض کیا اور شکست ناروا کا فتویٰ صادر فرمایا۔ ایسی ترکیب استاد شعراء کے اشعار میں بھی ملتی ہے۔ مثال کے طور پر امام احمد رضا خاںؒ کا یہ شعر دیکھیں۔

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا

حجر کے صدقے، کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

اس شعر کے افاعیل ہیں "مفاعلاتن، مفاعلاتن، مفاعلاتن، مفاعلاتن" اولیٰ میں پہلے دو ارکان کعبہ پر ختم ہو گئے، لیکن ثانی میں پہلے دو ارکان "تل" پر ختم ہوئے۔ معترضین کا کہنا ہے کہ پہلے دو ارکان "تل میں" ختم ہونے چاہئے تھے اور چونکہ ایسا نہیں ہوا ایسی ترکیب کو شکست ناروا کہتے ہیں۔

کیا یہ واقعی شکست ناروا ہے؟ کیا ایسی ترکیب معائب سخن میں شامل ہے؟ ہرگز نہیں۔ ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اس شعر کے افاعیل ہیں "متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن" اولیٰ میں پہلے دو ارکان "منتظر" پر ختم ہو گئے لیکن ثانی میں دو ارکان "رہے" پر ختم ہوئے۔ معترضین کا کہنا ہے کہ پہلے دو ارکان "رہے ہیں" پر ختم ہونے چاہئے تھے اور چونکہ ایسا نہیں ہوا، ایسی ترکیب کو شکست ناروا کہا جاتا ہے۔

کیا یہ واقعی شکست ناروا ہے؟ کیا ایسی ترکیب معائب سخن میں شامل ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر شکست ناروا کسے کہتے ہیں؟

شکست ناروا کو سمجھنے کے لیے پہلے دوہا کے ارکان سمجھتے ہیں۔ کیونکہ شکست ناروا کا اطلاق دوہا میں ہوتا ہے۔ دوہا کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں۔

فعلن فعلن فاعلن، فعلن فعلن فاع

استادِ گرامی علامہ سید اولادِ رسول قدسی کا ایک دوہا ملاحظہ فرمائیں۔

اعلیٰ نعمت ہے زباں، اس کا رکھیے پاس

دیتے ہیں خود کو ضرر، بے جا قیل و قال

اس کی تقطیع یوں ہے۔ فعلن۔۔اعلیٰ، فعلن۔۔نعمت، فاعلن۔۔ہے زباں، فعلن۔۔اس کا، فعلن۔۔رکھیے، فاع۔۔پاس۔

اگر اولیٰ یوں ہوتا، "اعلیٰ نعمت ہے لب اس کا رکھیے گا پاس"

تو اس کی تقطیع یوں ہوتی فعلن۔۔اعلیٰ، فعلن۔۔نعمت، فاعلن۔۔ہے لبس، فعلن۔۔کا رکھ، فعلن۔۔یے گا، فاع۔۔پاس۔

اس خود ساختہ مصرع میں شکست ناروا ہے کیونکہ بحر کا پہلا حصہ "لب اس" پر ختم ہو رہا ہے جب کہ لب پر ختم ہونا چاہئے تھا جیسا کہ علامہ قدسی کے اصل مصرع "اعلیٰ نعمت ہے زباں اس کا رکھیے پاس" میں زباں پر ختم ہو رہا ہے۔ اور دوسرے نصف حصے میں ایک مکمل فقرہ "اس کا رکھیے پاس" آ رہا ہے اور دوہا کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے کہ فعلن فعلن فاعلن میں مصرع کا ایک فقرہ ختم ہو جانا چاہئے، اگر ایسا نہیں ہوا تو ایسے مصرع کو عیبی کہا جائے گا اور اس عیب کو شکستِ ناروا کہا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا مثال سے یہ مزاج ملا کہ شکست ناروا کا اطلاق دوہا کی بحر پر ہوتا ہے اور دوہا میں کل بارہ ارکان ہوتے ہیں۔

فعلن فعلن فاعلن، فعلن فعلن فاع

فعلن فعلن فاعلن، فعلن فعلن فاع

گویا شکست ناروا کا اطلاق بارہ رکنی سولہ رکنی یا اس سے زیادہ ارکان والی بحروں میں ہوتا ہے یعنی شکست ناروا کا اطلاق مسدس اور مثمن بحروں میں نہیں ہوتا۔ علامہ رضا بریلوی اور ڈاکٹر اقبال کے مذکورہ اشعار مثمن بحروں میں ہیں۔ لہٰذا شکست ناروا کا اطلاق ان اشعار میں نہیں ہوگا اور یہ دونوں اشعار شکست ناروا کے عیب سے پاک ہیں۔

مندرجہ بالا تجزیے سے یہ پتہ چلا کہ شکست ناروا کا اطلاق ان بحروں میں نہیں ہوگا جیسے

مفاعلاتن، مفاعلاتن، مفاعلاتن، مفاعلاتن
متفاعلن ،متفاعلن ،متفاعلن ،متفاعلن
مستفعلن، مستفعلن، مستفعلن، مستفعلن
فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن
فعولن، فعولن، فعولن، فعولن

اوراس قسم کی مثمن بحریں۔

لیکن مسدس اور مثمن بحروں کو اگر مضاعف کر دیں یعنی کہ مسدس کو بارہ رکنی اور مثمن کو سولہ رکنی کر دیں تو شکست ناروا کا اطلاق ہوگا یعنی ان بحروں پر شکست ناروا کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

فعولن، فعولن، فعولن، فعولن، فعولن، فعولن، فعولن، فعولن
فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن

اوراس قسم کی سولہ رکنی یا بارہ رکنی یا اس سے بھی زیادہ ارکان کی بحریں

علامہ ارشدالقادری کا یہ شعر دیکھیں۔

سامنے جلوہ گر پیکرِ نور ہو، منکروں کا بھی سرکار رشک دور ہو
کر کے تبدیل اک دن لباسِ بشر، دونوں عالم کے سرکار آ جایئے

اس شعر کے افاعیل یہ ہیں

فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن
فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن

یعنی کہ یہ بحر سولہ رکنی ہے

علامہ کے شعر کے اولیٰ مصرع کا تجزیہ کریں ،مصرع کا پہلا فقرہ"سامنے جلوہ گر پیکرِ نور ہو"بحر کے پہلے حصے میں ختم ہو گیا اور فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن کے وزن پر لکھا گیا دوسرا فقرہ "منکروں کا بھی سر کار رشک دور ہو" کا وزن ہے فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ۔لیکن اگر اولیٰ یوں ہوتا، سامنے جلوہ گر آپ ہوں، منکروں کا بھی اے مرے سرکار رشک دور ہو اس خود ساختہ مصرع میں پہلا فقرہ "سامنے جلوہ گر آپ ہوں" کا وزن ہے فاعلن ،فاعلن ،فاعلن اور دوسرے فقرے "منکروں کا بھی اے میرے سرکار رشک دور ہو" کا وزن ہے فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ،فاعلن ۔چونکہ مصرع کا پہلا فقرہ بحر کے نصف حصے تک نہیں پہنچا اور دوسرے فقرے کا ایک لفظ منکروں پہلے نصف حصے میں ہی رہا۔ یہ ترکیب شکست ناروا کے زمرے میں داخل ہو جایے گی۔اور ایسا مصرع عیب دار ہوگا۔ کیونکہ جب اس طویل بحر کی قرأت کریں گے تو مصرع کے پہلے حصے نصف حصے میں وقف لازم ہے۔دوہا کی طرح۔

مندرجہ بالا تجزیے سے یہ ثابت ہوا کہ شکست ناروا کا اطلاق "مفاعلاتن، مفاعلاتن، مفاعلاتن، مفاعلاتن بحر پر نہیں ہوگا ۔لہٰذا بزمِ غوث الوریٰ میں دیے گئے مصرع "رسولِ اکرم حبیبِ داور، کا ہر صحیفے میں تذکرہ ہے" میں شکست ناروا نہیں ہے۔

☆☆☆

سکینہ سراج
NearFCI.Quarters.DaliGanj
Andaman.744103

زخمی پرندہ

میرے سامنے آ کر وہ ڈھب سے گرا
تر بتر تھا خون سے
بیچارہ ایک معصوم کبوتر
نہ جانے کیوں یہاں تک آیا
کہ اسے بننے پڑا شکاری کا نشانہ
بڑا حسین تھا وہ زخمی کبوتر
تھیں صیاد کی اس پر ناپاک نظریں
مگر اس بات سے بے خبر تھا وہ
اس زخمی کبوتر کو میں نے ہاتھوں میں لے کر
اس کے زخم پر پٹی لگائی
جس دن اس کے زخموں سے کھلی پٹی
وہ میرے ہاتھوں سے نکل کر اڑنے لگا
بلندیاں طے کرنے لگا
مثلِ شاہین
یہ دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی

☆☆☆

رفعت کنیز
No:1-98/28,SaiNagar
MadhapurHyderabad-500081
(Telengana)

عاشقِ رسول: سید خادم رسول عینی

سید خادم رسول عینیؔ صاحب کی نعتیہ شاعری عشقِ رسول کی سرشارانہ کیفیت سے مملو ہے۔ شاعرانہ انداز میں عقیدت کے ساتھ اپنی محبت کو بیان کرتے ہیں ۔بے شک آج بھی اس گلستانِ جہاں میں حبِ رسول ﷺ کے پھول کھلتے رہتے ہیں۔ آپؐ کی محبت میں ان کی شان میں گیت گنگناتے رہتے ہیں ۔ آپؐ کی محبت کا اظہار دلکش انداز میں بیان کرتے ہیں۔ یہ محبت کی ابتدا نہیں بلکہ انتہا ہے جس کی کوئی حد نہیں ۔ایک عام امّتی اگر رسول ﷺ سے عشق کر بیٹھے تو دونوں جہان میں اس کا مقام بڑھ جاتا ہے۔

جب صحابہؓ آپ ﷺ سے محبت کرتے تھے تو آپ ﷺ پر جان قربان کر دیا کرتے تھے۔ تمام صحابہؓ اپنی محبت کا اظہار اس انداز میں کیا کہ آپ ﷺ کی خاطر اسلام کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ جو بھی شخص آپ ﷺ کے خلاف جاتا تو اس سے جنگ کا اعلان کیا کرتے تھے۔ اس دور میں مقدس صحابہ آپ ﷺ کی محبت میں دل و جان فدا کرتے تھے۔ اپنا سب کچھ قربان کیا کرتے تھے۔ ''آج کے دور میں وہ صحابہؓ تو نہیں ہیں لیکن ایسے عاشق رسول ہیں جو آپ ﷺ کی محبت میں، آپ ﷺ کی عظمت میں، آپ ﷺ کی مدحت میں اپنے جذبۂ عشق سے کئی لوگوں کے دلوں کو فتح کرتے ہیں۔ ان کا جذبۂ عشق جو اپنے رسول ﷺ سے کرتے ہیں، اپنی اس محبت کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ جو پڑھنے اور سننے لگے وہ بھی آپ ﷺ سے محبت کر بیٹھے۔ جس دل میں آپ ﷺ کی محبت ہوگی وہ دل تمام ندامت سے پاک ہوتا ہے، وہ دل خوبصورت کے ساتھ ساتھ، بہت خاص ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کو بھی اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی، ہر وقت آپ ﷺ اپنی امت کے لیے فکرمند رہتے تھے۔ اور امت کے لیے ہر وقت دعائیں کیا کرتے تھے۔ اور میرے نبی ﷺ کی دعا جس امت کے حق میں بھی قبول ہوتی ہے وہ امتی، بہت خاص ہوتا ہے، اور ایسے ہی ایک خاص امتی ''نازشِ ملت'' سلطان الشعر و معلم الشعراء سید خادم رسول عینیؔ ہیں''، جنھوں نے اپنے جذبات، اپنے احساسات کو اپنی محبت کو جو نبی ﷺ سے کرتے ہیں وہ اپنے شاعرانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ان کے اس جذبۂ عشق نے لاکھوں دلوں پر فتح حاصل کیا ہے۔ آپ نے کلام میں نہ صرف اپنے عشق کا اظہار کیا ہے بلکہ آپ ﷺ کی عظمت، آپ ﷺ کا مقام، آپ ﷺ کی حقیقت اور آپ ﷺ کی صداقت کو بیان کیا ہے۔

''خادم رسول عینیؔ'' صاحب نے بہت سارے کلام جو عشقِ رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار ہیں جن میں آپ نے آپ ﷺ کی عظمت کو بہترین انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ کا ایک شعر یوں ہے۔

حق راستہ دکھانے کو تشریف لائے وہ
گمراہیوں کے آگئے اب بے بسی کے دن

واقعی ''سید خادم رسول عینیؔ'' صاحب نے درست فرمایا کہ جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو حق جیت گیا اور باطل ہار گیا۔ اور جو گمراہ تھے ان کا پھر کوئی بس نہ چلا، جب آپ ﷺ نے مکہ کو فتح کیا اور سارے بتوں کو گرا دیا جو خدا بنے بیٹھے تھے۔ اور ان بتوں کو پوجنے والوں کو دعوت اسلام کی طرف بلایا گیا اور خدائے واحد کی تعلیم دی اور اس کام میں صحابہ کرام نے آپ ﷺ کا بہت ساتھ دیا تھا۔ تمام صحابہ کرام آپ ﷺ کی محبت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔

الحمد للہ آپ ﷺ کی کوششوں نے آپ ﷺ کی محبت میں صحابہ کرام نے جو قربانیاں دی ہیں، اس کی وجہ سے آج ہمارا مذہبِ اسلام سلامت ہے۔

آج صحابہؓ کا دور نہیں ہے لیکن اس دور کا عکس، آپ ﷺ کی محبت کا احساس آج بھی بہت سارے لوگوں کے دلوں میں زندہ ہے۔ جو شخص آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں وہ آج کے دور کے چمکتے ستارے ہیں۔ جو عشق رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کی عظمت کو ساری دنیا میں روشن کروانا چاہتے ہیں۔ آج کے اس دور میں صحابہؓ کی تلوار تو نہیں اور نہ کوئی تیر ہے لیکن اس دور میں وہ امتی ہے جس کا دل عشق رسول ﷺ کے جذبہ سے بھرا ہے۔ وہ اپنے عشق کو شاعرانہ انداز میں کلام کے ذریعہ اپنی محبت اور وفا کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے دین اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔

''خادم رسول عینیؔ'' صاحب کا ایک اور شعر جس میں انہوں نے اپنی محبت کو یوں ظاہر کیا ہے، ملاحظہ کریں۔

طیبہ کی سرز میں پہ مری حاضری کے دن
سب سے حسیں ترین تھے وہ دل کشی کے دن

اس شعر سے ان کا عشق عیاں ہوتا ہے۔ ''خادم رسول عینیؔ صاحب نے صرف اشعار نہیں کہے بلکہ آپ نے عشقِ رسول ﷺ کے جذبہ کے ساتھ ساتھ امتی ہونے کا حق ادا کیا ہے ۔آپ نے لاکھوں دلوں کو جیت کر ان کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کے جذبہ کو بڑھایا ہے۔ اس لئے خادم رسول عینیؔ کو عشق رسول ﷺ کا روشن ستارہ کا لقب دیا جانا چاہئے۔ آپ

ہر محفل کی شان بڑھاتے ہیں۔ خادم رسول عینیؔ صاحب پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ "خادم رسول عینیؔ" صاحب کی طرح ہم سبھی کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کا جذبہ ہو اور عاشقانِ رسول ﷺ میں ہمارا بھی نام ہو۔

خادم رسول عینیؔ" کی کتاب "رحمت ونور کی برکھا" کو ہم اگر پڑھیں گے تو ہمیں علم ہو جائے گا کہ عینیؔ صاحب کس قدر نبی ﷺ کے عشق میں ڈوب کر اپنی محبت اور اظہار عقیدت کو بیان کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ پاکیزہ سوچ اور نفاست کا اندازہ بھی ہوتا ہے

کیسے شکر ادا کروں "خادم رسول عینیؔ" صاحب کا کہ ہم سب ؔ ◾وں کے لیے ایک ادنیٰ کنیز تھے ہم مگر خادم رسول عینیؔ نے ہمیں وہ مقام دیا ہے جو بڑی سے بڑی ہستیوں کو بھی نہیں ملا۔ ہمیں اپنے دائرۂ حلقہ میں لے کر غوث الاعظم دستگیرؒ سے وابستہ کر کے ہمارے لیے ان راہوں کو ہموار کیا ہے جن پر چل کر ہم اپنی آخرت بہتر بنا سکیں۔

آج کے اس دور میں ہر انسان تنہا ہے، سب کے ہوتے ہوئے بھی وہ اکیلا ہے گمراہیوں کا شکار ہے، جس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں۔ لیکن خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی زندگی میں "خادم رسول عینیؔ جیسا بہترین شخص شامل ہو۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے۔

خادم رسول عینیؔ جو ایک عظیم شاعر ہیں ہزاروں نعتیں آپ نے لکھی ہیں۔ آپ کے اخلاق، آپ کے حسنِ سلوک اور آپ کی سادگی نے ہزاروں دلوں کو جیت لیا ہے۔ کاش ہمارے پاس مزید الفاظ ہوتے جو ہم خادم رسول عینیؔ کے لیے کہہ سکتے۔ ہاں اتنا ضرور کہیں گے کہ آپ وہ مشعل ہیں جس نے ہزاروں زندگیوں کو روشن کیا ہے اور ہزاروں دلوں میں ایمان اور اسلام کی محبت کو بڑھایا ہے۔ نبی ﷺ کی شان اقدس میں عینیؔ صاحب نے جو کلام کہے ہیں اور نعتیں لکھی ہیں ان سب نے ہزاروں کی سوچ اور ہزاروں کے دلوں کو بہتر بنا دیا ہے۔ آپ آج کے دور کے عظیم شاعر ہیں اور ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کے رہنما بھی ہیں۔ ہم خود کو خوش نصیب سمجھتے ہیں کہ ہم آپ سے وابستہ ہیں۔ ☆☆☆

(قیصر واحدی: اخباری دنیا سے عالمی شہرت تک" کا بقیہ)

مدیر اعلیٰ بنے۔ بعد میں یہ اخبار قیصر واحدی کو سونپ دیا گیا۔ جس کا ڈکلیریشن انہوں نے ہندی زبان میں بھی کرایا یہ اخبار ۱۹۷۷ء میں رجسٹرڈ ہوا تھا۔

قیصر واحدی سے پوچھا گیا کہ آپ کی ترقی کا راز کیا ہے، تو انہوں نے بڑے فخر سے کہا "کہ میری ترقی کی راہ میں دو عورتیں کارفرما ہیں اور وہ دونوں میری ماں ہیں، ایک میری حقیقی والدہ ہیں اور دوسری میری مادری زبان اردو ہے"

قیصر واحدی کی کتاب "متاعِ قیصرؔ" سے چند پسندیدہ اشعار پیش ہیں۔

چلے تھے ساتھ مگر ہم سفر نہ تھا کوئی۔ بچھڑ گئے تو بہت کارواں نے یاد کیا

ہم خوش ہیں کسی کا کوئی احساں نہیں ہم پر۔ ہم اپنی خودی کا کوئی سودا نہیں کرتے

مومن کے لئے آبِ بقا جامِ شہادت۔ اسرار ہے اک واقفِ اسرار ہیں ہم لوگ

قیصرؔ گل ولالہ کی حفاظت ہے ضروری۔ کرنی ہے بسر عمر جو شاہانہ چمن میں

خدائے پاک تُو توبہ کی لاج رکھ لینا۔ شمار کر کے فرشتے مرے، گناہ گئے

☆☆☆

سراج زیباؔئی
1stFloor.AnandraoBadavane
1stCross.Shivamogga-577205
Mob-8296694020

محبت کی زباں

یہ مری اردو زباں، یہ سارے جگ کی شان ہے
میرا دل ہے، میری دھڑکن، ہے یہ میری جان ہے
کتنی شیریں، کتنی دلکش کس قدر ہے بے مثال
آج بھی تو ہے وجود اس کا بڑا ہی لازوال
سب کا دل یہ جیت لیتی ہے، یہ ہے اس کا کمال
قدر و قیمت اس کی بڑھتی ہی رہی ہر دور میں
اہمیت گھٹتی نہیں اس کی کسی بھی طور میں
ساتھ ہی چلتے ہیں ہم دونوں اردو اور میں
کیوں تعصب ہم کریں یہ ہے محبت کی زباں
سارے جگ کو فتح کرتی یہ اخوت کی زباں
سب پہ غالب اور اس کا بلند اقبال ہے
یہ ہے میرِ کارواں دشمن کے آگے ڈھال ہے
تاج سر سید کا اور شبلی سے مالا ل ہے
سب کے دل میں گھر بنا لینے میں بھی ماہر ہے یہ
اور سوجادو جگانے میں بڑی ساحر ہے یہ
اب کہاں اردو زباں رہنے لگی آسودہ حال
حیف میں کیسے بتاؤں جو ہے اب اردو کا حال
سب نظر آتے ہیں اب اس کے حریف
اس لیے دکھ ہے مجھے اور دل کو میرے ہے ملال

☆☆☆

شاذیہ امان
C/O Jawed Thekedar
Imli Bagh Chowk
Kamptee-441001(M.S)
Nagpur

قیصر واحدی: اخباری دنیا سے عالمی شہرت تک

کامٹی شہر ادب کا گہوارہ ہے جہاں شعرائے کرام نے اپنے فکر و فن کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ آج ایسے شعرا چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیں گے۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی شاعر یا ادیب کی زندگی کے حالات کوئی سند یافتہ ہی لکھے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کوئی شاعر یا ادیب سند یافتہ ہی ہو۔

میں اس وقت ایم اے فائنل کی طالبہ ہوں۔ میں فخر محسوس کرتی ہوں کہ ایک شاعر جن کا نام ہندوستان کی سرزمین کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی یاد کیا جاتا ہے ان کی سوانح عمری لکھنے کا شرف حاصل کر رہی ہوں۔

وہ ہیں کامٹی شہر کے قیصر واحدی جنہوں نے شعری نشستوں اور مشاعروں کے علاوہ اخباری دنیا میں قدم رکھا اور یہاں پر بھی انہوں نے اپنی شاعری کی اہمیت کا پرچم لہرایا۔ آج اخباروں اور رسالوں میں ان کی تخلیقات زینت بنتی ہیں۔ سب سے پہلے ان شعرائے کرام کے حلقے سے قیصر واحدی کا ہیولیٰ لے کر چلتی ہوں جہاں قیصر واحدی نے اپنی عمدہ شاعری کی چھاپ چھوڑی ہے۔

زمانہ یاد کرے گا مجھے بھی اے قیصرؔ
میں اپنی چھاپ زمانے میں چھوڑ جاؤں گا

یہ ان دنوں کی بات ہے جب کہنہ مشق شاعروں کا غلبہ مشاعروں پر تھا۔ ان شعرا میں غازی نواب، ناطق گلاوٹی، شاطر حکیمی، زین العابدین عابد، انوار الشعرا انور، طرفہ قریشی، ناظم انصاری، جلیل ساز، عبدالغفار راغب، سہیل رجب علی، کیفی اسماعیلی، یوسف سوز، خنجر منظر، عزیز قدوسی، شاہد کبیر، انیس آغائی، ریاض شمس، تابش حلیمی، جملوا، صدیق بے ڈھب، منشاء الرحمٰن منشاء، عبدالرب عرفان، اقبال اشہر، خلش قادری، منظور شاکر، روش جعفری، ظہیر حیدری، عبدالرحیم نشتر، یونس افسر، غیور جعفری، مدحت الاختر، عارف جمالی کا بول بالا تھا۔

لیکن یہاں ذکر قیصر واحدی کا کرنا ہے۔ قیصر واحدی کو نوجوانی سے ہی شاعری کا شوق رہا تھا۔ ان کی پہلی نظم "روح کا بوجھ" جو آزاد نظم تھی "نگینہ" کشمیر میں شائع ہوئی تھی جب وہ گیارھویں جماعت کے طالب علم تھے۔ اس کے بعد وہ ارتقائی سفر پر چل پڑے۔

قیصر واحدی انور الشعراء انور، حضرت شاطر حکیمی، کیفی اسماعیلی، سوز، نظر رشیدی، انیس آغائی، اقبال اشہر کی صحبت سے فیض اٹھایا۔ یوسف شوز اور نظر رشیدی سے شاعری کے ساتھ فارسی زبان میں بھی مہارت حاصل کی۔۔

علمِ عروض کالج کے زمانے میں منشاء الرحمٰن خاں سے اور لسانیات اور اردو زبان کی پوری معلومات مدحت الاختر سے حاصل کی۔ اس کے بعد شاطر حکیمی کے شاگرد بنے اور ان سے شاعری کے دوسرے لوازم سیکھے۔ اقبال اشہر کی صحبت میں جدید شاعری کا آغاز کیا۔ اس وقت عبدالغفار راغب بڑے بے باکانہ انداز میں شاعری کرتے تھے۔ مگر قیصر واحدی صرف قطعات سے زمانہ کے حالات پر ضرب لگاتے تھے یہ دیکھ کر انیس آغائی نے مشورہ دیا کہ قطعات کی بجائے غزلیں کہو۔ انھیں کے مشورے پر اپنا قلمی نام قیصر واحدی رکھا۔

جیسا کہ مندرجہ بالا سطروں میں کہہ چکی ہوں اس وقت بہترین شعرائے کرام اپنے کلام کا جوہر دکھا رہے تھے۔ ایسے بلند پایہ شعرا میں کسی ابھرتے ہوئے شاعر کا اپنا مقام بنانا بہت دشوار امر تھا تاہم قیصر واحدی نے مشق و مزاولت جاری رکھا اور مشاعروں میں پابندی سے شرکت کرتے رہے۔

اسلامیہ اسکول ناگپور کے ایک مشاعرے میں قیصر واحدی کی غزل کی خوب سراہنا کی گئی تھی۔ یہ مشاعرہ زین العابدین عابد کی صدارت میں ہوا تھا۔ ان اشعار پر انھیں خوب داد ملی تھی۔

بات کرنے میں ہے حیا مانع۔ شرم سے سر جھکایے جاتے ہیں
ناز تھا جن کی دوستی پہ ہمیں۔ وہ بھی دامن چھڑایے جاتے ہیں

مشاعرے میں پذیرائی نے قیصر واحدی کے حوصلوں کو جلا بخشی۔ اس طرح وہ شاعری کی دنیا میں آہستہ آہستہ قدم جمانے لگے۔

اچھی صحبت انسان کو سونا بنا دیتی ہے۔ کسی زمانے میں قیصر واحدی اسکول میں اسٹوڈنٹ کمیٹی کے مخالف لیڈر رہا کرتے تھے، مگر کالج کے زمانے میں انھیں شعبۂ

اردو کا صدر منتخب کیا گیا تھا۔

کالج میں وہ خود بھی مشاعرہ اور کوی سمیلن کا اہتمام کرتے تھے۔ان مشاعروں میں کامٹی اور ناگپور کے مشہور شاعر کو مدعو کیا جاتا تھا۔قیصر واحدی اس میں بھی حصہ لیتے۔کالج کے سالانہ پروگرام کے ایک مشاعرہ میں ان کی ایک غزل کو خوب سراہا گیا۔اس غزل کے دو اشعار ملاحظہ ہوں

آدمی تہہ کو پا نہیں سکتا۔زندگی آگ کا سمندر ہے
چارہ جوئی تو کر رہے ہیں طبیب۔آگے بیمار کا مقدر ہے

یہ غزل مارس کالج کے مشاعرے میں پڑھی گئی تھی۔بھوپال کے بی۔ ایڈ کالج میں وہ شاعری اور بیت بازی میں حصہ لیتے۔بیت بازی کے مقابلے میں وہ زیادہ تر اپنے ہی اشعار پیش کرتے تھے۔اس کے علاوہ ایک شعری مقابلے میں دوسرا انعام بھی حاصل کیا تھا۔باقاعدہ انہیں سند بھی ملی تھی۔قیصر واحدی کے دو اشعار ملاحظہ ہوں۔

کوچۂ یار میں تم جا کے منادی کر دو
سر بکف ہے کوئی آجایے وہ صمصام کے ساتھ
خون ہونا ہے تمناؤں کا اک دن قیصرؔ
رنگ لائے گی محبت کبھی الزام کے ساتھ

تعلیمی دور کے بعد قیصر واحدی کی پہلی غزل بیسویں صدی دہلی میں مارچ ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی غزل کی پذیرائی پر بہت سارے خطوط دستیاب ہوئے اس غزل کے دو اشعار پر خوب داد ملی۔

آج کھلی آنکھوں سے اپنی۔دیکھ رہا ہوں سپنے کل کے
آئے ہو تو بیٹھ بھی جاؤ۔مہماں ہم ہیں پل دو پل کے

کامٹی اور ناگپور کے مشاعروں میں انہوں نے اپنا مقام دھیرے دھیرے بنانا شروع کر دیا۔مگر چند سالوں میں کچھ معیاری شاعر اس دنیا سے چل بسے مشاعروں کی آن بان ختم ہوتی نظر آئی۔زین العابدین عابدؔ، جملوا انصاری، شاطر حکیمی، ناظم انصاری، طرفہ قریشی، تابش حلیمی، عزیز قدوسی، صدیق بے ڈھب، منشاء الرحمٰن منشا اور دیگر شعرائے کرام داغِ مفارقت دے گئے۔پھر نئے شعراء کا زمانہ آیا جن کی شاعری میں جدت پسندی اور عصری ادب کا رجحان نمایاں نظر آتا ہے۔

فلسفہ موت و زیست کا یہ ہے۔یہ گیا ہے اور وہ آ گیا کوئی

لہٰذا قیصر واحدی نے مشاعرہ میں پڑھنا چھوڑ کر اخباری دنیا میں قدم رکھا۔جہاں پر انہوں نے مقامی اور غیر مقامی اخباروں میں جگہ بنانا شروع کیا۔معیارِ قوم (دھولیہ) میں ان کی غزلیں کم اور افسانے زیادہ نظر آنے لگے۔شاعری کی طرح وہ بڑی بے باکی سے سماج کے ٹھیکے داروں پر نشتر زنی میں مصروف نظر آنے لگے۔اور شعر و ادب کے علاوہ افسانہ نویسی میں اپنا سکہ جمانے لگے۔جب کہ انہوں نے مقالات اور سیاحت کے مضامین کو چھوڑ کر غزلیات اور افسانوں پر مہارت حاصل کرنے کی کوشش بھی کی۔مقامی اور غیر مقامی اخبارات کے علاوہ دیگر اضلاع کے اخبار اور رسالوں میں غزلیں اور افسانہ لکھنے لگے، خود کہتے ہیں:

تمام لوگوں کو اپنا بنا کے رکھا ہے۔قدم جہاں کہیں رکھا جما کے رکھا ہے

ان کے بیشتر افسانے ماہنامہ ''بے باک'' مالیگاؤں، ماہانہ ''وقارِ ہند'' حیدرآباد۔افق، ڈسپلین سرور ٹائم، اسپیل مالیگاؤں ''ارژنگِ ادب'' اور الف لام میم ہفت روزہ کی شراکت سے قیصر واحدی نمبر ۲۰۰۰ء میں دھولیہ سے شائع ہوا۔جس میں غزلوں کے علاوہ منتخب افسانے بھی ہیں۔اور ساتھ ہی اخبارِ عالم ہفت روزہ ممبئی، روزنامہ ''انقلاب''، اردو ٹائمز ممبئی اور ہفتہ وار ''بے باک'' مالیگاؤں میں شائع ہوئے ہیں۔اس طرح وہ اخباری دنیا میں چھانے کی کوشش کرتے رہے۔اور جس کے لیے انہیں تقریباً چالیس سے زاید لکھنے لکھانے میں صرف کرنی پڑی۔

کھلی آنکھوں سے جو انہوں نے سپنا دیکھا تھا۔وہ مشاعروں کی دنیا میں نہیں ملا اس لیے انہوں نے اپنی الگ پہچان کے ساتھ اپنا الگ مقام بنایا۔کل تک کا قیصر اقبال قیصرؔ جو معمولی شخصیت کے مالک تھے وہ آج کے قیصر واحدی ہیں۔ جن کو صرف کامٹی شہر کے لوگ ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے ہر گوشے میں غزلوں اور افسانوں کے حوالے سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔جب یہی رسالے اور اخبار بیرون ملک جاتے ہیں تو اردو کی شان کے ساتھ اس میں چھپنے والی شخصیت بھی عالمی شہرت حاصل کرتی ہے۔قیصر واحدی صاحب کا یہ شعر بھی ملاحظہ کریں۔

اشک اور خونِ جگر دونوں ہیں شامل ان میں
میں نے اشعار کا رنگ سب سے جدا رکھا ہے

قیصر واحدی کو جہاں اردو کے بڑے اخبار اور رسالوں نے عروج کی منزل تک پہنچایا ہے وہیں چھوٹے اخباروں نے بھی ان کے لئے پہلے زینہ فراہم کیا ہے۔ان میں کامٹی سے شائع ہونے والے اخبار اور رسالوں نے (تاج بلہوتر نگ، امنگ، اسپورٹس اینڈ ایجوکیشن اور الفاظِ ہند) اور ساتھ ہی ناگپور، مالیگاؤں، دھولیہ جبل پور اور اندور کے رسالوں اور اخباروں کا نمایاں کردار رہا ہے۔

یہاں قیصر واحدی کی ادبی و شعری سفر کا خاتمہ نہیں ہوتا بلکہ زندگی کے مخصوص پہلوؤں کو اجاگر کرنے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔پہلے میں یہ بتا دوں کہ قیصر واحدی پہلے اتنے ذہین نہیں تھے، جتنے شاعری اور افسانوں میں نظر آتے ہیں۔وہ بچپن ہی سے غیر سنجیدہ تھے اور آج بھی ہیں۔ہر عمر کے لوگوں میں اپنے آپ کو یوں سمو لیتے ہیں کہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ بچے ہیں یا جوان ہیں یا بوڑھے ضعیف۔ان کی شاعری اور افسانے ان باتوں کی غمازی کرتے ہیں۔

وہ تین مرتبہ پاگل خانے بھی جا چکے ہیں۔حصولِ تعلیم اور ڈسپلن رکھنے

کے لیے انہیں ذہنی اذیت ملی تھی۔ان کی والدہ مقامی اردو پرئمری اسکول میں صدر معلّمہ تھیں اور والد صاحب ایم ایم ربانی اسکول(جونیر کالج)کے صدر معلم تھے۔اس وجہ سے باہر کی زندگی اور گھر میں ڈسپلن کی اہمیت تھی،ہر بات پر اصلاح اور ناراضی کے سبب وہ غصیلے طبیعت کے ہوگئے۔اور یہی ان کے جنون کا باعث تھے۔ازدواجی زندگی کے بعدان میں الگ تبدیلی نظر آئی اور اللہ کا احسان اور کرم ہے۔

وہ غزلیں موڈ کے اعتبار سے قلمبند کرتے ہیں۔لیکن یہ بھی دیکھا گیا ہے جب انہیں کسی غلط بات پر چھیڑا جائے اور وہ غصہ میں بکنے لگتے ہیں۔جب ہی شعر کہتے ہیں اور بعد میں غصہ کے زائل ہوتے ہی ان کہے ہوئے اشعار پر عمیق نظر ڈالتے ہیں اور مرصع غزل کہتے ہیں۔

قیصر! کہاں سے لاؤں میں وہ شانِ قیصری۔ دیرینہ داستان ہوں چھیڑا نہ کیجئے

قیصر واحدی نعت بہت کم کہہ سکے ہیں۔ان کے استاد شاطر حکیمی نے کہا تھا،"جب تم اس مقام پر پہنچ جاؤ گے کہ صبح کی نماز اور تلاوت قرآن کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ گے،تب ہی تم اپنے آخری نبیؐ کے لئے کچھ کہہ سکو گے۔اگر نعت یا حمد کہہ بھی لئے تو اسے احترام سے نعتیہ مشاعرے میں پڑھنا یا پھر حصہ نہیں لینا"۔

قیصر واحدی نے اب تک کچھ نعوت اور دو دعائیہ غزلیں کہی ہیں،اس ضمن میں چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

پایا مقام میں نے فرشتوں کے درمیاں۔ پیہم مری زباں پہ درود و سلام ہے
خوش قسمتی پہ اپنی اسے ناز کیوں نہ ہو۔قیصر کی شان ہے کہ نبیؐ کا غلام ہے
بہ فیضِ شہہِ دیں شرف یہ ملا ہے۔ جہاں کی ہمیں رہبری مل گئی ہے
نعرۂ انقلاب ہے لب پر۔جراٗتِ بے مثال دے یارب
پائے قیصر بھی موت ایماں پر۔اس کو ایسا کمال دے یارب

قیصر واحدی غریبوں کے ہم درد ہیں،ذات پات سے انہیں کوئی واسطہ نہیں سب کو ایک میزان میں تولتے تھے۔ان کی معاش کی فکر کرتے۔چاہے بیڑی بنانے والا ہو یا کپڑا بننے والا ہو۔ان کی معاشی زندگی کا دروازہ یا صنعت وحرفت کا ادارہ بند ہوجانے پر انہوں نے ایک دل کو چھو لینے والی غزل کہی تھی جس کا ایک شعر ہے۔

خستگی،بے چارگی،بے چہرگی۔ہر طرف ہے زندگی بکھری ہوئی

قیصر واحدی کو کافی عرصہ بعد ناگپور آکاش وانی نے مدعو کیا تھا۔جہاں انہوں نے اندازِ سخن کے عنوان سے چند غزلیں پڑھی۔جسے سننے والوں نے بہت پسند کیا بطور نمونہ چند اشعار سے آپ بھی مستفیض ہوں۔

کبھی روتی کبھی ہنستی ہیں آنکھیں۔سکوں کھو کر تڑپ جاتی ہیں آنکھیں
اڑا لیتی ہیں دل مرغِ چمن کا۔وہ تم نے پھول سی پائی ہیں آنکھیں
جسم کو زخمِ آگہی کہیے۔موت آئے تو زندگی کہیے
حالاں کہ وہ غریب،غریبی سے مرگیا۔ہر شخص کہہ رہا ہے کہ میری ہی لاش ہے

قیصر واحدی ایک اچھے شاعر اور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شفیق باپ بھی ہیں۔شاید آپ کو علم نہ ہو کہ ان کی کوئی اپنی اولاد نہیں۔انہوں نے مجھے ڈیڑھ برس کی عمر میں ایک غریب خاندان سے گود لیا تھا۔اس خاندان کا قیصر واحدی کے خاندان سے کوئی رشتہ نہیں تھا۔مجھے پڑھایا لکھایا اور اس قابل بنایا کہ میں اللہ کے فضل وکرم سے ۲۰۱۳ء میں ڈی ٹی ایڈ میں ٹاپر رہی اور بی اے کے پہلے اور دوسرے سال میں اردو زبان کے پرچوں میں ۸۰ فیصد نمبرات حاصل کی ہے۔سارے پرچہ جات ناگپور یونیورسٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔اس کے علاوہ ناسک یونیورسٹی سے عربی زبان میں ۹۶ فیصد نمبروں سے میں دوسرے درجے کی ٹاپر رہی۔اب ایم اے فائنل کی تیاری میں مشغول ہوں

یہی نہیں انہوں نے اپنا ۵۰۔۲۰ مربع فٹ کا مکان میرے نام ہبہ کردیا ہے اور ۵۰۔۱۰ مربہ فٹ کا مکان میری شادی اور تعلیم اور ہبہ کیے مکان کی مرمت کے لیے فروخت کررہے ہیں۔

قیصر واحدی کہتے ہیں"مجھ میں اتنی صلاحیتیں جو شاعر اور ادیب کی حیثیت سے آئیں ہیں،وہ صرف پروردگار عالم کا کرم ہے"دہلی اور بمبئ کے رسالوں کا بھی عمل دخل ہے۔بچپن ہی میں ہمارے گھر شمع،ششما،خاتون مشرق،بانو،کھلونا،پھلواری،شبستان،اور بیسویں صدی وغیرہ رسالے آتے رہے ہیں اور اخبار الجمیعت بھی آتا تھا۔اور ایک فلمی اخبار کہکشاں بمبئ سے آتا تھا۔

خدمات؛؛اپنی نوجوانی کے زمانے میں قیصر واحدی نے اپنے دوستوں کو یکجا کرکے ایک ادارہ بنایا۔اور اس ادارہ کا نام ہاتھ ماگ مہامنڈل رکھا گیا۔جو غریب بنکروں کے لئے کام کرتا تھا تاکہ غریب بنکر معاشی بدحالی سے دوچار نہ ہو۔

قیصر واحدی نے خود چھوٹے سے چھوٹا کام کیا۔اور لوک سبھا چناؤ کے بعد کچھ غریب لوگوں کو مستقل آسامیاں دلانے کا بھی کام کیا۔

پچاس سال تک اردو کی بے لوث خدمت کرنے کے باوجود کامٹی شہر کی ادبی تاریخ لکھنے والے ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے اپنی کتاب میں ان کا نام تک نہیں لکھا ان کی ادبی وسماجی خدمات کو نظر انداز کرکے تاریخی کتاب لکھی تھی پھر بعد میں ڈاکٹر ارشد جمال نے کامٹی شہر کی دوسری تاریخی کتاب لکھی جس میں قیصر واحدی کا سرسری جائزہ رکھا۔پھر تیسری کتاب تھی نقی جعفری کی،جس نے کامٹی شہر کا منظر نامہ لکھا اور قیصر واحدی کا تعارف مختصر کرکے ان کو فراموش کردیا۔لیکن ان باتوں سے قیصر واحدی کی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا،کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ اپنے والد محمد عبدالحفیظ انصاری(سابق پرنسپل،ایم ایم ربانی ہائر سکنڈری اسکول)کی طرح درس وتدریس کی دنیا میں نہ سہی شعروادب کی دنیا میں تاریخ بن گئے ہیں۔

وہ چالیس سال پہلے کامٹی ینگ اسپورٹس اینڈ ایجوکیشن سوسائٹی کے جنرل سکریٹری بھی تھے۔اور اسی سوسائٹی کے اخبار"اسپورٹس اینڈ ایجوکیشن"(پندرہ روزہ)کے

(بقیہ صفحہ 45 پر)

غـــــزلیـــــات

عبدالمجید فیضی سمبلپوری
12/106,Nayapara,Samblpur,Odisha,

دیکھ لیجے جان پر بن آئی ہے اب دوستی بھی
کہہ نہیں سکتے کسی صورت اسے تو دشمنی بھی
آدمی اک دوسرے کے سایے سے ڈرنے لگا ہے
بھائی چارہ ہے نہ اب وہ اعتمادِ باہمی بھی
ہے زوال انساں کا کہتے ہیں بزرگی جس کو سب ہی
عمر جوں جوں بڑھ چلی ہے گھٹ چلی ہے زندگی بھی
دیکھ لینا بت پرستی ہوگی لازم ہر بشر پر
رسم پائے گی یقیناً اب بتوں کی بندگی بھی
جلوہ گر جس دم افق پر آفتابِ صبح ہوگا
تب شبِ دیجور کی صد چاک ہوگی تیرگی بھی
ہیں ستم گر اہلِ ثروت تاجور سارے جہاں کے
رحم کے قابل ہے ناداروں کی اب بے چارگی بھی
فیضی دنیائے دنی میں کون کس کا ہم نوا ہے
عام ہے لوگوں میں اب تو بے رخی بے گانگی بھی

ڈاکٹر مسعود جعفری
PlotNo-80-29-12-14
SatyaColonyShaikhpet
Hyderabad-500008

کبھی تو رات کے سایے میں قتل و غارت ہے
کبھی تو دن کے اجالے میں ایک وحشت ہے
خدائے قادرِ مطلق کی ان پہ لعنت ہے
سڑک پہ خون بہانے کی جن کو عادت ہے
ہمارے آبا و اجداد نے پیا تھا اسے
ہمیں بھی گنگ و جمن سے بڑی محبت ہے
مہہ صیام میں مارا گیا اسیروں کو
زمیں پہ رام کے بھکتوں کی کیا شرارت ہے
ہمیں تو گوڈسے لگتا ہے ایک قاتل ہی
ہمیں تو گاندھی و آزاد سے عقیدت ہے
کبھی بھی آپ نے ظالم سے کچھ گلہ نہ کیا
ہمیں تو آپ سے مسعود یہ شکایت ہے

ارشد مینانگری
House no 51 Mominpura
Malegaon-423203
Dist-Nasik (MS)

وفا میں گرد و غبار کیوں ہے
اداس اب کے بہار کیوں ہے
ہوا ہے ہر دل سکوں سے خالی
نظر نظر اشکبار کیوں ہے
جھلس رہی ہیں سماعتیں بھی
خبر خبر شعلہ بار کیوں ہے
جو اطمنان و سکوں ہے ہر سو
پھر اتنی چیخ و پکار کیوں ہے
جہاں کی اٹھتی نظر کے آگے
ہمارا دل شرم سار کیوں ہے
اگر ہے ارشد وہ نا مناسب
اسی کا پھر انتظار کیوں ہے

حسن امام فدائی
SweetRoseSchool.Dr.ZakirHusain
Road.Hazaribagh-825301

جو ماں سے محبت کر نہ سکا
وہ خاک کرے گا عشقِ خدا
آئے گی عبادت کام نہ پھر
ہو جائے اگر ماں تجھ سے خفا
جو ماں کی کبھی خدمت نہ کرے
ہوگا نہ کبھی بھی اس کا بھلا
جو ماں کی کرے خدمت ہی سدا
ہو جائے گا راضی اس سے خدا
گو لاکھ زمانہ جائے بدل
ہے ماں کی ادا تو کرنا وفا
ہے یاد میں ماں کی خوب غزل
یہ خوب حسن تم نے ہے لکھا

اظہر نیّر
Villa:Barhulia,KansiSimri
Dist:darbhnga-847106(Bihar)
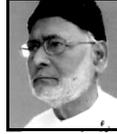
ہر ایک راہ میں امکانِ حادثہ ہے ابھی
کہ کھو نہ جاؤں اندھیرے میں سوچنا ہے ابھی
تمام عمر وہ چلتا رہا ہے صحرا میں
گھنے درخت کے سایے میں جو کھڑا ہے ابھی
سکون تیرے تصور سے جس کو ملتا ہے
وہ تیری دید کو لیکن تڑپ رہا ہے ابھی
ہر ایک شخص کے چہرے پہ خوف طاری ہے
نہ جانے کون اندھیرے میں چیختا ہے ابھی
ٹھہر گئے ہو سرِ راہ کس لیے آخر
چلے بھی جاؤ کہ کوئی بلا رہا ہے ابھی
دریچہ کھول کے نیّر نہ دیکھیے باہر
لہو لہان مناظر کا سلسلہ ہے ابھی

ڈاکٹر بدر محمدی
ChadpurFateh.P.O:Bariyarpur
Dist:Vaishali(Bihar)

آنکھوں سے اس کی آنکھیں ملانے کی بات ہے
آئینہ، آئینے کو دکھانے کی بات ہے
پانی پہ عکس دیکھ کے کرتا ہے وار وہ
موضوعِ بحث اس کے نشانے کی بات ہے
دشت و جبل کی گفتگو سنتے ہیں شوق سے
یہ تو ہمارے پہلے ٹھکانے کی بات ہے
وابستہ اس سے ذکر ہے قارونِ وقت کا
زیرِ زمیں یہ دفن خزانے کی بات ہے
میں نے کیا ہے زندگی تیرا مطالعہ
تیری حقیقتوں میں فسانے کی بات ہے
اپنی غزل کو رہنے دے اے بدر مختصر
وہ بات ہی بتا، جو بتانے کی بات ہے

عبدالحی پیام انصاری

At/PostPaproliBazar
Via:KhajniDtGorakhpur(U.P)
Mob-9453814135

سکون چاہئے اس دل کو بندگی کے لیے
یہ مضطرب ابھی رہتا ہے عاشقی کے لیے
تمہارے عشق میں منزل جو میرے ہاتھ لگی
وہ ایک زینہ تھا میری خود آگہی کے لیے
شکست کھانا غموں سے ہے موت کی مانند
اک امتحان ہے دنیا یہ آدمی کے لیے
مجھے خبر ہے کہ نسبت ہے غیر سے تیری
کہ میرے پاس تو آتا ہے دل لگی کے لیے
خدا بچائے انہیں بد نظر سے گل چیں کی
ہیں انتظار میں کلیاں ابھی ہنسی کے لیے
جو صبر و شکر کی دولت ہے تیرے پاس پیام
وہی بہت ہے اک آسودہ زندگی کے لیے

مرغوب اثر فاطمی

Road No.7.MohallaAliganj
Gaya-823001(Bihar)

کیا خاک لطفِ اُنس ہو پکّے مکان میں
اُس کو لپیٹ آیا ہوں کچّے مکان میں
رقصاں ہے ہر نگاہ میں دنیا الگ الگ
دم توڑتے ہیں خون کے رشتے مکان میں
دیوار و در سے اپنا لہو جھانکتا ہے جب
آجاتے ہیں پڑوس کے بچّے مکان میں
دیکھیں جہاں سے ٹاٹ کے اندر کا حالِ زار
ہوتے کہاں ہیں ویسے دریچے مکان میں
یہ کہہ کے میں نے یار کو شرمندہ کر دیا
رہتا ہوں ٹھیک آپ کے نیچے مکان میں
گفت و شنید و دید، ملائک کی روز و شب
پہنچا دیا عزیزوں نے اچھے مکان میں
موسم کی بے رُخی سے چٹختے نہیں اثؔر
تو نے عجب سجائے ہیں شیشے مکان میں

انجینئر عزیز تنویر کوٹوی

ZeeshanHouse.NearSufiShahbaz
Madrasa.BakraMandi.SomalpurRoad

نہ فرشتوں سے نجات ہے نہ وصالِ یار نصیب ہے
مری زندگی کی یہ کشمکش، کیا بتاؤں کتنی عجیب ہے
کوئی اس جہان میں ہے غنی کوئی مفلسی سے غریب ہے
کوئی ہے گدا، کوئی بادشہہ یہ تو اپنا اپنا نصیب ہے
ہیں کیا حکمتیں یہ تری خدا ہے تو دور بھی مرے پاس بھی
ہے رسائی سے تو بعید تُو رگ جاں سے کتنا قریب ہے
تو کہاں نہیں، تو کہاں نہیں وہ جگہ بتا تو جہاں نہیں
یہ فقط زمین و زماں نہیں تُو تو این و آں میں نقیب ہے
ترے عشق کی ہے یہ بیخودی، کہ فدا کی تجھ پہ ہی زندگی
ان الحق تھا وردِ زبان اور سرِ او بہ زیرِ صلیب ہے
ہے یقین جلّ جلالہٗ سرِ حشر بخش ہی دے گا تو
اے! میں اس نبی کا ہوں امتی جو خدایا تیرا حبیب ہے
اے تنویؔر کعبہ کے روبرو، تھی نماز پڑھنے کی آرزو
ہوئی پوری تیری یہ جستجو، ترا کتنا اعلیٰ نصیب ہے

رمیش پرساد کنول

6/ManglamViharColony
AraGardenRoadJagdeopath
Patna-800014

شہر در شہر بھر گیا پانی
بارشوں میں ٹھہر گیا پانی
کوئی حکمت ہو زیست کی خاطر
اب تو سر سے گزر گیا پانی
دیکھ کر چال ڈھال دریا کا
بند ساگر میں ڈر گیا پانی
ملک میں لیڈران ہیں ایسے
جن کی آنکھوں کا مر گیا پانی
آج عزت مآب کو دیکھا
کیسے رخ سے اتر گیا پانی
سیکھئے جل بچانا ورنہ کنول
ڈھونڈیئے گا کدھر گیا پانی

اصغر شمیم

C/O:FirozAbid.
12/3/H/1,PatwarBaganLane
Kolkata-700009

میں گم ہوا تو ڈھونڈ کے لایے گا کون اب
مجھ کو مری طرح سے منایے گا کون اب
وعدہ تھا باری باری سے جاگیں گے رات بھر
سب سو گئے ہیں مجھ کو جگایے گا کون اب
جو پیار کرنے والے تھے دنیا سے جا چکے
قصے محبتوں کے سنایے گا کون اب
گرچہ ہے بود و باش مرا غیر ملک میں
گھر میں مرے چراغ جلایے گا کون اب
اصغؔر خفا ہے مجھ سے مرا دل بہت ابھی
کرنا ہے مجھ کو کیا یہ بتایے گا کون اب

محمد باعشن مغموم

4-PrincepStreet.2ndFloor
Kolkata-700072(W.B)

اخلاص نے کیا ہے اونچا مقام میرا
شیدائی بن گیا ہے ہر خاص و عام میرا
بچوں کو اپنے حسنِ اخلاق سے سنوارا
دنیا کی ساری ماؤ! تم کو سلام میرا
انگور سے تعلق اس کا نہیں ہے کوئی
کوثر کی مے سے پُر ہے دیکھو یہ جام میرا
حفظ و اماں میں رکھنا اللہ کے فرشتو
ہر عیش ہر مسرت اب ہے غلام میرا
بستی کی ساری الجھن تحریر میں ڈھلی ہے
سلجھی ہوئی عبارت سادہ کلام میرا
میں دور جا رہا ہوں، واپس نہ آؤں گا اب
مت انتظار کرنا یوں صبح و شام میرا

مدہوش بلگرامی

224-BehraSawdagar(East)
Hardoi-241001-(UP)
Mob.8726189282

تو اگر چاہے مجھے نقرئی موسم دے دے
چاند آنگن میں کرے رقص وہ سرگم دے دے
آپ کا ترکِ تعلق نہیں جینے دے گا
روح کے زخم کو تجدید کا مرہم دے دے
تھک گیا بوجھ اٹھانے سے ترا ذہن تو پھر
اپنے خوابوں کا نئی نسل کو پرچم دے دے
روز جی بھر کے پلاتا ہے مجھے اے ساقی
جام سے کم ہے اگر آج تو پھر کم دے دے
چاہتا ہوں کہ مرا بھی ہو نگہبان کوئی
خشک دھرتی کو خدا قطرۂ شبنم دے دے
آئینے میں نیا پیکر نہیں ابھرا مدہوش
میرے ٹوٹے ہوئے خوابوں کی بھی البم دے دے

رمیش تنہا

5/51,GoldenPar(MaheshNagar
AmbalaCantt.-133001
Haryana

مجھ کو رسوا نہ کرو شہر کے بازاروں میں
بیچنے والوں میں ہوں میں نہ خریداروں میں
اپنی ہی آگ میں جل جاتے ہیں جلنے والے
راکھ کے ڈھیر چھپے ہوتے ہیں انگاروں میں
شب گزیدوں کو بھی کیا روشنی ڈس جاتی ہے
کوئی تو بات یقیناً ہے غلط کاروں میں
اندھے رستے کا سفر بھی ہمیں منظور، مگر
کوئی سالار تو ہو قافلہ سالاروں میں
چھیڑ تنہائی کی سناٹوں سے رہتی ہے مدام
ایک شہنائی سی بجتی ہے سدا غاروں میں
روح کو چین نہ گھر میں ہے نہ باہر تنہا
جب سے نام اپنا لکھایا ہے قلم کاروں میں

محمد عدیل منصوری

NearManautaSchool
BankiTown.BaraBanki225001
(UP)Mob-9415189119

تمہاری فکرِ نارسا حوصلے نہیں رہے
ترقیاتِ علم و فن کے راستے نہیں رہے
بچھڑ کے کس کو کیا ملا بتائیں اس کو کس طرح
وہ رابطے نہیں رہے وہ سلسلے نہیں رہے
یہ ابتدائے عشق ہے سنبھل سنبھل کے پاؤں رکھ
مجلِ لطف و شوق میں بڑے بڑے نہیں رہے
یہ جاہ اور جلال تھا کہ عشق کا کمال تھا
دل و نظر کے درمیاں بھی فاصلے نہیں رہے
زوال جب سے آ گیا ہے دوستو شباب پر
ہمارے ان کی بزم میں بھی تذکرے نہیں رہے
وہ خارزار رہ گزر پہ چل کے آئے ہیں مگر
عدیل ان کے پاؤں میں بھی آبلے نہیں رہے

کے. انیس اظہر

KhateebStreet Periyapet
Vaniyambadi.Vellore(T.N)

کیا خطا ہے ذرا بتا بھی دو
پھر جو چاہے سزا سنا بھی دو
چاند کس طرح سے نکلتا ہے
سامنے آ کے اب بتا بھی دو
کھنچ کے دم آ گیا ہے آنکھوں میں
اب تو چہرا اسے دکھا بھی دو
ہو گیا خاک عشق میں جل کر
خاک کو خاک میں ملا بھی دو
جس کو پی کر قدم نہیں سنبھلے
اپنی آنکھوں سے وہ پلا بھی دو
گن لیا خوبیوں کو انگلی میں
عیب اظہر کے سب گنا بھی دو

عثمان غنی

G.N.SaniaHouse.FlatNo-204
LaxmiNagarColony.Sujathanagar
Post.Visakhapatnam-530051

خزاں کے بعد جیسے دورِ گل افشا نکل آئے
مری ملت پہ یارب وقت اب ایسا نکل آئے
خزاں ایسی شدید و جاں گسل ملت نے کاٹی ہے
کہ جیسے سوزِ آتش سے خلیل اللہ نکل آئے
چلے تھے ڈھونڈنے کامل بشر کو سارے دانشور
ٹٹولا عالمی تاریخ تو آقا نکل آئے
کبھی صحرا سے دنیا کو ملا پیغام کوثر کا
سبھی ہیں منتظر ایسا کوئی مژدہ نکل آئے
جہاں بانی مری ملت سے کب کی چھن گئی یارو
جہاں بانی سے شاید پھر کوئی رستہ نکل آئے
زمانے بھر میں استبداد کا اس طرح پھیلانا
کسی کو کیا پتہ انجام اس کا کیا نکل آئے

سید محمد نور الحسن نور نوابی

QazipurSharif.Fatehpur(UP)

غیروں سے مانگنے کو سہارے نہیں گئے
اچھا ہوا ندی کے کنارے نہیں گئے
کچھ بات ایسی تھی کہ بتائی نہیں گئی
کچھ قرض ایسے تھے کہ اتارے نہیں گئے
واپس پلٹ کے آنا بعید از گمان تھا
کچھ لوگ اس لئے بھی پکارے نہیں گئے
ان پتھروں کو ملتا کوئی نام کس طرح
دستِ ہنر سے جب وہ سنوارے نہیں گئے
کل رات پھر خلاؤں کا تنہا سفر کیا
ہمراہ میرے چاند ستارے نہیں گئے
اے نور یہ سنا ہے کچھ ایسے جہاں بھی ہیں
اب تک جہاں خیال ہمارے نہیں گئے

احمد امام بالاپوری

ChudiMahalBalapur.Dt:Akola-444302
Mob-9421750345

پھول بھی میرے نہیں، خار بھی اب میرے نہیں
تھے جو میرے وہ چمن زار بھی اب میرے نہیں
کوئی بیرونِ مکاں بھی نہیں ہمدم میرا
اور گھر کے در و دیوار بھی اب میرے نہیں
میں کہ بازارِ جہاں میں ہوں بشکلِ اخلاص
یعنی دوچار خریدار بھی اب میرے نہیں
تلخ لہجے نے کیا ہے مجھے ہر سو رسوا
میرے مولا میرے غمخوار بھی اب میرے نہیں
سن رہا ہوں کے جو شامل ہیں مرے لشکر میں
نیزہ بردار و کماں دار بھی اب میرے نہیں

ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی

PresidentKainate Sokhan
MalanguaNagarpalika
WardNo-5,Dist:Sarlahi.Nepal

کیا کروگے لے کے ایسی جان کا
جس میں ہو شامل نہ جز ایمان کا
جس میں ہے انسانیت کی خوبی
نام چلتا ہے اسی انسان کا
عظمتِ سرکار کرتا ہے بیاں
ہر سپارہ، ہر سطر قرآن کا
مفلس و نادار کی امداد سے
ہوتا ہے صدقہ ادا اس جان کا
زر ندارد، عشق ٹیں ٹیں اے وصیؔ
ہوگا کیا دل کے بھلا ارمان کا

اشرف یعقوبی

C/O:Dr.Nawab Ashraf
6/2/H/1,k.B.FirstLine.NarkelDanaga
Kolkata-700011(W.B)

دل کی دنیا بدل گئی ہوگی
نور میں رات ڈھل گئی ہوگی
پھول جو زینتِ بہار نہیں
اس کی خوشبو نکل گئی ہوگی
زیست جو برف کی سہیلی تھی
دھوپ سے وہ پگھل گئی ہوگی
کھڑکیاں کھول کر وہ سوتا ہے
گھر سے آفت نکل گئی ہوگی
یہ گماں ہے کہ رہروی اس کی
کھا کے ٹھوکر سنبھل گئی ہوگی
آہ! اک جبر کی حویلی سے
چیخ بن کر نکل گئی ہوگی
اس نے بھیجی ہے اک کتاب اشرفؔ
یہ خبر سب کو کھل گئی ہوگی

ڈاکٹر سید مجیب الرحمٰن بزمیؔ

HomeoShifaKhana.Rahmat
Colony.Doranda.Ranchi-834002

ہر دعا بددعا سی لگتی ہے
زندگی بھی سزا سی لگتی ہے
ہر طرف اس قدر ہے سناٹا
خامشی بھی صدا سی لگتی ہے
معتبر کون ہے بتاؤں کیا
ہر نظر پارسا سی لگتی ہے
بات سچی ہے جو میں کہتا ہوں
یہ صدی بے وفا سی لگتی ہے
آپ کی مجھ سے ایسی ہمدردی
دردِ دل کی دوا سی لگتی ہے
درمیاں الجھنوں کے اے بزمیؔ
زندگی بے مزا سی لگتی ہے

بے نام گیلانی

KatraBagh.NaiSarai.BiharSharif
Nalanda-803101(Bihar)

یوں تو کہنا گناہ ہے بھائی
شیخ بھی رو سیاہ ہے بھائی
وعدہ کرنا اگرچہ ہے آساں
سخت مشکل نباہ ہے بھائی
میری منزل قریب ہے لیکن
خوب پیچیدہ راہ ہے بھائی
دیر شب اک حسیں کے کوچے میں
کیسی جاں سوز آہ ہے بھائی
آج زیرِ نگیں نہیں کوئی
ہر بشر خود ہی شاہ ہے بھائی
عدل وانصاف اب نہیں ممکن
دار پر بے گناہ ہے بھائی

ندرت نواز

NikhatKada KundMohalla
Daltonganj Palamau.622101

مری زبان سے نکلا کلام درد کا ہے
چھلک رہا ہے جو ہاتھوں میں جام درد کا ہے
ہوا ہے جسم شکستہ تو روح بھی زخمی
لیا جو وقت نے ہے انتقام درد کا ہے
زمینِ دل پہ سدا گھومتا ہے وقت کا چاک
فلک پہ شمس و قمر کا نظام درد کا ہے
یہ رات، شام، جفا، کرب، غم، عذاب، الم
لبِ نشاط پہ سارا ہی نام درد کا ہے
جمال، حسن، ہوس، عشق، انتظار، خوشی
جہانِ زیست میں سب اہتمام درد کا ہے
پلٹ پلٹ کے ورق دیکھ لے ذرا ندرت
بیاضِ دل میں یہ حسنِ کلام درد کا ہے

افسانہ

اقبال سلیم
97-Aiwan-E-Tahera
4thMain,8th Cross
JHBCSLayoutJ.P.NagarPost
2ndStage.Banglore.560111

موت کی بے بسی

شیوراموعرف شیوا کوسوما پلی کے ایک زمیندار پیل ناگپا کے پاس سے مونگ پھلی کی چودہ بوریاں لاکر اپنے گاؤں کے مورو گن تیلی کے کولہو پر پہنچانا تھا۔معقول مزدوری مل رہی تھی۔وہ بیل گاڑی لے کر چلا تو سایے ڈھل رہے تھے۔بارشوں کا موسم تھا۔وہ شام تک بارشوں کے آنے سے پہلے لوٹ آنا چاہتا تھا۔دھان اور راگی کے کھیتوں کے درمیان کا سات میل لمبا راستہ بارش کی وجہ سے جگہ جگہ دلدل بن گیا تھا۔گاڑی کے پہیے اس دلدل میں دھنس جاتے تو انھیں نکالتے ہوے اسے دانتوں تلے پسینہ آجاتا تھا۔وہ پچھتا رہا تھا کہ اگر دوسرے راستے سے آتا تو یہ مصیبت نہ اٹھانی پڑتی۔لیکن وہ وہ راستہ لمبا ہونے کی وجہ سے اس نے شارٹ کٹ اختیار کیا تھا۔

آسمان سے گویا آگ برس رہی تھی جو اس بات کی علامت تھی کہ شام کو بارش ضرور ہوگی۔اس نے دھوپ سے بچنے کے لیے کندھے پر پڑے ہوے تولیے کی پگڑی بنا کر اپنے سر پر باندھ لی تھی۔اسے رہ رہ کر چنا سوامی کی دھمکی یاد آرہی تھی جس کے ایک ہزار روپے اس پر باقی تھے۔اسے ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔چنا سوامی نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر ایک ہفتے کے اندر اس کے روپے نہ لوٹایے تو اس کے دونوں بیل کھول کرلے جایے گا۔

ابھی چند ماہ پہلے تک ایک ہزار روپے اس کے لیے کوئی بڑی رقم نہیں تھی۔جگہ جگہ چوری کر کے اس نے بہت سارے قرضے چکا دیے تھے۔گاؤں سے بکریاں اور بیل چرا کر شہر میں بیچ آیا کرتا تھا۔چوری کو روکنے کے لیے گاؤں والوں نے ایک گورکھا چوکیدار رکھا تو سب کے ساتھ اس کی بھی مت ماری گئی۔مجبور ہو کر اس نے بنا سوامی سے پانچ ہزار روپے قرض لے کر ایک بیل گاڑی خریدی۔کسی طرح اس نے چار ہزار روپے ادا کر دیے مگر ایک ہزار روپے اس کے گلے کی پھانس بنے ہوے تھے۔چنانچہ وہ پرانی حرکتوں پر اتر آیا اور گاؤں سے باہر ناریل چرانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوسکا۔چنا سوامی کا قرض جوں کا توں باقی رہا۔

سوچتے سوچتے اس نے چنا سوامی کو ایک گندی سی گالی دی اور اپنا غصہ بیلوں پر اتارنے لگا۔تھوڑی دیر ستانے کے لیے اس نے ایک درخت کے سایے میں گاڑی روک دی اور پگڑی کھول کر پسینہ پونچھنے لگا۔شدت کی پیاس بھی لگ رہی تھی مگر نالے کا گندہ پانی پینے کی اسے ہمت نہ ہوئی۔گاؤں ابھی تین میل دور تھا۔اس نے سوچا کیوں نہ کسی درخت سے ناریل توڑ کر اپنی پیاس بجھایے۔اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔قریب ہی ناریل کا ایک درخت نظر آیا۔یہ جان کر اسے حیرت ہوئی کہ ناریل کے درختوں کا وہ باغ سوما پلی کے زمیندار ناگپا کا تھا۔اس باغ میں کوئی ساٹھ درخت تھے۔ان میں سے ایک درخت پر اعلیٰ قسم کے پختہ ناریل کے خوشے اپنی بہار دکھلا رہے تھے۔کچھ سوچ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔وہ وہاں سے لوٹ آیا۔

تیسرے دن شام ہونے کا وہ بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔دیہاتوں میں صبح کی طرح شام بھی جلد ہو جاتی ہے۔دن بھر کھیتوں میں کام کرنے والے تھکے ماندے کسان سرِ شام ہی کھانے سے فارغ ہو کر بیڑی کی کش لگاتے ہیں اور پھر کمبل تان کر سو جاتے ہیں۔گلیوں میں سناٹا چھا جاتا ہے۔جب گاؤں کی پشت پر گیارہ بجے والی آخری ریل سیٹی بجاتی ہوئی گزر گئی تو شیوا نے خاموشی سے گاڑی میں بیل باندھے۔ایک رسی بھی ساتھ میں لی اور ناگپا کے باغ کے راستے پر چل پڑا۔باغ کے قریب پہنچ کر اس نے چاروں طرف دیکھا۔ہر طرف ہو کا عالم تھا۔بارش تھم چکی تھی۔بدلیوں میں آنکھ مچولی کھیلتے ہوے چاند کی دھندلی روشنی میں اس نے رسی اور درانتی کمر سے باندھی اور درخت پر چڑھ گیا اور ناریل توڑ کر نیچے کی طرف پھینکنے لگا۔ابھی چند ہی ناریل توڑے تھے کہ کسی کیڑے یا شہد کی مکھی نے اس کے کولھے پر ڈنک مار دیا۔وہ تلملا اٹھا۔اس نے ڈنک مارنے والے کو ماں بہن کی گالی دی اور پھر اپنے کام میں لگ گیا۔

اگلی صبح ناگپا معمول کی طرح ٹہلتا ہوا اپنے باغ میں پہنچا تو یہ دیکھ کر سکتے کے عالم میں کھڑا کا کھڑا رہ گیا کہ اس آخری درخت کے ناریل غائب ہیں۔اس نے اس کا ذکر کسی سے نہیں کیا اور اپنے طور پر پتہ لگانے کی کوشش کی کہ آخر کس بھیما کے بچے نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔مگر چار دن گزر جانے کے باوجود وہ چور کا پتہ نہیں لگا سکا۔

پانچویں دن قریب کے گاؤں میں ہفتہ واری بازار لگا ہوا تھا۔معمول کی

طرح ناگپا وہاں پہنچا۔ ادھر ادھر گھوم کر کراناج کے بھاؤ دریافت کر رہا تھا کہ اس کی نظر املی کے پیڑ کے نیچے سجے ہوئے ناریل کے خوشوں پر پڑی تو وہ چونک پڑا۔ وہ جان گیا کہ یہ ناریل اس کے باغ سے چرائے ہوئے ہیں۔ وہ تیزی سے اس طرف لپکا۔ قریب ہی شیوا بیٹھا بیڑی پھونک رہا تھا۔ ناگپا کو اپنی طرف آتا دیکھ کر پہلے تو وہ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا پھر فوراً ہی سنبھلا اور انجان بن کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

ناگپا نے قریب پہنچ کر ایک گہری نظر ناریل کے ڈھیر پر ڈالی اور شیوا کو مخاطب کر کے بولا ''تو نے اتنے سارے ناریل کس طرح توڑے تھے؟''

شیوا بظاہر جھنجھلا کر بولا: ''تو کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے چرائے ہیں۔ یہ کیسا زمانہ ہے۔ سب مجھے ہی دوش دیتے ہیں۔''

ناگپا نے اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے دھمکی آمیز لہجے میں کہا:

''ارے کمبخت! ناریل جائیں بھاڑ میں۔ میں صرف اتنا پوچھتا ہوں کہ تو نے انھیں توڑے کس طرح۔ تجھے شاید معلوم نہیں کہ اس درخت پر ایک سانپ کا بسیرا ہے''۔

''سانپ؟'' شیوا اچھل پڑا اور جیسے اسے کچھ یاد آ گیا۔ اس کا ہاتھ بے اختیار اس کے کولھے سے جا لگا۔ پھر وہ خوف سے کانپنے لگا' سانس تیز تیز چلنے لگی اور جسم پسینے سے شرابور ہو گیا۔

''ہاں سانپ!'' ناگپا ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔ ''سانپ کے ہوتے ہوئے ناریل توڑنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے میں نے اس درخت کے ناریل ایسے ہی چھوڑ دیے تھے۔ مگر تو نے.....؟''

اس سے پہلے کہ ناگپا اپنا جملہ پورا کرتا شیوا چکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ اسے گرتے دیکھ کر اس کا ساتھی جو وہیں کہیں موجود تھا دوڑا آیا' منہ پر پانی کے چھینٹے مارے' جھنجھوڑا مگر وہ ہوش میں نہیں آیا۔ اس کے منہ سے کف نکلنے لگا تھا۔ یہ حال دیکھ کر اس نے ناگپا کی مدد سے شیوا کو ایک ٹمپو میں ڈال کر ہسپتال روانہ ہو گیا۔ ناگپا بھی اس کے ساتھ تھا۔

ہسپتال میں تشخیص کے بعد ڈاکٹر کمرے سے باہر آیا تو اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ ناگپا تیر کی طرح اس کے پاس آیا اور بے تابی سے پوچھا: ''ڈاکٹر صاحب! کیا وہ اب خطرے سے باہر ہے؟''

''نہیں وہ مر چکا ہے'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔ ناگپا دم بخود رہ گیا۔ پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا: ''شاید اسے دل کا دورہ پڑا تھا''۔

ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: نہیں! اس کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہوئی ہے۔ اس کے کولھے پر سانپ کے ڈسنے کا نشان ہے''۔

ناگپا نے ایک طویل سانس لی اور سارا واقعہ سناتے ہوئے کہا: ''بے شک اسے سانپ نے ہی کاٹا تھا مگر وہ اس سے لاعلم تھا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ اتنے دن تک زندہ رہا۔ اگر میں اس بات کا انکشاف نہ کرتا تو.....''

''تو کیا ہوتا؟'' قریب کھڑے ہوئے ڈاکٹر کے اسسٹنٹ نے تجسس آمیز لہجے میں پوچھا۔

''یقیناً وہ زندہ رہتا۔ ناگپا کی بجائے ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔ موت اسی طرح دور کھڑی سر پٹختی رہ جاتی۔ دراصل یہ ایک نفسیاتی کیس ہے۔ لاشعور اس کے اور موت کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔ جیسے ہی آپ نے سانپ کی موجودگی کا انکشاف کیا لاشعور زائل ہو گیا پھر موت نے آگے بڑھ کر اسے نوالہ بنا لیا۔ ☆☆☆

ایک غزل

شارق ریاض

At:PatwarBagan.LaneNo-9
Kolkata-700011(W,B)

ان سے الفت ہے مجھے ان کو بتاؤں کیسے
حالِ دل اپنا سناؤں تو سناؤں کیسے

اپنے دل میں تیری تصویر سجا رکھی ہے
میں وہ تصویر دکھاؤں تو دکھاؤں کیسے

ایک پل کے لیے دیدار ہوا تھا ان کا
دید کی پیاس بجھاؤں تو بجھاؤں کیسے

نام تک ان کو مرا یاد نہیں ہے یارو
پھر بھی میں ان کو بھلاؤں تو بھلاؤں کیسے

زندگانی کو میں رنگین بنانے کے لیے
نرم چھاؤں میں کڑی دھوپ ملاؤں کیسے

میری ہر بات اگر تجھ کو بری لگتی ہے
تجھ کو شارقؔ میں کوئی بات بتاؤں کیسے

اظہر نیر
Barhulia-P.O{kansi Simri
Darbhanga
Mob-9939749452

حسب معمول تعویذ والے بابا اپنے دروازے پر بیٹھے تھے۔ایک عورت ادھر سے گزری۔تعویذ والے بابا نے کہا کہ بیگم صاحبہ ایک تعویذ لیتی جاؤ تمہاری سوئی ہوئی تقدیر جاگ جایے گی، بگڑے ہوئے کام بن جائیں گے۔شوہر روٹھا ہوا ہے گھر آجائے گا۔بیگم صاحبہ نے کہا" میرے شوہر روٹھے ہوئے ہیں گھر نہیں آتے ہیں، پوچھتی ہوں تو کچھ نہیں کہتے، آپ کچھ اچھی ترکیب کیجئے۔

ٹھیک ہے بیگم صاحبہ، پانچ سو روپے ہوگا، اس ترکیب کو کرنے میں بہت پریشانیاں ہیں۔بیگم صاحبہ نے کہا، پانچ سو بہت ہے کچھ کم کیجئے، میں دو سو روپے دوں گی مگر میرے شوہر آجائیں گے نا۔

ٹھیک ہے آپ میری بوہنی کر رہی ہیں، لائیے دو سو روپیہ اور یہ لیجئے تعویذ۔سب ٹھیک ہوجائے گا۔

اسی درمیان دو عورتیں ہاتھ میں جھاڑو لیے بابا کے پاس آگئیں اور بابا سے کہا اب لاؤ میرا تین سو روپیہ واپس ورنہ یہ جھاڑو تو دیکھ رہے ہو۔

تعویذ والے بابا نے کہا، کیوں کیا ہوا؟

ہوا کیا، میرا شوہر پڑوس کی عورت کو لے کر بھاگ گیا، آپ نے کہا تھا کہ اس تعویذ سے تمہارا شوہر غلام بن جایے گا مگر کیا ہوا؟ آپ اسی وقت میرا تین سو روپیہ واپس کردو..........ورنہ!!

رشوت

رام چندر پولس ڈپارٹمنٹ میں کام کرتے تھے اور رشوت کے ذریعہ بہت روپیہ کما لیا تھا۔جب ریٹائر ہوئے تو کار خریدنے کا شوق ہوا۔ملازمت کے دوران کار خریدنے میں ڈر تھا اس لیے ریٹائر ہونے پر یہ شوق پورا ہوا۔مگر رام چندر نے نئی کار نہیں خریدی بلکہ پرانی کار کم قیمت میں خریدی اور چلانے لگے۔

ایک روز کار سے جا رہے تھے کہ راستے میں کار خراب ہوگئی، کسی طرح ایک کار مستری کو تلاش کیا۔اس نے رام چندر کی کار ٹھیک کردی اور مزدوری کے پانچ سو روپے مانگا۔رام چندر نے سوچا کہ آج تک کسی نے مجھے پانچ سو روپے رشوت نہیں دی اور نہ میں نے خرچ کیا اب یہ مستری مجھ سے پانچ سو روپے مانگ رہا ہے۔رام چندر نے مستری کو اپنی کار میں بٹھایا اور تھانہ لے گئے، وہاں ان کا ایک دوست مل گیا۔رام چندر نے تھانے والے کو آنکھ ماری اور کہا کہ بھائی دیکھو میری کار مل گئی ہے، یہ آدمی میری کار چوری کر کے لے گیا تھا، میں پکڑ لایا ہوں۔آپ ان کو تھانے میں بند کر دو اور میں کار لے جاتا ہوں۔اس نے کہا" ٹھیک ہے رام چندر بابو آپ جایئے میں مناسب کارروائی کروں گا۔

کار مستری نے تھانے والے بابو کو سچ سچ پوری باتیں کہہ دیں اور اپنی جیب سے دو سو روپے اس تھانہ کے بابو کو دیتے ہوئے پوچھا کہ اس نے آنکھ مارنے کے لئے کتنا روپیہ لیا ہے؟

تھانہ بابو نے کہا! ارے وہ اپنا پولس والا تھا۔وہ کیا دے گا تم نے دیا ہے تو اب گھر جاؤ۔

نہ چاہتے ہوئے بھی

ہیڈ آفس سے اردو زبان کی بابت اسٹیٹ منٹ مانگا جاتا ہے کہ گزشتہ چھ ماہ میں کتنی درخواستیں اردو میں پیش کی گئیں۔

اسٹیٹ منٹ ہمیشہ نل میں تیار کر کے ارسال کر دیا جاتا ہے۔بدقسمتی یہ کہ اس کام کو مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔

☆☆☆

کہاوت

کتابیں مانگنے والے دوستوں سے تنگ آکر مسٹر زبیری نے باہری کمرے میں ایک فرانسیسی کہاوت وارننگ کے طور لگادی تھی۔وارننگ کا مفہوم تھا کہ کتابیں پڑھنے کے لیے دینے والا بے وقوف ہوتا ہے اور جو شخص پڑھنے کے بعد واپس کردے وہ اس سے بڑا بے وقوف ہوتا ہے

کتابیں مانگنے والوں میں حد درجہ کمی واقع ہوئی تھی

☆☆☆

افسانہ

منظر عالم
(Manzar Reondhwi)
Quazi Ahmad Degree College,
Jalley, Darbhanga -847302
Mob.09955822003

مجروح آرزو

آج کی رات میری زندگی کی ایک ایسی پونجی ہے جس میں ساری قوت سے سنبھال نہیں پا رہا ہوں۔ اتنی وزنی یاد میرے احساس کے نازک جسم پر ایک زبردست بوجھ بن کر چھا گئی ہے۔ میں اسے ساری قوت صرف کر کے مشکل سے سنبھال رہا ہوں۔ دراصل یہ حادثہ کچھ اتنا یکا یک، اچانک اور اتنا شدید تھا کہ میں ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ ایک شیشے کا جہان، آرزو کی لطیف و نازک دنیا، احساس کے کمزور بدن سے ایک ایسا مضبوط، ٹھوس اور دلچسپ حقیقت ٹکرا گئی کہ اس کے بعد ساری افسانوی دنیا میں حقیقت کا پراسرار نور پھیل گیا۔ اس شب میں کچھ اتنا نشہ تھا، اتنا سرور، اتنی جاذبیت، اتنی جارحیت، اتنی دلچسپی، اتنی رنگینی، اتنا نکھار، اتنی مستی، اتنی خوشبو، اتنی رنگارنگی، اتنا نور، اتنی کشش، اتنا استحکام، اتنی ہمہ گیری، اتنی عظمت، اتنی شان، اتنے جذبات، اور ٹھوس جامع حقیقت کہ میں لاکھ ضبط، کوش پرہیز اور گریز کے باوجود اسے نہیں چھپا سکا۔ نہ جانے کیوں وہ رات اتنی سرد تھی، نہ جانے اس میں اتنی قربانی، اتنا صبر، اتنا تحمل، اتنا قرار، اتنی یکسوئی کیسے بھر گئی۔

''ہاں رضیہ! یہ دنیا کی ایک پہلی اور آخری مثال شاید ہو گئی۔ آگ نے ایک تنکے کو اپنے آغوش کرم میں چھپا لیا۔ اسے قطعی نہیں جلایا۔''

رضیہ! تم نے کہا تھا۔ آج کی رات تم ایک شہنشاہ ہو اور میں تمہاری دلہن، آج کے بعد......

نہیں رقیہ! ایسا نہیں کہتے، یہ رشتے اتنے کچے بندھن کے نہیں ہوتے، اسے دنیا کی ساری....قوت مل کر نہیں توڑ سکتی۔ یہ بہت مضبوط ہیں عورت کبھی بھی کسی بھی قیمت پر اپنا سہاگ نہیں کھو سکتی۔

جس عورت کے ماتھے پر سندور کی لالی چمکتی ہے وہ بہت عظیم ہوتی ہے، ارے پگلی یہ رشتے بھی کہیں ختم ہوتے ہیں بلکہ امر ہوتے ہیں۔ لازوال اور انمٹ ہوتے ہیں، سمجھی یہ اور بات ہے کہ وقتی طور پر لمس واحساس سے الگ رکھا جائے، مصلحتاً اسے راز کی اندھیری کھائی میں قید کر لیا جائے جو دلچسپ اور ٹھوس حقیقت ہے۔ اسے کبھی کسی بھی حالت میں خود سے الگ نہیں رکھا جاتا۔ اس خاموش پکار کے خاموش ہونے کا مطلب موت ہے۔

ہاں رضیہ! زندگی کی آخری دھڑکنوں تک کوئی عورت اپنا سہاگ کھونا نہیں چاہتی اور کوئی بھی شخص اپنی زندگی کو موت کے گلے نہیں لگا سکتا۔ میں نے تجھے چاہا ہے چاہتا رہوں گا، میں تجھے چاہے جس طرح بھی اپنایا نبھاؤں گا۔ نبھاؤں گا۔ نبھاؤں گا....میری زندگی سے کوئی ساری دھڑکنیں نچوڑ لے۔ مجھے سکوت کی ابدی زندگی بخش دے تو میں مجبور ہوں ورنہ میں اس عظمت اس پاکیزگی، اس کسک کو بھول نہیں سکتا____ہاں رضیہ! نہیں بھول سکتا، کبھی نہیں.....کبھی نہیں......!''

تجھے خدا کی قسم ہے، میری جان کی قسم ہے اس پاک شئے کی قسم ہے جو تمہارے ماتھے پر ستاروں کی طرح چمک رہی ہے، تم بیوہ مت بنو، تم سدا سہاگن رہو، خوش رہو، تم نے خود کو بیوہ تصور کیا، تو وہ عظیم اور مقدس کتاب جھوٹے ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب کہ تم کو خدائی سے انکار ہوگا۔ وہ گواہ ہے اور تا حشر رہے گا، ویسے تو چاہو تو اجنبیت کا لبادہ اوڑھ کر خود کو چھپا لو۔ ہاں رضیہ! میں کبھی اسے بے نقاب نہیں کروں گا لیکن اس خوبصورت سی روایتی لالی میں سیاہی کا زہر نہ بھرو، اسے مردہ نہ بناؤ، اسے زندہ رہنے دو، اسے موت کی زندگی نہ دو، اسے کوئی اور نام دو میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں کبھی مجبور نہیں کروں گا۔ میں اپنے آپ کو ظلم و ستم اور ضبط و آزمائش کے ہر دور سے گزار لوں گا۔ ہر رنج ومصائب برداشت کر لوں گا لیکن کبھی تمہاری عظمت کی تنقید دامن میں بدنامی اور رسوائی کا داغ نہ آنے دوں گا..... ہاں اتنی التجا ضرور ہے کہ کبھی کبھی مجھے تم اس رشتہ سے دیکھ لو اور کچھ لمحے بھیک کے طور پر مجھے بھی دو، یہ تم جانتی ہو کہ میں بھی ایک معمولی اور کم تر قسم کا انسان ہوں کہ کوئی فرشتہ نہیں، میرے دل کے اندر بھی وہی خون حرکت کناں ہے جس کی کچھ مانگ ہوتی ہے۔ جس کا کچھ مطلب ہوتا ہے۔

دیکھو____! میں تمہارے لیے ساری دنیا کی رنگینی کو چھوڑ چکا ہوں اور تم مجھے برابر موت کے اندھیرے میں دھکیل دیتی ہو تھوڑا رحم کرو چاہے جتنا بھی مجھے چاہو آزما لو لیکن تھوڑا رحم وکرم کی نظر بھی عنایت ہو، اور قسم تو میں کھایا ہے تم نے تو نہیں اور قسم کا واسطہ تمہاری ذات سے ہے۔ اک امانت ہے میرے پاس جب جی چاہے اسے لے سکتی ہو۔ وسیلہ وہ مقدس کتاب ہے۔ دیکھو رضیہ! اتنا جان لو میں ایک انسان ہوں اور میرے وجود کے اندر بھی وہی خون دوڑتے ہیں جو تمام انسانوں کے رگوں میں اس کے ابال میں بھی وہی مانگ وطلب ہوتی ہے جو اوروں کے اندر ہوتی ہے۔

اچھا رضیہ! میں تمہارے جذبوں کا انتظار کروں گا، کیا تم

بہت.....م.....ج.....ب.....و.....ر.....ہو!
اب تم میری صرف محبوبہ نہیں بلکہ شریک حیات ہو اور ہاں رضیہ! کسی کے خلوص، شرافت، عقیدت واحترام اور صبر کو بزدلی کا نام نہیں دیتے۔ ایسا کبھی نہیں کہنا ورنہ تمہیں سودا ذرا مہنگا پڑے گا۔
اب میری زبان پر کبھی وہ تڑپ کی صدا تمہارے لیے نہیں آئے گی۔
لیکن تم بھی اپنی نگاہ تک کو ضبط اور زبان کی مقبرہ بنا کر زمانے میں مسکرانا اور حالات سے لڑنے کی ہر لمحہ ہر پل کوشش کرنا میری دعا ہے، اللہ تمہیں ہر گام پر یہ کامیابی و خوشی عطا فرمایے، آمین۔ اور میں تم سے دور رہ کر شریک غم سمجھوں گا زندگی کی آخری دھڑکنوں تک!! ☆☆☆

طرحی غزل

پروفیسر غلام ربانی آیاز (رائے پور)

Mob-8305895443

درد ہونے سے آہ کرتا ہوں
پھر بھی کیوں واہ واہ کرتا ہوں

عیب سارے دکھائی دیتے ہیں
جب بھی خود پر نگاہ کرتا ہوں

خوفِ اللہ دل میں رہتا ہے
''ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں''

پوری ہوگی نہیں کبھی پھر بھی
آرزو بے پناہ کرتا ہوں

خود ایاز آپ کہتے رہتے ہیں
خلق سے رسم و راہ کرتا ہوں

کاشف احسن (بانکورہ۔ مغربی بنگال)

Mob-7076312897

ظلمتوں سے نباہ کرتا ہوں
روشنی پر نگاہ کرتا ہوں

روز اک صبحِ نو کی خواہش میں
ڈھلتی شامیں تباہ کرتا ہوں

بچ کے چلتا ہوں خارزاروں سے
درمیاں گل کی راہ کرتا ہوں

دوستوں کی یہ مہربانی ہے
زخم کھاتا ہوں آہ کرتا ہوں

مغفرت کی امید ہے احسن
''ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں''

مہتاب انور (مانگو۔ جمشید پور)

Mob-8051232852

خود سے خود کو تباہ کرتا ہوں
اک حسیں بت کی چاہ کرتا ہوں

خوف کچھ دل میں ہے خدا کا مرے
''ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں''

دوستوں کے کرم سے تنگ آ کر
دشمنوں سے نباہ کرتا ہوں

آج کے دور میں تلاشِ وفا
بے وجہ خوامخواہ کرتا ہوں

لاکھ ہیں پیچ و خم مگر انور
زندگی سے نباہ کرتا ہوں

شارق ریاض (کولکاتا)

Mob-9088561437

خود کو خود ہی تباہ کرتا ہوں
زندگی سے نباہ کرتا ہوں

رب نہ ناراض مجھ سے ہو جایے
''ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں''

دل کو میرے سکون ملتا ہے
جب کبھی ان کی چاہ کرتا ہوں

لوٹ آتا ہے پھر مرا ماضی
خود پہ جب بھی نگاہ کرتا ہوں

زخم کس کو دکھاؤں میں شارق
رات بھر آہ آہ کرتا ہوں

عبدالسلام کوثر

Junihatri.Rajnandgaon-491441
(C,G) Mob-9300212960

ماں

جسے ماں کہتی ہے دنیا محبت کی وہ مورت ہے
وہ مورت ہے مگر ایسی جو سب سے خوبصورت ہے

یہ ہے احسان قدرت کا ملا جو ہم کو یہ تحفہ
جو رشتوں میں ہے اپنا پن وہ سب ماں کی بدولت ہے

ہزاروں آفتیں سہہ کر بھی ہے مسکان ہونٹوں پر
اگر ہے پھوس کا چھپّر تو ماں کے دم سے جنت ہے

کوئی راجا ہو کوئی رنک بچہ ہو کہ بوڑھا ہو
جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ ماں سب کی ضرورت ہے

پیمبر' دیوتا' اوتار اس کی گود میں کھیلے
یہ ممتا کا وہ آنچل ہے جو سب سے خوبصورت ہے

لبرٹی کی حسیں مورت تو وینس کا تبسم ہے
نہیں جس کا بدل دنیا میں ماں اک ایسی نعمت ہے

یہی ہے شاردا' سیتا' یہی گنگا' یہی جمنا
کوئی بھی روپ ہو ہر روپ میں یہ خوبصورت ہے

ہماری آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو تو ہے پانی
مگر جو ماں کا آنسو ہے وہ موتی بیش قیمت ہے

وہ جس سے پھول شرمائیں' ہو غنچوں کو بھی حیرانی
یقیناً ماں کی ممتا میں کچھ ایسی ہی نزاکت ہے

اسی کی مسکراہٹ میں چھپی ہے گھر کی خوش حالی
سلگتی دوپہر میں بھی یہ کوثر ابرِ رحمت ہے

☆☆☆

ڈاکٹر رحیم رامش (جلگاؤں)

Mob-

بخت اپنا سیاہ کرتا ہوں
زندگی کو تباہ کرتا ہوں

غم زدوں اور بیکسوں کو سدا
میں خوشی سربراہ کرتا ہوں

ہے خدا کا بھی خوف دل میں مگر
''ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں''

فرق آیے نہ شان میں اپنی
ٹھیک میں کج کلاہ کرتا ہوں

رب نظر آتا ہے ادھر رامش
جس طرف میں نگاہ کرتا ہوں

افسانہ

ڈاکٹرعزیزاللہ شیرانی
FarhatManzil
Kalipaltan.NearDiwanjiKaKuwan
Tonk-304001(Rajasthan)

سچائی کا تحفہ

وسیم اپنے امتحان کا نتیجہ دیکھتے ہی جلدی جلدی گھر پہنچا۔اس نے اماں کو پکارا''اماں!......اماں! میں پاس ہوگیا ہوں''

''بیٹا اب تو کون سے درجہ میں جایے گا؟''اماں نے وسیم کو پیار کرتے ہویے کہا

''اماں!میں اب پانچویں درجے میں جاؤں گا''۔وسیم نے جواب دیا۔

''بیٹا!اب تو تو بھی اپنے ابو کے کام میں ہاتھ بٹایا کر''اماں بولیں۔

''مگراماں میں تو پڑھنے جاتا ہوں'میں کیسے کام کروں گا''وسیم نے کہا۔

''لیکن ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں بیٹا' جو تیری فیس اور کتابیں لاکردیں''اماں اداس ہوگئیں۔

''اچھا تو اماں میں ابو کے ساتھ سلائی کا کام بھی کروں گا اور اسکول بھی جایا کروں گا'تم فکر نہ کرو''

''کون اپنے ابو کے ساتھ کام کرے گا؟....ذرا ہم بھی سنیں''یہ کہتے ہویے وسیم کے ابو گھر میں داخل ہویے۔انھوں نے ماں بیٹے کی باتیں سن لی تھیں۔

''میں آپ کے ساتھ کام کروں گا....ابو! کیا آپ مجھے سلائی کا کام نہیں سکھائیں گے؟وسیم نے پوچھا۔

''نہیں بیٹے!''تم صرف اسکول جاؤگے'مجھے تمہارے ماسٹر صاحب نے سب کچھ بتا دیا ہے کہ تم اپنی جماعت میں اول آیے ہو'شاباش بیٹا شاباش!تم ایک دن ضرور ہمارے خاندان کا نام روشن کروگے''۔ابوفخریہ لہجے میں بولتے چلے گئے۔

اور پھر اسکول کھلتے ہی وسیم کو پانچویں کلاس میں داخلہ دلوادیا گیا۔وسیم خوب محنت اور لگن سے اسکول میں پڑھنے لگا۔روزاسکول سے آتے ہی کچھ دیر اپنے ابو کے ساتھ سلائی کا کام کرتا۔ایک دن ایسا ہوا کہ اسکول میں ریاضی کی کلاس میں کام کرتے کرتے اس کے پین کی نب ٹوٹ گئی۔وہ بہت گھبرایا۔اس نے سوچا اماں چلائیں گی۔اسے کچھ تدبیر کرنی چاہیے۔اماں کے چلاّنے کے ڈر سے اس کے دماغ میں طرح طرح کی باتیں آنے لگیں۔اسے نب حاصل کرنے کی فکر تھی۔اچانک اس کی نظر اپنے ساتھی نسیم کے بستے پر پڑی۔نسیم کچھ دیر کے لیے باہر گیا ہوا تھا۔اس کے بستے میں دوخوبصورت پین نظر آرہے تھے۔وسیم کا دل للچایا۔اس نے فوراً ایک پین بستے سے نکال لیا۔اتنے میں ماسٹر صاحب بھی آگئے۔انھوں نے سب بچوں سے کہا''اپنی اپنی کاپیاں اور پین نکالو''۔جب نسیم نے بستے میں ہاتھ ڈالا تو ایک پین غائب دیکھا۔وہ روتا ہوا ماسٹر صاحب سے بولا''ماسٹر صاحب!میرے بستے سے ایک پین غائب ہے''

ماسٹر صاحب نے نسیم کو تسلی دی اور کلاس کے سبھی بچوں سے مخاطب ہوکر کہا''جس کسی نے بھی نسیم کا پین لیا ہے اسے فوراً واپس کردے۔دیکھو بچو! چوری کرنا گناہ ہے۔چوری کرنے والے کو خدا معاف نہیں کرتا۔چوری کرنے والا نہ دنیا میں اچھا کام کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنے خاندان کا نام روشن کرسکتا ہے''۔

ماسٹر صاحب کے آخری جملے کو سن کر وسیم بے چین ہوگیا۔اسے ابو کی نصیحت یاد آگئی۔اسے تو ان کے ارمانوں اور خواہشوں کو پورا کرنا ہے'اپنے خاندان کا نام روشن کرنا ہے'پھر چوری کیوں کی؟وہ دل ہی دل میں شرمندہ ہوا اور نظریں جھکایے کھڑا ہوگیا۔پھر اپنے ننھے منے ہاتھوں سے ماسٹر صاحب کو پین دیتے ہویے بولا''مجھے معاف کردیجئے ماسٹر صاحب۔آپ نے صحیح وقت پر ہدایت فرمائی۔میں اب کبھی چوری نہیں کروں گا''۔وسیم کی معصومیت اور ایمانداری دیکھ کر ماسٹر صاحب نے مسکراتے ہویے کہا''وسیم!سچ سچ بتاؤ تم نے ایسا کیوں کیا'تم تو بہت اچھے بچے ہو''

وسیم نے اپنے گھر کی ساری مجبوریاں بتاتے ہویے کہا''ماسٹر صاحب! میرے ابو بہت غریب ہیں۔وہ کہتے ہیں بیٹا تمھیں تو اپنے خاندان کا نام روشن کرنا ہے۔لیکن میں کیسے کروں گا۔میں نے تو چوری کی ہے.....''

ماسٹر صاحب وسیم کی صاف گوئی سے بہت خوش ہویے۔انھوں نے ایک عمدہ پین وسیم کو تحفے میں دیتے ہویے کہا:

''بچو!یہ وسیم کی سچائی اور ایمانداری کا تحفہ ہے۔میری دعا ہے کہ سبھی بچے سچائی اور ایمانداری کو اپنی زندگی میں شامل کرلیں''۔اور پھر سب بچوں نے وعدہ

کیا کہ آج سے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے اور سچائی اور ایمانداری کے راستے پر چلیں گے بالکل وسیم کی طرح........

یہ سن کر ماسٹر صاحب بہت خوش ہوئے اور پھر انھوں نے ریاضی کے سوالات حل کرانے شروع کر دیے۔ سبھی بچے دل جمعی سے ماسٹر صاحب سے سوالات سمجھ رہے تھے۔☆☆☆

تنظیمِ اربابِ ادب کے زیرِ اہتمام مشترکہ تقریبات

دیہی آبادی میں اس طرح کی تقریب کا انعقاد تاریخ رقم کرنے کے مترادف ہے کہ اس سے قومی یکجہتی کا پیغام مشتہر ہے۔ ڈاکٹر اویناش امن نے ''بجیکا گیتوں میں جن چیتنا'' کو قابل قدر کارنامہ ٹھہراتے ہوئے کہا کہ بھوجپوری اور میتھلی کی طرح بجیکا کی اہمیت بھی تسلیم کی جانی چاہئے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ''جسے بھول گئے'' کے اشعار پرانے سہی مگر باسی نہیں، تازہ ہیں۔ سید مصباح الدین احمد کا مقالہ ''بنت فنون کا رشتہ'' پر تبصرہ تھا تو قمر اعظم صدیقی کی تحریر ''جسے بھول گئے'' پر مرکوز تھی۔ شری راما نند سنگھ، انجینئر رام نریش شرما اور شری جوالہ سانڈھیہ پشپ نے ''بجیکا گیتوں میں جن چیتنا کے حوالے سے ڈاکٹر رام نریش بھگت کی ادبی کارکردگیوں پر روشنی ڈالی۔ اجرائے کتب اور ان پر گفتگو کے بعد ایک عظیم الشان مشاعرہ و کوی سمیلن منعقد کیا گیا جس میں بہار کے مختلف اضلاع اور بیرون بہار کے اردو، ہندی اور بجیکا کے شعراء وشاعرات نے شرکت کی۔ باذوق سامعین کی خاصی تعداد نے داد و تحسین سے نوازا اور ادبی بیداری کا ثبوت دیا۔ دونوں تقریب کی مشترکہ نظامت کے فرائض جناب اثر فریدی اور ڈاکٹر عارف حسن وسطوی نے انجام دیئے۔ ڈاکٹر بدر محمدی سکریٹری تنظیم ارباب ادب کے اظہار تشکر کے ساتھ گورنمنٹ آئیڈیل مڈل اسکول بھیرو کھڑا (ویشالی) کے قیام کے 70 سال مکمل ہونے پر منعقدہ ادبی تقریب شام ڈھلے اختتام پذیر ہوئی۔ سکریٹری

تنظیم ارباب ادب

گوشۂ احباب کا بقیہ

☆(ڈاکٹر) وصی مکرانی واجدی (نیپال)

کبھی کبھی آپ کے رسالے کا دیدار ہو جاتا تھا تو رسالے کے لیے لکھنے کا موقع بھی میسر ہو جاتا تھا۔ اب تو دید سے بھی محروم ہوں۔ پھر بھی رسالے میں شرکت کا شوق کلام ارسال کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ آپ کے رسالے میں شرکت کا مطلب بہت دور تک رسائی اور دانشورانِ سخن کے علاوہ باذوق قارئین سے شناسائی کے مواقع ہاتھ آتے ہیں۔ اللہ رب العزت رسالے کو اور اس کے منتظمین کو سلامت رکھے۔ سات کی دہائی پار کر چکا ہوں۔ صحت بھی پہلی جیسی نہیں رہی۔ شاعری کی لت ایسی ہے جسے لگ گئی چھوڑتی نہیں۔

دعائے خیر کا طالب

ڈاکٹر قمر الزماں داغِ مفارقت دے گئے

ڈاکٹر قمر الزماں ایک حقیقت پسند شاعر اور ادیب تھے۔ اس کے علاوہ اردو زبان کے فروغ کے لیے بھی ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ ادبی محاذ کا ہر شمارہ ملتے ہی ۵۰۰/روپے اپنی طرف سے ارسال کیا کرتے تھے۔ بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے۔ گزشتہ ۴؍جولائی کو وہ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی متعدد ادبی اور میڈیکل سائنس پر مبنی کتابیں شائع ہو کر پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔ آخری وقت میں موصوف اپنی صاحبزادی فوزیہ زماں اور داماد انجینئر کاشف احسن علیگ کے ساتھ بانکوڑہ مغربی بنگال میں مقیم تھے۔

ادارہ ادبی محاذ موصوف کے لواحقین کے اس غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت کرے۔ آمین

☆☆☆

ایک غزل

رخشاں ہاشمی
Shah Zubair Road ,Rizvi
Colony Munger-811201
Mob-9304342562

پیار تمہارا ہو سکتا ہے
درد ہمارا ہو سکتا ہے
اتنے ہی بس غم کافی ہیں
دل کا گزارا ہو سکتا ہے
تم تھوڑی ہو حرفِ آخر
عشق دوبارا ہو سکتا ہے
اس کے جنوں سے اپنا دامن
پارہ پارہ ہو سکتا ہے
تیاری سب کوچ کی رکھیو
اس کا اشارہ ہو سکتا ہے
رخشاں راہِ عشق میں اکثر
دل بنجارہ ہو سکتا ہے

غـــــــــزلیـــــــات

ایڈوکیٹ اجمل محسنؔ
1-9-1053,PostalColony.
Subedari.Warangal-506001(T.S)
Mob-9390103323

فیصلہ اس نے سنایا ہے دلیلوں کے خلاف
منصفی ساری کی ساری ہے شریفوں کے خلاف
کوئی قانون ججوں کے نہ وکیلوں کے خلاف
سارے منشور بنے ہیں تو غریبوں کے خلاف
ہم نے اپنایے ہیں قرآن سے جینے کے اصول
''ہم نہیں جاتے کبھی اپنے اصولوں کے خلاف''
ہم ہیں پابند محمدؐ کی شریعت کے مگر
ہم نہیں اور صحیفوں کے رسولوں کے خلاف
جنگ ایسی بھی کہیں تم نے سنی ہے محسنؔ
ایک لشکر ہے جواں آج ضعیفوں کے خلاف

ڈاکٹر غلنی وبھا نازلی
Dept.OfMusic.Govt.PostGraduate
College.Hamirpur-177005(H.P)

پیار کی جاگیر تیرے نام ہے
آرہا کچھ روح کو آرام ہے
بہہ رہی ہوں میں صبا بس پیار کی
ماں کو ممتا کے سوا کیا کام ہے
اے مرے لختِ جگر ماں کے بغیر
تیری ہستی بھی ہوئی ناکام ہے
نیک نامی کس کے ہاتھ آئی یہاں
جو بھی اچھا ہے یہاں بدنام ہے
نازلی جب ساتھ ہے لختِ جگر
سارے عالم کی فضا خوش کام ہے

انجینئر کاشف احسن
ExecutiveEngineer(M)
C&MSection.MejiaTPS
D.V.C,Bankura-722183(W,B)

چلے جب ڈھونڈنے چہرا ہمارا
ہر اک جانب ملا شجرہ ہمارا
وہ اکثر پوچھتے ہیں کون ہو تم
انہیں کہنا پڑا قصہ ہمارا
ہمیں نے سر کیے تھے بحر و بر کو
زمانے میں نہ ثانی تھا ہمارا
اگرچہ اس کا لہجہ تلخ تر تھا
مگر شیریں رہا لہجہ ہمارا
پھڑکتی ہے ہماری آنکھ، شاید
کوئی تکتا ہے کیا رستہ ہمارا
اگرچہ بھیڑ ہے لوگوں کی احسنؔ
کوئی ان میں نہیں اپنا ہمارا

شاہنواز انصاری
Mohalla Mahatwana
MachliShahar.Jounpur(UP)

مرے گی یوں ہی بھوکی عوام تمہارے اچھے دن میں
کہ دو سو ہو گئے دال کے دام تمہارے اچھے دن میں
مریں گے کتنے اخلاق ؤ نعمان یہاں کب تک
کہ ہوگا کتنا قتلِ عام تمہارے اچھے دن میں
جو مانوتا کی سیوا کو کہتا ہے دھرم یہاں
وہ لیکھک لوٹائے انعام تمہارے اچھے دن میں
یہ کالا دھن، رشوت خوری، اور مہنگائی کی مار
حکومت ہو گئی ناکام تمہارے اچھے دن میں
کل جس کی عصمت کا تھا چرچا گھر گھر
ہوئی ہے آج وہ بد نام تمہارے اچھے دن میں
ہے کون برے وقتوں میں کس کا شاہنواز یہاں
جہاں والے آتے ہیں کام تمہارے اچھے دن میں

قیصر واحدی
235/100,BunkarColony.
YerkhedaRoad.Kamptee-441001
Mob-9371477590

جہاں میں آ کے سوزِ غم جو اپنایا نہیں کرتے
وہ اپنی زیست کا مقصد کبھی پایا نہیں کرتے
خدا کے واسطے خودداریٔ دل کو نہ دے دینا
کسی کے سامنے یوں ہاتھ پھیلایا نہیں کرتے
نہ چھوڑو ضبط کا دامن نہ کرنا چشم کو پرنم
کہ فرطِ شوق میں آنکھوں کو بھرلایا نہیں کرتے
جھکا کر سر کھڑے ہیں جیسے شرمندۂ خاطر ہوں
ترے بدکار بندے ایسے شرمایا نہیں کرتے
خدایا بخش دے قیصرؔ کے تو سارے گناہوں کو
کسی بندے کو خالی ہاتھ لوٹایا نہیں کرتے

ساغر ملارنوی
At/PostMalarnaDoongar
Dist-SawaiMadhopur
Rajasthan-322028

قافیہ اتنا تنگ یار نہ کر
اپنا کردار داغدار نہ کر
مت ہوا دے خدارا نفرت کو
یہ سیاست کا کاروبار نہ کر
خار بوئے ہیں تو نے دھرتی پر
موسمِ گل کا انتظار نہ کر
خیر گلشن کی اس میں ہے گلچیں
دامنِ گل کو تار تار نہ کر
غم دیے گو کہ زندگی نے بہت
زندگی سے مگر فرار نہ کر
جس سے دل ٹوٹے، نفرتیں پھیلیں
کام ساغرؔ وہ زینہار نہ کر

الحاج ایم اے حمید عکسی

14-6-39Nizam pura,Mandi
Bazar Warangal-506002

وقت پڑ جائے تو کوئی نہ کسی کا ہوگا
اپنا جو لگتا ہے وہ پل میں پرایا ہوگا
مجھ کو آتا نہیں گھبرانا کسی بھی صورت
جو بھی ہوگا مری تقدیر میں اچھا ہوگا
جھک کے ملتا ہے جو دنیا میں ہمیشہ سب سے
قد اسی شخص کا ہر طور سے اونچا ہوگا
اپنے مہمان کی خاطر جو کرو گے دل سے
رزق میں گھر کے بہر طور اضافہ ہوگا
اس کی تکمیل کرے گا وہ خدا وندِ جہاں
دل میں عکسیؔ جو ترے نیک ارادہ ہوگا

منور علی تاجؔ

WazirParkColony.NearMasjid
Ujjain-518006(A.P)

تخیلات کی کامل اڑان رکھتا ہوں
نئی زمین نیا آسمان رکھتا ہوں
جوان رکھتا ہے بے شک وہ سوچ کو اپنی
میں اپنی سوچ کو ہر پل میں مہان رکھتا ہوں
اترنے لگتے ہیں ہر دل میں روشنی بن کر
میں حرف حرف میں نوری زبان رکھتا ہوں
نکلنے لگتے ہیں اشعار کے گہر فوراً
میں اپنے ذہن میں لفظوں کی کان رکھتا ہوں
میں تاجؔ بے تکی لفاظیاں نہیں کرتا
سبھی کے سامنے سچا بیان رکھتا ہوں

پھول محمد نعمت رضوی

C/O:AmjadiKitabGhar.NearHigh
Shool.At/P.O:Sonbarsa.
Sitamarhi-843330(Bihar)

وہ قتل کرتا ہے اور سر اتار لیتا ہے
گلے پہ پھیر کے خنجر اتار لیتا ہے
ہر ایک لفظ ترا ایک ایسا کوزہ ہے
تو جس میں پورا سمندر اتار لیتا ہے
گناہِ قتل سے قاتل تو بچ نہ پایے گا
وہ اپنی آنکھوں میں منظر اتار لیتا ہے
غزل کے سانچے میں شاعر بڑے قرینے سے
کسی کے حسن کا پیکر اتار لیتا ہے
بچھا کے دام وہ نعمتؔ شکار کرنے کو
ہمیشہ چھت پہ کبوتر اتار لیتا ہے

مختار راہیؔ

NearStoveFactory.NalaRoad
Rourkela-796001(Odisha)
Mob-797868635

بنا ہی لیتا ہے دل میں مقام وہ اکثر
سخن وروں کا چرا کر کلام وہ اکثر
بہت سلیقے سے کرکے سلام وہ اکثر
پلا ہی دیتے ہیں آنکھوں سے جام وہ اکثر
ہمارے دل کی جو حالت ہے کیا کہیں تجھ سے
پکارتا ہے تجھے صبح وشام وہ اکثر
میں اس کے وعدے پہ کرلوں یقین کیسے بھلا
دروغ گوئی سے لیتا ہے کام وہ اکثر
غریب لوگ جسے چن کے آج لاتے ہیں
بڑھا ہی دیتا ہے چیزوں کے دام وہ اکثر
زمیں پہ ہم ہیں خلیفہ وہ جانتا ہی نہیں
ہمیں سمجھتا ہے راہیؔ غلام وہ اکثر

محمد ممتاز شعورؔ

Qtr.No-E-2.PWDColony
BrooksHill.Sambalpur-768001

کس نے کس کو یوں کاٹا ہے
شہر میں کرفیو سناٹا ہے
کب سمجھوگے اے ناسمجھو
لڑنے میں خود کا گھاٹا ہے
مہنگائی کا حال نہ پوچھو
غربت میں گیلا آٹا ہے
ختم ہے سارا ملنا جلنا
نفرت نے سب کو بانٹا ہے
بھول نہ جائیں ہنسنا رونا
کیوں بچوں کو یوں ڈانٹا ہے
بغض ونفرت کی وہ جڑ ہے
تیرے دل میں جو کانٹا ہے
لوگ شعورؔ اس سے واقف ہیں
قوموں کو جس نے بانٹا ہے

عظمت علی عظمتؔ

4-1-1,No.204.2ndfloor
V.J.CrescemtHeights.Opp:Nisar
Masjid.BalajiNagar.kurnool-6

جب نہیں ہے برگ وبارِ گلستاں میرے لیے
آرزو ہے کم سے کم ہو آشیاں میرے لیے
گر خوشی مجھ کو نہ مل پائی تو کوئی غم نہیں
پُرکشش ہے مجھ کو دردِ جاوداں میرے لیے
میں غموں کی دھوپ سے ڈرتا نہیں ہرگز کبھی
حوصلہ میرا بنا ہے سائباں میرے لیے
یا طبیعت کا تقاضا یا ہے خودداری مری
کھیل سے تو کم نہیں ہے امتحاں میرے لیے
وسعتِ فکر وشعور ودل سے عظمتؔ خوب ہے
شاہدِ مضمون ہے میرا بیاں میرے لیے

ارشد قمر
LalkothaRoad.Muslim Nagar.DaltonGanj Palamu(Jharkhand)

یہ کس مقام پہ لے آئی زندگی مجھ کو
کہ ٹھوکروں سے ملی ہے عجب خوشی مجھ کو
میں جس کے اشکوں سے خود کو بچا رہا تھا بہت
اسی کی آنکھوں کی بارش بھگو گئی مجھ کو
بقا کا راز ہے پنہاں فنا کی راہوں میں
سنا رہی ہے یہ قصہ کلی کلی مجھ کو
خود اپنی ذات کے اندر ہوں قید برسوں سے
سو اب مجھی سے رہا کیا کرے کوئی مجھ کو
عجب اثر تھا قمر بے زبان آنکھوں میں
خموش رہ کے بھی کیا کیا نہ کہہ گئی مجھ کو

صلاح الدین تسکین
DewanBazar.Cuttack-753001 Odisha

وہ ہم پہ مہرباں تھا ابھی کل کی بات ہے
ہم لوگ شادماں تھے ابھی کل کی بات ہے
تھا اپنا آشیانہ بھی بام عروج پر
ہم مثلِ کہکشاں تھے ابھی کل کی بات ہے
آج وہ سمجھ رہے ہیں ہمیں غیر کس لیے
ہم ان کے رازداں تھے ابھی کل کی بات ہے
کہتے ہیں اس چمن پہ ہمارا نہیں ہے حق
ہم جس کے باغباں تھے ابھی کل کی بات ہے
اب تو غبارِ راہ سے کم تر ہے زندگی
ہم میرِ کارواں تھے ابھی کل کی بات ہے
تسکین مانگتا ہے ہمیں خون دل وہی
ہم جس کے پاسباں تھے ابھی کل کی بات ہے

رفیق رضاؔ
DewanBazar.Cuttack-753001 Odisha

ہر طرف شور آہ و زاری ہے
خون بہنے کا خوف طاری ہے
آنسوؤں میں ہے غرق یکجہتی
امن رخصت فساد جاری ہے
ہونے والا ہے وقت کا حملہ
آج کی رات ہم پہ بھاری ہے
پیار ہو یا ملاپ کا جذبہ
بھول ہر حال میں ہماری ہے
اے رضاؔ آج کل کے رہبر کی
قتل و غارت گری سے یاری ہے

عارف محمد عارفؔ
BadiShankarpurQoreshi Mohalla-Bhdrak-756100

میں نے نظریں ملا کے دیکھ لیا
ان سے دل کو لگا کے دیکھ لیا
میری دنیا میں تیرگی ہی رہی
آگ دل میں لگا کے دیکھ لیا
مل سکی نہ مراد کی منزل
بارہا آزما کے دیکھ لیا
تشنگی پھر بھی رہ گئی باقی
جام تو نے پلا کے دیکھ لیا
اس کو آتا نہیں ترس عارف
میں نے آنسو بہا کے دیکھ لیا

مفتاح اعظمی
147,K.B.M Road-2.FitkriMohalla Champdani-Hoogly-712222(W.B)

مقدر کا سکندر ہوگئی ہے
کنیزہ ایک افسر ہوگئی ہے
مری تکلیف بڑھ کے رفتہ رفتہ
مرے قد کے برابر ہوگئی ہے
گلِ امن واماں مرجھا رہے ہیں
زمیں زرخیز بنجر ہوگئی ہے
مچاؤ شور جتنا چاہو لیکن
خموشی اب مقدر ہوگئی ہے
درِ دل پر قدم یہ کس نے رکھا
فضا گھر کی معطر ہوگئی ہے
ہمارے گاؤں میں مفتاحؔ آنا
سڑک پہلے سے بہتر ہوگئی ہے

سمیع احمد ثمر
Dept.Of Urdu
RajendraCollege.Saran(bihar)

ہر گھڑی کرتے ہیں تبدیل جو چہرے اپنے
ان کے ہاتھوں میں کبھی دینا نہ شیشے اپنے
چل رہی ہیں کبھی پورب کبھی پچھّم کی طرف
ان ہواؤں کو نہیں یار قرینے اپنے
ملنے جلنے میں تو دنیا نے لگا دی بندش
ٹوٹ جائیں نہ صنم پیار کے سپنے اپنے
انجمن ہے یہ ادب والوں کی رکھنا یہ خیال
نرم ہوں صرف نہیں سخت ہوں لہجے اپنے
جب سے سچائی کی منزل کا ارادہ ہے کیا
یک بیک ہوگئے مشکل بھی رستے اپنے
ڈر کے جینا کبھی سیکھا ہی نہیں میں نے ثمر
ظلم اغیار کریں یا کریں میرے اپنے

کتابوں کے شہر میں

(تبصرے کے لئے دوکاپیوں کا آنا ضروری ہے)

اگر اپنی کتابوں کا اشتہار بھی دیں تو تبصرہ ترجیحی بنیاد پر جلد شائع کیا جائے گا۔ایک صفحے کے اشتہار کی شرح ایک ہزار روپے ہے۔تبصرے کے لئے کافی کتابیں جمع ہوچکی ہیں۔ان پر تبصرہ ترتیب وار شائع ہوتا رہے گا۔(ادارہ)

کتاب کا نام: سفینۂ غزل (شعری مجموعہ)

شاعر: حنیف نجمی　　　مبصر: سعید رحمانی

حنیف نجمی صاحب اردو کے علاوہ فارسی اور انگریزی زبانوں پر بھی اچھی دسترس رکھتے ہیں۔انھوں نے پانچ سو سال قبل لکھی گئی ایک فارسی کتاب ''کشف العلوم'' کا اردو ترجمہ ''روشنی کا سفر کے عنوان سے کیا ہے۔یہ ترجمہ اس قدر رواں دواں ہے کہ اس پر ترجمے کا گمان تک نہیں ہوتا۔بہر حال گزشتہ صدی کی آٹھویں دہائی سے ان کا ادبی سفر جاری ہے۔وہ ایک ہمہ جہت قلمکار ہیں۔شعر وادب کے علاوہ نقد وتحقیق اور ترجمہ نگاری کے باب میں ان کی گرانقدر خدمات کی جتنی بھی تعریف کی جایے کم ہے۔مذکورہ موضوعات پر ان کی جتنی کتابیں اب تک منظرِ عام پر آچکی ہیں ان کے نام ہیں: فکر ونظر (مجموعۂ تحقیقی وتنقیدی مضامین جس کا انتساب شمس الرحمٰن فاروقی کے نام ہے)' سفینۂ غزل (مجموعۂ غزلیات مرتبہ ڈاکٹر مدحت الاختر) اور روشنی کا سفر (فارسی سے ترجمہ) غیر مطبوعہ کتابوں میں جمالیاتِ شیکسپئر (سانٹوں کا منظوم ترجمہ)' غالب کے دو رنگ (اس کتاب میں غالب کے اہم فارسی مضامین اور ان کے اردو اشعار کی تشریح وتنقید شامل ہے) اور فرعون کی لاش (قرآنیات) دیونا گری میں۔

انھوں نے اردو زبان وادب کی اب تک جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اس کے اعتراف میں چھتیس گڑھ اردو اکاڈمی انھیں دو لاکھ روپیوں کے نقد انعام اور اس کے ساتھ رتوصیفی سند پر مشتمل حاجی حسن علی ایوارڈ سے نواز چکی ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ خالص غزلوں پر مشتمل ہے۔۱۴۴ صفحات کو محیط اس کتاب میں تقریباً ایک سو ایک غزلیں اور آخر میں متفرق اشعار شامل ہیں۔ان غزلوں سے حنیف نجمی صاحب کی صالح فکری' عصری حسیت اور ملی ودینی جذبات مترشح ہیں۔وہ اپنی حسیاتی چشم وا رکھتے ہیں اور معاشرے میں جو کچھ بھی رونما ہوتا ہے اسے ہنرمندی کے ساتھ شعری لباس عطا کردیتے ہیں۔اس ضمن میں یہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

جسے دیکھو یہاں اوروں کے نقصاں ہی کا باعث ہے۔
جو اک میں ہوں تو آپ اپنا خسارہ کرنے والا ہوں
بھلا کس منہ سے اب تنقید ظلمت پر کرے کوئی
کہ شمعیں خود اندھیروں کی ثناخواں ہیں جہاں میں ہوں
یہ شہرِ دل نہیں بستی ہے یہ فتویٰ فروشوں کی۔یہاں اپنے خدا کو میں خدا بھی کہہ نہیں سکتا

لوگوں میں اخلاقی گراوٹ کے ساتھ ساتھ عداوت اور نسلی منافرت کے جذبات بھی ابھرنے لگے ہیں جس کی ترجمانی انھوں نے کہیں راست بیانیہ سے تو کہیں اشاروں اور کنایوں میں انھوں نے کی ہے۔مثلاً یہ چند اشعار پیش ہیں۔

کس کو خبر تھی گھر میں اندھیرا بڑھے گا اور۔نادم ہوں آفتاب کو گھر میں اتار کر
رواں تھے سب کے سب ساحل کی جانب۔ مگر سب کے سفینے مختلف تھے
گھر کے اندر چیخ رہا ہے سناٹا۔دروازے پر شور مچاتی ہے دنیا

انہیں خود اپنی ایمائی شاعری کا ادراک ہے۔اس لیے کہتے ہیں۔

اگر سمجھیں تو بس اہلِ نظر سمجھیں گے کچھ نجمی
میں غزلوں میں بہت نازک اشارہ کرنے والا ہوں

ان کی شاعری میں جابجا اسلامی اصطلاح کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں مثلاً

چھوڑ کر شہرِ وفا تم کہیں جانا نہ کبھی ۔جو منافق ہیں وہ کوفے میں بلائیں گے تمہیں
ہے دل پہ جبر مسلسل تو چیختے کیوں ہو۔یہ بت کدہ ہے تو یورش بھی غزنوی ہوگی
کرلے سامان فوج کی تو غرقابی کا۔نیل کی حد تک اپنا لشکر جانے دے

حنیف نجمی صاحب کی شاعری کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں جہاں تپتے ہوئے صحرا کی تمازت محسوس کی جا سکتی ہے وہیں جمالیات کی شبنمی ٹھنڈک کا احساس بھی ہوتا ہے۔اس نوع کے بہت سارے اشعار ان کی غزلوں میں مل جاتے ہیں ۔یہاں صرف چند اشعار بطور حوالہ پیش ہیں۔

نہ اس کے لمس کی گرمی نہ اس کی قرب کی آنچ۔تصور اس کا تھا ایسا کہ بس پگھلتے رہے
ہم نے دیکھا ہے تمہیں جیسے غزل میں اپنی۔بس تمہاری وہی تصویر ہمارے لیے ہے
تجھ میں پوشیدہ ہے جانا کتنی دنیاؤں کا راز۔حسن کتنی کہکشاؤں کے ترے چہرے میں ہے

شاعر کا یہ عشقِ مجازی دراصل عشق حقیقی کا زینہ طے کرتا نظر آتا ہے۔معاشرتی ناہمواریوں پر نشتر زنی کے علاوہ نجمی صاحب کی غزلوں میں اجتہادی رویے کی ایک زیریں لہر بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔اصلیت کی نقاب کشائی کچھ لوگوں کو کھٹکتی ہے۔اس ضمن میں نجمی صاحب کہتے ہیں۔

نجمی میں مجتہد ہوں غزل کا، اسی لیے۔آواز اٹھا رہے ہیں سخن ور مرے خلاف

یہ بھی حقیقت ہے کہ شاعر کتنا ہی معروف کیوں نہ ہو مقامی طور پر اس کی پذیرائی نہیں ہوتی جس کا وہ مستحق ہے۔نجمی صاحب کو بھی اس بات کا شکوہ ہے، کہتے ہیں

قدر کیا ہوگی یہاں تیرے ہنر کی نجمی۔دھمتری ہے یہ میاں بصرہ و بغداد نہیں

مجموعہ میں شامل غزلوں کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ حنیف نجمی حرف کے مزاج داں ہیں۔الفاظ کے پیکروں میں رمزیت، ایمائیت اور غنائیت کے رنگ بھر کے اپنے فنی جمال کی قوس قزح تشکیل کرتے ہیں جس کی سات رنگی کرنیں ان کی غزلوں میں بکھری نظر آتی ہیں۔ان کی شاعری کو رمزیہ اسلوب کے ذیل میں رکھا جاسکتا ہے۔نیز ان کی غزلیں اپنے ہم عصروں سے جداگانہ آہنگ اور اپنی الگ انفرادیت رکھتی ہیں۔اس طرح آج کے شعری منظر نامہ میں انہیں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔۱۴۴ صفحات کو محیط اس کتاب کی قیمت ۱۵۰روپے جسے مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کر سکتے ہیں:حنیف نجمی۔فیصل ولا۔نیاپاڑہ وارڈ۔دھمتری۔493773(چھتیس گڑھ)۔

کتاب کا نام:سبز حروف (مجموعۂ غزلیات)

شاعر کا نام:محمد نور الحسن نورؔ نوابی عزیزی مبصر:سعید رحمانی

سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی صاحب کا تعلق ایک ایسے ذی وقار خانوادے سے ہے جسے علم وحکمت کا گہوارا کہہ سکتے ہیں۔اس کے علاوہ اس خانوادے کے روحانی فیوض سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے۔حضرت نور کے برادر اکبر حضرت سید محمد عزیز الحسن شاہ عزیز ایک صوفی منش بزرگ ہیں،اور آستانہ عالیہ نوابیہ قاضی پور شریف کے سجادہ نشیں بھی ہیں۔ملکِ شعر وسخن میں بھی انہیں بلند مقام حاصل ہے۔

اس دینی وعلمی خانوادے کا فرد ہونے کے سبب حضرت نور کی ذہن سازی ہوتی رہی ہے۔وراثت میں ملی اس شاعری کو وہ مزید جلا بخشنے میں مصروف ہیں۔طالب علمی کے زمانے سے انہوں نے شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ برادر اکبر کی رہنمائی میں ان کی شاعری ارتقائی منزلیں طے کرتے ہوئے برگ وبار لاکر اب ایک تناور شجر بن چکی ہے۔

حمد ونعت،غزلیات،رباعیات اور ہائیکوز پر مشتمل اب تک ان کے تقریباً آٹھ مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔جن کے نام ہیں''نعتوں کے دیے''، سورج نکلا ہے،سخن زار،وسلموا تسلیما،مدحت کے کہکشاں،مطلعِ نور،قلزمِ نور، برگِ سحر،تحرّک قندیل وغیرہ۔

زیرِ نظر مجموعہ''سبز حروف''غزلوں پر مشتمل ہے۔اس میں شامل غزلیں جہاں حضرت نور کی شعری بصیرت کی آئینہ دار ہیں وہیں ان کی دینی،ملی، اخلاقی،سماجی اور سیاسی سوجھ بوجھ پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔چند ایسے اشعار پیش ہیں جن میں جمالیاتی کیف وکم کی چاشنی پائی جاتی ہے،ملاحظہ ہوں۔

صحرا میں بھی ہوتا نہیں تنہائی کا احساس۔ہر جھونکا ہوا کا ترے آنے کا پتہ دے
پھولوں سے خوش گوار ہر اک راستہ ملا۔ترے خیال نے بخشی اسے بہارِ خیال
دل کشی اس کی تصور میں سمائے کس طرح
جس کو بن دیکھے ہی ساری خلق دیوانہ ہوئی

اس کے سوا کچھ کہتا نہیں میرا وجدان
جس میں اس کا ذکر ہو شعر وہ افضل ہے
نقوشِ پا جو ترے ہوں نہ باغِ ہستی میں
کسی بھی پھول کے چہرے میں تازگی نہ رہے

غور کریں تو شاعر کا عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ طے کرتا نظر آتا ہے۔ بعض اشعار میں تلمیحات واستعارات کا برملا استعمال ہوا ہے،جس کی بدولت ان اشعار میں گہرائی وگیرائی پائی جاتی ہے اس ضمن میں چند اشعار پیش ہیں۔

اشک آجائیں تو ہو جائے گی توہین مری
طشت میں رکھا ہوا بیٹے کا سر سامنے ہے
اے مری ہمت مردانہ ذرا کوشش تو کر۔ایک ٹھوکر سے تو چشمہ ابل پڑتا ہے
آیا ہے اس کے باغ میں کچھ ایسا انقلاب۔شاداب ہو گئے ہیں شجر التفات کے
ہم سائباں میں ترے تصور کے آگئے۔صحرا کے غم کی دھوپ جہاں تیز تر ہوئی
تمام رات ترا انتظار کرتا رہا۔ردا یقین کی اوڑھے ہوئے گماں میرا
تم نہ پندار کے حجرے سے نکلنا باہر۔مجھے کہسارِ انا زیر وزبر کرنا ہے
جب رات کی فصیل پہ آئے گا ماہتاب
کرنوں کا قافلہ میرے کمرے میں آئے گا

پہلا شعر اس جانب اشارہ کرتا ہے جب قید میں محصور اورنگ زیب کو ایک طشت میں سجا کر اس کے بیٹے کا سر دکھایا جاتا ہے۔دوسرا شعر حضرت اسماعیل کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ بقیہ اشعار میں التفات کے شجر،یقین کی ردا، پندار کے حجرے،کہسارِ انا،رات کی فصیل،کرنوں کا قافلہ جیسے استعارات نے مذکورہ اشعار میں نہ صرف گہرائی وگیرائی پیدا کی ہے بلکہ شعری جمال میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

شاعر بڑا حقیقت پسند ہوتا ہے۔اس کی نوکِ قلم سے اس طرح کے اشعار بھی ڈھل جاتے ہیں۔

موت ہے وہ حسینۂ عالم۔زیست نے جس سے مات کھائی ہے
اجل کی آنکھ سے بچنا محال ہے اے نورؔ
محل میں جاکے رہو یا کسی کھنڈر میں رہو

حضرت نورؔ جب اپنی ذات کے نہاں خانے سے باہر نکل کر دیکھتے ہیں تو حالات کے تپتے ہوئے صحرا کا انہیں احساس ہوتا ہے اور آج کی ناہمواریاں انہیں مضطرب کر دیتی ہیں۔ان حالات کی منظر کشی ملاحظہ فرمائیں۔

زندگی موت سے بھی سخت ہے امروز اے نورؔ
فرق کچھ بھی نہیں پڑتا،چلے یا رک جائے
ہر ایک سمت ہیں نادیدہ دشمنوں کے پرے
یہ دور وہ ہے کہ ہر وقت اپنے گھر میں رہو

اورآج کے بچوں کا حال دیکھیں ۔

آج بچوں کو طلب خنجر و شمشیر کی ہے۔اب انہیں چاند کھلونا نہیں اچھا لگتا

آج کے اس تشدد پسند دور میں بچے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ کھلونوں کی بجائے اب ان کے ہاتھوں میں بھی خنجر و بھالے نظر آنے لگے ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت نوؔر کی شاعری ذات سے کائنات کا سفر طے کرتی نظر آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کی شاعری کو پسند کرتے ہیں، اور انہیں بھی اس کا احساس ہے اس لئے کہتے ہیں ۔

اے مرے گل! ہے تری چشمِ فسوں ساز کا فیض
نور کی اہلِ سخن میں جو پذیرائی ہے

آخر میں انہیں کے اس شعر پر اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا ۔

یہ میں نہیں مرا سارا قبیلہ کہتا ہے۔سخن قبیلے میں ہے منفرد بیان مرا

۱۵۲ ر صفحات کو محیط اس کتاب کی قیمت ہے ۳۰۰ ر روپے۔ پتہ ہے
سید محمد نور الحسن نوؔر نوابی عزیزی۔ آستانہ عالیہ نوابیہ، قاضی پور شریف، منڈوہ ضلع: فتح پور، ہسوہ.212653 (یوپی)

کتاب کا نام: خواب زار (شعری مجموعہ)
شاعر: سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی مبصر: سعید رحمانی

سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی صاحب کا تعلق ایک ایسے محترم خانوادے سے ہے جس کے افراد خانہ بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔اس کے علاوہ تقدیسی شاعری سے بھی دلی لگاؤ ہے۔حمد و نعت اور مناقب جیسی اصناف میں ید طولیٰ حاصل ہے۔آپ کے والد محترم الحاج صوفی سید نواب علی شاہؒ ایک جید عالم دین اور ولی صفت بزرگ ہونے کے علاوہ علم وحکمت اور شعر و شاعری پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔حضرت مجیب کے برادر اکبر حضرت صوفی سید نور الحسن نور بھی ایک بلند پایہ شاعر ہیں۔اس طرح حضرت مجیب کو شاعری ورثہ میں ملی ہے، جس کو وہ مزید صیقل کرنے میں مصروف ہیں۔

موصوف حمد و نعت کے علاوہ غزل بھی بڑے پایے کی کہتے ہیں۔حمد و نعت اور غزلیہ شاعری پر ان کے اب تک دو مجموعے شائع ہو کر اہلِ ادب سے خراج حاصل کر چکے ہیں۔ان مجموعوں کے نام ہیں ’’بابِ ایجاب‘‘ (حمد و نعت اور مناقب) اور ’’بادِ صبا کی خوشبو‘‘ (شعری مجموعہ)۔

زیرِ نظر مجموعہ ’’خواب زار‘‘ ان کی تازہ ترین پیش کش ہے، جس کی ابتدا حمد و مناجات سے ہوئی ہے اس کے بعد مناقب اور غزلوں کا سلسلہ دراز ہوتا گیا ہے۔ان کی تقدیسی شاعری میں جذبہ عبودیت اور بزرگانِ دین سے عقیدت کا برملا اظہار ہوا ہے جبکہ غزلیہ شاعری میں ذاتی تجربات، عصری حسیت اور جمالیاتی کیف و کم موضوعِ سخن بنے ہیں۔سب سے پہلے تقدیسی شاعری سے چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں ۔

وہی سانسوں کو تسلسل بخشے۔زندہ رکھتی ہے مروت اس کی

اثاثہ حرف کا وہ دے جو ختم ہو نہ کبھی۔مرے قلم کو سخن کامیاب دے یارب

عالمِ شوق میں جب کھولتا ہوں آنکھ کبھی۔ ہر طرف منبر در بارِ نبیؐ دیکھتا ہوں

فدا جس پہ مہتاب کی ہے برودت۔وہ خورشید صورت امام حسن ہیں

یہ اشعار حضرت مجیب کے جذبہ عبودیت وعقیدت کی سرشارانہ کیفیت کے شاہد ہیں۔موصوف کی تقدیسی شاعری پہ اس سے قبل اظہار خیال کر چکا ہوں چنانچہ یہاں ان کی غزلیہ شاعری پر تاثرات پیش کرنا چاہوں گا۔

جیسا کہ پہلے ہی عرض کر چکا ہوں، ان کی غزلوں میں ذاتی تجربات بھی ہیں عصری حسیت بھی اور جمالیات کی چاشنی بھی۔اس ضمن میں کہتے ہیں:

زندگی ایک ہی رخ سے نہیں ہوتی پوری
صبح پر پھول نہ اتنا کہ ابھی شام بھی ہے

اس شعر میں انہوں نے اپنے تجربے کا اظہار بڑے سلیقے سے کیا ہے۔ اس میں صبح اور شام دو اشاریوں کے وسیلے سے کہا ہے کہ لوگ اچھے وقت میں بہت خوش ہوتے ہیں لیکن انہیں انجام کا خیال بھی رکھنا ضروری ہے، کیونکہ خوشی کے بعد غم کا دور بھی آ سکتا ہے اسی ضمن میں ان کا دوسرا شعر ہے ۔

اندر سے لوگ اور ہیں باہر سے اور ہیں
ہر ایک سے معاملۂ نسیت نہ کر

اکثر لوگ دوہرے کردار کے ہوتے ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ ربط پیدا کرنے سے پہلے پرکھ لینا ضروری ہے۔عصری موضوعات پر چند اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں ۔

گھروں سے لوگ نکلنے سے پہلے سوچتے ہیں
عجیب عالمِ خوف و ہراس گھر گھر ہے

وہ راستہ خود ہی بھول بیٹھا۔اوصاف تھے جس میں رہبری کے

نفرتوں کے سوا کچھ اور کہاں ملتا ہے۔ہم ہیں اس دور کے اخبار سے بیزار بہت

روش روش کو تعصب نے روند ڈالا ہے۔ ہر ایک باغ تصور کا پائمال ملا

بعض اشعار میں انہوں نے تشبیہات واستعارات کا بھی بڑا خوبصورت استعمال کیا ہے مثلاً یہ اشعار دیکھیں۔

خامۂ برگِ خشک نے لکھا۔تبصرہ حسن کے شمارے پر

وقت سوتا ہے تیرگی اوڑھے۔روشنی رقص میں شکارے پر

دن کے ہونٹوں پہ کیوں لگے تالے۔کس لیے رات چیختی ہے بہت

خامۂ برگ، حسن کے شمارے، تیرگی اوڑھے سونے والا وقت، دن کے ہونٹ جیسے استعارات نے ان اشعار میں گہرائی وگیرائی پیدا کر دی ہے۔جمالیات

کے حوالے سے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

میری نگاہ نے کی جستجو بہت ہر سو۔کہیں بھی تجھ سا کہاں کوئی خوش جمال ملا

آ گیا اک دم مجھے کس ماہ پیکر کا خیال

کیوں اچانک میرے گھر میں روشنی ہونے لگی

غور کریں تو صاف نظر آئے گا موصوف کا عشقِ مجازی عشقِ حقیقی کا زینہ طے کر رہا ہے۔ بہر حال اتنا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مجیب کی شاعری ان کی شاعرانہ ہنرمندی اور شعری بصیرت کی آئینہ دار ہے۔ امید ہے کہ ان کا یہ مجموعہ بھی اہلِ ادب کی پذیرائی کا حامل ہوگا۔ آخر میں انہیں کے اس شعر پر اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا

قابلِ داد ہر اک شعر غزل کا ہے مجیبؔ

ہاں مگر ہاتھ ملا اہلِ نظر سے پہلے

144 رصفحات کو محیط اس کتاب کی قیمت ہے ۲۵۰ رروپے۔ ملنے کا پتہ ہے۔

آستانۂ عالیہ۔ قاضی پور شریف۔ پوسٹ؛ منڈوہ۔ ضلع: فتح پور، ہسوہ۔212653

کتاب کا نام: بساطِ خیال (شعری مجموعہ)

شاعر کا نام: رمیش تنہا مبصر: سعید رحمانی

رمیش تنہاؔ صاحب کا شمار اساتذۂ سخن میں کیا جاتا ہے۔ آپ کا تعلق پنجاب کے اس زرخیز خطے سے ہے جس کی خاک پاک سے ڈاکٹر اقبال، حفیظ جالندھری، جوش ملسیانی، ساحر لدھیانوی اور ہری چند اختر جیسے نامور شعراء کا ظہور ہوا تھا۔

تنہاؔ صاحب سرِ دست عمر کے ۸۷ ویں زینے پر کھڑے ہیں۔ ضعف بصارت کا مرض لاحق ہے مگر اس کے باوجود ان کا تخلیقی عمل ہنوز جاری و ساری ہے اور مشقِ سخن میں ان کے شب و روز گزرتے رہتے ہیں۔

۱۹۹۹ء میں ان کا اولین شعری مجموعہ ''حرفِ تنہا'' منظر عام پر آیا تھا۔ پھر ۲۰۰۷ء میں ''تیسرا دریا'' اور ۲۰۱۵ء میں ''شورِ تنہائی'' کی اشاعت ہوئی تھی۔ زیر نظر مجموعہ ''بساطِ خیال'' ان کی چوتھی پیش کش ہے، جس کی ابتدا حسب روایت حمدیہ شاعری سے ہوئی ہے اس کے بعد غزلوں کا سلسلہ دراز ہوتا گیا ہے۔ آخر میں توشیحی سانیٹ، قطعات منظومات و رباعیات کے علاوہ منتخب اشعار شامل ہیں۔

ان تخلیقات کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ ایک ہمہ جہت قلم کار ہیں۔ اور تقریباً سبھی اصناف سخن پر انہیں دسترس حاصل ہے۔ بہر حال یہاں ان کی غزلیہ شاعری مرکز توجہ ہے۔ ان غزلوں میں عصری حسیت اور ذاتی مشاہدات و تجربات کا برملا اظہار ہوا ہے۔ سب سے پہلے عالمی وبا کرونا کے تعلق سے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ہے چار جانب کرونا پھیلا، ہے ذہن میں ہر کسی کے دہشت

اماں ملے زندگی کو کیا، جب فضا ہی مسموم ہو گئی ہے

مثالِ آتش بار اں کرونا پھیلا ہے

تو گھر میں رہ کے بھی پچھتاں کیا نہ کرلیں کیوں

ہمارے ملک میں جو لوگ نفرت کی سیاست کر رہے ہیں ان پر طنز کے تیر اس طرح چلایا ہے۔

نامِ مذہب پر کرے تنظیم جو انساں کا قتل

اس کا ہر اک فرد ہی جاہل نظر آیا مجھے

عصری حسیت کے حامل چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہمیں خود اپنے ہی ہونے پہ شرم آتی ہے

جب آج کل کے مہذب بشر کو دیکھتے ہیں

توڑ رکھی تھی کمر سب ہی کی مہنگائی نے

تھا اگر کچھ بھی تو تھا خون ہی سب سے سستا

مذکورہ بالا موضوعات کے علاوہ شعبۂ حیات کے دیگر پہلوؤں پر بھی ان کے بہت سارے اشعار ہیں مگر طوالت کا خوف مانع ہے اس لئے آخر میں میں ان کے ذاتی محسوسات پر مبنی چند اشعار پیش کر کے اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا۔ اپنے ضعف بصارت کے حوالے سے کہتے ہیں۔

اٹھانا اک قدم بھی بے بصارتی میں ہے محال

ہے میری زندگی میں اب عذاب پر عذاب کیا

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ رمیش تنہاؔ صاحب کی شاعری بالیدہ شعور، فکری بصیرت اور عصری حسیت کا برملا اظہار یہ ہے۔ ان کے اشعار میں گہرائی بھی ہے اور گیرائی بھی جس کا احساس انہیں بھی ہے۔ کہتے ہیں۔

میرے شعروں میں بلندی بھی ہے گہرائی بھی ہے

زندگی کا شور بھی اور غم کی تنہائی بھی ہے

۱۹۲ صفحات کو محیط اس مجموعے کی قیمت ہے ۳۰۰ روپے اور شاعر کا پتہ ہے۔

RameshTanha,5/1GoldenPark(MaheshNagar)
AmbalaCantt-133001(Haryana)
Mob.9996050013

کتاب: کوئی عنوان نہیں (افسانے اور افسانچے)

افسانہ نگار: صادق علی انصاری مبصر: سعید رحمانی

صادق علی انصاری صاحب بطور افسانہ نگار مستحکم شناخت رکھتے ہیں۔ بچپن ہی سے انہیں ادب اور خاص کر فکشن نگاری کا شوق رہا ہے۔ مختلف علمی و ادبی اداروں سے وابستہ بھی رہے۔ اردو زبان و ادب کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں، جس کے لیے پدم شری قاضی عبدالستار کے ہاتھوں ایوارڈ سے بھی نوازے جا چکے ہیں۔ ان کا ادبی سفر ۱۹۹۴ء سے جاری ہے۔ اس دوران ان

کے متعدد مضامین آل انڈیا ریڈیو (لکھنؤ) سے بھی نشر ہوئے اور افسانے مختلف رسالوں کی زینت بھی بنتے رہے ہیں۔ان میں سے چند رسالوں کے نام ہیں تمثیل نو (دربھنگہ) ادبی محاذ (کٹک) محفلِ فنکار (گوالیار) اسباق (پونہ) نیا دور (لکھنؤ) زریں شعاعیں (بنگلور)' اردو (امراوتی)' محفلِ صنم (دہلی) اردو (امراوتی)' محفلِ صنم (دہلی) زبان وادب (پٹنہ) وغیرہ۔

افسانہ نگاری میں ان کی پیش رفت کو دیکھتے ہوئے احباب اصرار کرنے لگے کہ اپنا مجموعہ بھی شائع کریں۔چنانچہ تلاش بسیار کے بعد جو افسانے ہاتھ لگے انہیں زیرِ نظر مجموعے کی صورت میں پیش کر دیا اور مجموعے کا نام "کوئی عنوان نہیں" رکھا ہے۔ قارئین سے گزارش کی ہے کہ اس مجموعے کے بارے میں اپنی گرانقدر آراء سے مستفید فرمائیں۔

اس میں تقریباً ۵۰/افسانے اور افسانچے شامل ہیں جن میں عہد حاضر کی ناہمواریوں پر نشتر زنی کی گئی ہے۔اس ذیل میں مجھے جینے دو، بھکارن، کل اور آج، نامناسب لوگ، جدیدکاری وغیرہ جیسے افسانوں کا نام لیا جاسکتا ہے۔

چونکہ آپ سیتاپور سول کورٹ سے بسلسلہ مُلازمت وابستہ رہ چکے ہیں اس لئے چند افسانے عدالت کی منظر کشی بھی کرتے نظر آتے ہیں۔مختصر یہ کہ ان افسانوں میں خوشیاں بھی ہیں تو محرومیاں بھی ہیں۔آج کے انسان کو درپیش مسائل کی بازگشت بھی ہے اور انسانی رشتوں کی بنتی بگڑتی داستان بھی۔عصری حسیت کے ساتھ ساتھ زبان وبیان کی شگفتگی، سادگی اور سلاست جیسی خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں۔

یہ ان کی اولین پیش کش ہے جس کی اشاعت ۲۰۲۱ء میں ہوئی ہے۔۱۰۴/ صفحات کو محیط اس کتاب کی قیمت ہے دوسو روپے اور افسانہ نگار کا پتہ ہے۔
صادق علی انصاری نشیمن۔A/198 شیخ سرائے۔سیتاپور۔ 261001 (یوپی)

کتاب کا نام: صدمہ (افسانوی مجموعہ)
افسانہ نگار: محمد طارق مبصر: سعید رحمانی

محمد طارق ایک ابھرتے ہوئے افسانہ نگار ہیں۔ان کے بیشتر افسانے عہد حاضر کے سماجی، اخلاقی اور سیاسی پس منظر کی عکاسی کرتے ہیں۔افسانوں میں حقیقت نگاری کو ترجیح دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان افسانوں کے کردار حقیقت سے قریب نظر آتے ہیں۔معاشرے کو آئینہ دکھانا ان کا نصب العین ہے۔

کتاب میں جنسیات کے موضوع پر بھی کچھ افسانے شامل ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ موصوف سعادت حسین منٹو سے متاثر ہیں۔لیکن ان کی تقلید کرنے کی بجائے انہوں نے اپنی ایک الگ راہ نکالی ہے جس کے باعث ان افسانوں میں تنوع کا احساس ہوتا ہے۔بعض افسانوں میں مقامی بولی کا بھی برملا استعمال کر کے اسے حقیقت کا رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں افسانہ "ما فک" کا حوالہ دیا جاسکتا ہے، لفظ "موافق" کی بگڑی شکل "ما فک" ہے۔اس میں ایک مرد اور ایک عورت کی کہانی پیش کی گئی ہے۔مرد خوبصورت عمارت اور مرغن غذاؤں کے خواب دیکھا کرتا ہے، جب کہ اس کا اپنا کوئی مکان نہیں اور فٹ پاتھ میں زندگی گزارتا ہے۔اسے اپنے جیون ساتھی کی تلاش ہوتی ہے تو اسے ایک ایسی عورت مل جاتی ہے جو متعدد لوگوں کی ہوس کی شکار بن چکی تھی۔

ایک دوسرا افسانہ "صدمہ" جو کہ اس کتاب کا سرنامہ بنا ہے، اور کافی چونکانے والا ہے۔اس افسانے کا کردار "میں" ہے جو اپنے شہر میں شرافت کی زندگی کا دکھاوا کرتا ہے۔کیونکہ وہاں اسے سب لوگ جانتے ہیں۔مگر ایک دن تجارت کی غرض سے وہ ایک اجنبی شہر کو جاتا ہے اور ایک رکشے کی سواری کرتا ہے اور کسی چکلے پر لے چلنے کو کہتا ہے۔رکشا والا اسے چکلے پر پہنچا دیتا ہے جہاں ایک نوخیز لڑکی کے ساتھ کچھ وقت گزارتا ہے۔واپسی پر جب اسے پتہ چلتا ہے کہ وہ لڑکی اسی رکشے والے کی بیٹی ہے تو اسے سخت صدمہ ہوتا ہے۔

اس کتاب میں کل ۱۵/افسانے ہیں جن میں آج کے معاشرے کو درپیش سلگتے مسائل کو محمد طارق صاحب نے بڑی ہنرمندی سے پیش کیا ہے۔یہ سبھی افسانے دلچسپ اور فکر انگیز ہیں۔امید ہے کہ اہلِ ذوق حضرات ان افسانوں سے ضرور فیض یاب ہوں گے۔۱۱۲/صفحات کو محیط اس کتاب کی قیمت ہے ۱۰۰/روپے اور افسانہ نگار کا پتہ ہے۔محمد طارق۔انعامدار ہاؤس۔کھولا پور۔تعلقہ بھاتکولی۔ضلع، امراوتی 444802

جبیں نازاں

2ndFloor.J-23,GaliNo-12.Ramesh
Park.luxmiNagar.NaiDelhi-110092

غزل

پلکوں پہ خواب اس کو سجانے نہیں دیا
ہاں اس بہانے نیند چرانے نہیں دیا
لمحے کی اک خطا نہ بنے عمر بھر سزا
آیے مگر وہ آنکھ ملانے نہیں دیا
جو کچھ ملے زمانے سے رکھنا سنبھال کر
ہم نے تو دل کا داغ مٹانے نہیں دیا
شب کے سفیر راہ گزر ہے بہت کٹھن
قندیلِ عشق بجھنے بجھانے نہیں دیا
وہ سب کہاں گئے جو سرِ راہ تھے ابھی
روشن چراغ کس نے جلانے نہیں دیا
تجھ سے بچھڑ کے یاد کیا ہر گھڑی صنم
عہدِ وفا جبیں نے بھلانے نہیں دیا

مصرعِ طرح ’ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں‘ پرغزلیں پیش ہیں۔اگلے شمارے کے لیے طرح نوٹ فرمائیں: ’’زندگی مختصر نہ ہو جائے‘‘ (شاعرہ۔ نجمہ تصدق) قوافی: مختصر‘ سحر‘ کارگر وغیرہ‘ ردیف: نہ ہو جایے۔ پانچ اشعار پر مشتمل آپ کی طرحی غزل ۱۵راگست ۲۰۲۳ء کے اندر ہمیں مل جانی چاہیے۔ رسالہ اگر تاخیر سے ملے تو وصول یابی کے ایک ہفتے کے اندر ارسال کر سکتے ہیں۔ (ادارہ)

عبدالمجید فیضی (سمبلپور۔اڈیشا)
Mob-9778291038

ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں — عقبیٰ اپنی تباہ کرتا ہوں
مغفرت کی امید ہے رب سے — گرچہ جرم و گناہ کرتا ہوں
دکھ میں سکھ میں ہر ایک حالت میں — زندگی سے نباہ کرتا ہوں
کیا غرض ہے روش سے اوروں کی — اختیار اپنی راہ کرتا ہوں
کردہ نا کردہ عصیاں سے فیضی — توبہ شام و پگاہ کرتا ہوں

خادم رسول عینی (کرنول۔آندھرا)
Mob-9527865833

ہر بشر سے نباہ کرتا ہوں — اور کبھی بھی نہ آہ کرتا ہوں
کوئی مخلوق دیکھ لے نہ مجھے — ’’ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں‘‘
بچ رہا ہوں گناہ سے ایسے — تیری جانب نگاہ کرتا ہوں
حوصلہ شاعروں کو ملتا رہے — اس لئے واہ واہ کرتا ہوں
جو ہے رب میرا اور خالق بھی — عینی اس کو گواہ کرتا ہوں

محمد ممتاز شعور (سمبلپو راڈیشا)
Mob-6370768671

آپ سے یوں نباہ کرتا ہوں — زخم کھا کر نہ آہ کرتا ہوں
کچھ نہ کچھ تو ضمیر زندہ ہے — ’’ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں‘‘
ملنا جلنا یہ بے سبب تو نہیں — میں ترے دل میں راہ کرتا ہوں
تیری صورت دکھائی دیتی ہے — جس طرف بھی نگاہ کرتا ہوں
وہ بدل جاتا ہے شعور یہاں — جس کسی کو گواہ کرتا ہوں

تصدیق احمد خاں (اجمیر)

جب بھی دلبر کی چاہ کرتا ہوں — ان کی جانب نگاہ کرتا ہوں
عشق کرنا کسی سے جرم ہے گر — پھر تو میں یہ گناہ کرتا ہوں
حسن والوں پہ میں یقیں کر کے — دل کی دنیا تباہ کرتا ہوں
جو محبت سے پیش آتے ہیں — ساتھ ان کے نباہ کرتا ہوں
ان کو تصدیق لطف آتا ہے — چوٹ کھا کر جو آہ کرتا ہوں

شکیل سہسرامی (پٹنہ)
Mob-9835642267

خود کو پھر بھی تباہ کرتا ہوں — ’’ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں‘‘
دل لگاتا ہوں حسنِ فانی سے — اپنی قسمت سیاہ کرتا ہوں
شعر سنتا ہوں جب بھی غالب کا — مستقل واہ واہ کرتا ہوں
تم بھی لے آؤ اپنے لشکر کو — میں بھی بڑھ کر سپاہ کرتا ہوں
اس میں ہوتا ہے عکسِ یار شکیل — عزتِ مہر و ماہ کرتا ہوں

سید نور الٰہی ناطق (کٹک)
Mob-9237427933

زندگی کو تباہ کرتا ہوں — ’’ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں‘‘
سوچ کر پاؤں گا خوشی اک دن — میں دکھوں سے نباہ کرتا ہوں
جب بھی سنتا ہوں تیری غزلوں کو — خوب میں واہ واہ کرتا ہوں
روٹھ کر جا چکا رفیق اپنا — اس سے ملنے کی چاہ کرتا ہوں
میرا ساتھی بچھڑ گیا ناطق — موت پر اس کی آہ کرتا ہوں

عظمت علی عظمت (کرنول)
98667925 09

چاروں جانب نگاہ کرتا ہوں — ’’ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں‘‘
اب کسی سے گلہ نہ شکوہ ہے — زخم کھاتا ہوں آہ کرتا ہوں
جو مقدر میں ہے وہ کافی ہے — اور کسی کی نہ چاہ کرتا ہوں
عہد و پیماں کا وہ نہیں پابند — پھر بھی اس سے نباہ کرتا ہوں
روشنی حق کی جس میں ہے عظمت — میں اسی رہ کی چاہ کرتا ہوں

جیوتی شنکر پنڈا حیات (میوربھنج)
6371562347

جرم یہ گاہ گاہ کرتا ہوں — اس کی جانب نگاہ کرتا ہوں
جانتا ہوں غلط ہے یہ لیکن — ’’ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں‘‘
چاند کا انتظار کر کے میں — کتنی راتیں سیاہ کرتا ہوں
جن کا کردار خوب اعلیٰ ہے — دل میں ان کی میں راہ کرتا ہوں
سامنے آئے گر چٹان حیات — اس میں میں اپنی راہ کرتا ہوں

نلنی وبھا نازلی (ہمیر پور)
Mob-9418304634

غیر ممکن کی چاہ کرتا ہوں — زیست اپنی تباہ کرتا ہوں
ڈوب جاتا ہوں شرمساری میں — جب بھی خود پر نگاہ کرتا ہوں
ہاں میں کرتا ہوں رہزنی خود سے — اور سرِ شاہراہ کرتا ہوں
لاؤں کس کی گواہی اے منصف — چل میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں
روزِ محشر کا دھیان آتے ہی — ’’ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں‘‘

محمد یونس عاصم کٹک
Mob-9090156995

جتنی دنیا کی چاہ کرتا ہوں — آخرت کو تباہ کرتا ہوں
مستحق ہوں سزا کا میں، پھر بھی — ’’ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں‘‘
نام اس کا ہے ریختہ جس سے — پیار میں بے پناہ کرتا ہوں
ہنستے روتے ہوئے بہر صورت — زندگی سے نباہ کرتا ہوں
لوگ کہنے لگے ہیں اب مجھ سے — شاعری خوا مخواہ کرتا ہوں

منور علی تاج (اجین)

Mob-7000447654

رب سے جنت کی چاہ کرتا ہوں — یہ دعا بے پناہ کرتا ہوں
انکساری کے واسطے یارو — میں انا کو تباہ کرتا ہوں
بہتری کے لئے سخن کی میں — کمتری پر نگاہ کرتا ہوں
دل دکھاتا نہیں کسی کا میں — دل میں رہنے کی چاہ کرتا ہوں
توبہ کرتا ہوں تاج رو رو کر — خود کو یوں بے گناہ کرتا ہوں

حمید عکسی (ورنگل)

Mo-9000719016

خود کو میں یوں تباہ کرتا ہوں — "ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں"
مجھ کو خوشیوں کے دن نہیں ملتے — میں غموں سے نباہ کرتا ہوں
چوٹ لگتی ہے جب مرے دل پر — درد سے آہ آہ کرتا ہوں
میں بلاؤں سے لڑنے کی خاطر — خود کو مثل سپاہ کرتا ہوں
دور عکسی بدی سے رہتا ہوں — نیک راہوں کی چاہ کرتا ہوں

پروفیسر معین الدین شاہین (اجمیر)

Mob-7850021002

جب میں تجھ پر نگاہ کرتا ہوں — تو گناہ پر گناہ کرتا ہوں
اس میں تیرا تو کچھ خسارہ نہیں — میں تو خود کو تباہ کرتا ہوں
پھیل جاتی ہے وہ نگر بھر میں — بات جو خواہ مخواہ کرتا ہوں
یاد کرکے میں اک ستم گر کو — رات بھر آہ آہ کرتا ہوں
میں بھی شاہین مثل بچوں کے — خواہشِ مہر و ماہ کرتا ہوں

سمیع احمد ثمر (سارن بہار)

Mob-7488820892

مال و دولت کی چاہ کرتا ہوں — زیست اپنی تباہ کرتا ہوں
اس کا دیدار مجھ کو ہو جایے — چاروں جانب نگاہ کرتا ہوں
یاد آتی ہے جب قیامت کی — "ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں"
جو بھی اشعار اچھے لگتے ہیں — سن کے میں واہ واہ کرتا ہوں
دوست جو بھی بچھڑ چکے ہیں ثمر — یاد کرکے میں آہ کرتا ہوں

رفعت کنیز (حیدرآباد)

Mob-8790400660

حمد تیری اللہ کرتا ہوں — آخرت کی رفاہ کرتا ہوں
خاص تیری نگاہ ہو مجھ پر — "ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں"
جنگ میری ہے نفس سے اپنی — خود ہی خود سے نباہ کرتا ہوں
مجھ کو اوروں سے ہو غرض کیوں کر — میں الگ اپنی راہ کرتا ہوں
صرف جس میں دکھاوا ہو رفعت — اس عمل کو تباہ کرتا ہوں

معین شفق (بھدرک اڈیشا)

Mob-9853639623

اس جہاں کی میں چاہ کرتا ہوں — اُس جہاں کو تباہ کرتا ہوں
میری قسمت میں ٹھوکریں ہوں گی — کیونکہ ہموار راہ کرتا ہوں
جانتا ہوں عذاب کی شدت — "ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں"
خود ہی لکھتا ہوں خود ہی پڑھتا ہوں — خود ہی میں واہ واہ کرتا ہوں
بے وفا ہے شفق وہ سو فی صد — پھر بھی اس سے نباہ کرتا ہوں

بے نام گیلانی (بہار شریف)

Mob-9334721370

بے وفا سے نباہ کرتا ہوں — خود کو یوں بھی تباہ کرتا ہوں
چاہتا ہوں کسی کو روز و شب — ہر گھڑی یہ گناہ کرتا ہوں
ہنستا رہتا ہوں اپنی غربت پر — خود کو شاہوں کا شاہ کرتا ہوں
دل کی حالت عجیب ہوتی ہے — عشق حق کو سپاہ کرتا ہوں
اک ستم آزما کی چاہت میں — خود کو ہی روسیاہ کرتا ہوں

نسرین نکہت (راؤرکیلا)

Mob.9668462040

دل یہ کہتا ہے چاہ کرتا ہوں — آرزو بے پناہ کرتا ہوں
ذہن پر لے کے ایک طوفاں کو — اپنے دل سے نباہ کرتا ہوں
ہے گنہہ، چھوڑنا عبادت کو — "ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں"
دیکھ کر دور کی تباہی کو — اپنی دنیا تباہ کرتا ہوں
منتشر آشیاں ہیں نکہت جو — ان پہ غم کی نگاہ کرتا ہوں

احسان مکرم پوری

Mob-8809389918

زندگی کو تباہ کرتا ہوں — جیسے تیسے نباہ کرتا ہوں
ذلتیں ساری وار دیں مجھ پر — اور میں اس کی چاہ کرتا ہوں
لذتِ زیست کی تمنا میں — "ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں"
منزلِ عشق کی طلب کے لیے — خارزاروں میں راہ کرتا ہوں
منہ نرِ شر سے بچنے کو احساں — نیچی اپنی نگاہ کرتا ہوں

تنویر پھول (امریکہ)

Mob-

فکرِ شام و پگاہ کرتا ہوں — واہ کے ساتھ آہ کرتا ہوں
پیٹھ پیچھے برائی کرتے ہو — پھر بھی تم سے نباہ کرتا ہوں
کہہ رہا ہے یہ نفسِ امارہ — دیکھ! تجھ کو تباہ کرتا ہوں
میں ہوں خاطی ازل سے تو غفار — "ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں"
پھول دل کی کلی ہے کھل جاتی — جب بھی حمدِ اللہ کرتا ہوں

قیسی قمرنگری (کرنول اے پی)
Mob-9912788376

گو کہ میں گاہ گاہ کرتا ہوں　''ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں''
ابنِ مقنع سمجھتا ہوں خود کو　چاہِ نخشب کی چاہ کرتا ہوں
ان کے اقوال گو کہ ہیں صادق　پھر بھی میں اشتباہ کرتا ہوں
میں تجارب حیات کے لے کر　کورے کاغذ سیاہ کرتا ہوں
بے مردف ہے شاعری قیسی　پھر بھی میں واہ واہ کرتا ہوں

افضل مظفر پوری (مظفر پور)
9955029167

شعر لکھنے کی چاہ کرتا ہوں　کورا کاغذ سیاہ کرتا ہوں
وہ کھلے دل سے ہے مرا دشمن　پھر بھی اس سے نباہ کرتا ہوں
بیوی بچوں کی ہر خوشی کے لئے　اپنی ہستی تباہ کرتا ہوں
ہو نہ جائے مری بھی رسوائی　''ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں''
حال دل کس کو میں کہوں افضل　خود تڑپتا ہوں آہ کرتا ہوں

نظام مجھولیاوی (مظفر پور)
9973047938

تنگ خود اپنی راہ کرتا ہوں　''ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں''
روز وہ کل پہ ٹال دیتا ہے　روز ملنے کی چاہ کرتا ہوں
وہ نظر مجھ سے پھیر لیتا ہے　اس کی جانب نگاہ کرتا ہوں
مجھ کو اک پل سکوں نہیں لیکن　زیست سے میں نباہ کرتا ہوں
تم کو جانا جدھر ہو جاؤ نظام　میں الگ اپنی راہ کرتا ہوں

محمد باعشن مغموم (کلکتہ)
Mob-9007894220

جب بھی اس پر نگاہ کرتا ہوں　اپنے دل کو تباہ کرتا ہوں
غم بھی ہے زندگی میں عشرت بھی　آہ کرتا ہوں واہ کرتا ہوں
قافلے سے غرض نہیں مجھ کو　میں تو طے اپنی راہ کرتا ہوں
اس کو چھوتا ہوں میں وضو کرکے　احتراماً گناہ کرتا ہوں
جو زمیں پر کہیں نہیں مغموم　ایسی جنت کی چاہ کرتا ہوں

یوسف ندیم (پونے مہاراشٹر)
Mob-9970198743

جب بھی جینے کی چاہ کرتا ہوں　حوصلے کو گواہ کرتا ہوں
خواہشِ عز و جاہ کرتا ہوں　کیا کوئی میں گناہ کرتا ہوں
اس کے فرمان مانتا ہوں میں　دل کو میں بادشاہ کرتا ہوں
بیٹو! تاریک ہو نہ مستقبل　تم کو میں انتباہ کرتا ہوں
جب بھی درپیش ہو ندیم سفر　پہلے ہموار راہ کرتا ہوں

مفتاح اعظمی (ہوڑہ WB)
Mob.8697860307

عاقبت یوں تباہ کرتا ہوں　''ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں''
ایک اچھی غزل کی خاطر میں　کورا کاغذ سیاہ کرتا ہوں
کام کرتا نہیں میں محنت کا　اور محلوں کی چاہ کرتا ہوں
دور رہنا برائی صحبت سے　میں تمہیں انتباہ کرتا ہوں
سن کے مفتاح میں غزل اپنی　بے سبب واہ واہ کرتا ہوں

صابر کاغذنگری
Mob-9441020768

آہ کرتا ہوں واہ کرتا ہوں　گردشوں سے نباہ کرتا ہوں
جائزہ اپنی ذات کا لے کر　خود کی جانب نگاہ کرتا ہوں
ساری خلقت سے تیری اے مولا　عشق میں بے پناہ کرتا ہوں
دل میں خوفِ خدا تو ہے لیکن　''ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں''
عزمِ محکم سے اپنے میں صابر　کوہساروں میں راہ کرتا ہوں

پروفیسر ایم اے انصاری (اورنگ آباد)
Mob-9403468784

نالہ کرتا ہوں آہ کرتا ہوں　کب غموں سے نباہ کرتا ہوں
لوگ بے خوف ہیں یہاں اور میں　''ڈرتے ڈرتے گناہ کرتا ہوں''
لوگ کہتے ہیں روز و شب مجھ سے　دوستی خوا مخواہ کرتا ہوں
جو مخالف ہیں پیار کے ان سے　میں جدا اپنی راہ کرتا ہوں
سب نظر آتے ہیں مجھے اچھے　جب میں خود پہ نگاہ کرتا ہوں

یوسف ندیم (مہاراشٹر)
Mob-9979198743

عزم کو سر براہ کرتا ہوں　جب بھی منزل کی چاہ کرتا ہوں
کوستا ہوں میں اپنی آنکھوں کو　اپنے سپنے تباہ کرتا ہوں
عیب اپنے دکھائی دیتے ہیں　خود پہ جب میں نگاہ کرتا ہوں
خود سے لڑتا ہوں میں بہت اکثر　ہار کر پھر نباہ کرتا ہوں
معرکے میں ندیم الفت کے　حوصلوں کو سپاہ کرتا ہوں

سردار ساحل (کڑپہ۔اے پی)
Mob-9885348482

بارہا میں گناہ کرتا ہوں　کیوں میں خود کو رباہ کرتا ہوں
میرے قابو میں اب نہیں آنکھیں　چوری چوری نگاہ کرتا ہوں
اپنے مجرم کا خود ہی شاہد ہوں　نہ کسی کو گواہ کرتا ہوں
نفرتوں سے میرا نہیں ناطہ　الفتیں بے پناہ کرتا ہوں
درد سارے سمیٹ کر ساحل　بس اکیلے میں آہ کرتا ہوں

بقیہ صفحہ 57 پر

ادب پیما

(ادبی، تہذیبی اور ثقافتی سرگرمیاں)

پراچی ساہتیہ سماج کی جانب سے سید نفیس دسنوی کی پذیرائی

not found.

گزشتہ ۲۸ر جولائی ۲۰۲۳ء کو شری رامچند ربھون' کٹک میں منعقدہ سالانہ تقریب کے موقع پر سماجی اور ادبی خدمات کے اعتراف میں سید نفیس دسنوی کے علاوہ شیکھر گھوش' اسرو موچن مہانتی' پرسنا کمار سوائیں' سانتنو کماری مہانتی' سنیہ لتا دیوی' سبیتا داس' کن لتا تریپاٹھی' سبھاش چندر دیوی وغیرہ کو ایوارڈ سے نوازا گیا۔اس تقریب کی صدارت ڈاکٹر پاون قانون گو نے فرمائی جبکہ افتتاح ڈاکٹر کھارویل مہانتی نے کیا تھا۔

☆☆☆

بزمِ عینی، کرنول کا پہلا نعتیہ مشاعرہ

بزمِ عینی، کرنول کا پہلا نعتیہ مشاعرہ وشنوا پارٹمنٹ کرنول میں تزک واحتشام کے ساتھ ۷رمئی ۲۰۲۳ء بروز اتوار منعقد ہوا۔اس بزم کا افتتاح حضرت سید شاہ حسینی پیر صاحب سجادہ نشیں، خانقاہ سرکار لا ابالی کے دست اقدس سے ہوا ۔مشاعرے کی نظامت جناب عبدالوہاب کرنولوی نے بحسن وخوبی انجام دی ۔صدارت حضرت ڈاکٹر سید سلطان معین الدین سلطان صاحب نے فرمائی۔اور جناب سید قدرت اللہ اور جناب سید ڈاکٹر حسینی بطور مہمانان خصوصی جلوہ افروز تھے۔جن شعرائے کرام نے رسولِ کریم محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی بارگاہ میں نعوت کے نذرانے پیش کئے ان کے اسمائے گرامی ہیں:۔

جناب عظمت کڈپوی، جناب سید عطا کوثر، جناب سید خادمِ رسول عینی، جناب سید سلطان معین الدین، جناب صفدر کرنولی، جناب یاسر بخاری، حیدرآباد کی شاعرہ محترمہ رفعت کنیز اور کرنول کی شاعرہ ڈاکٹر عرفانہ کے بھیجے ہوئے نعتیہ کلام بھی اس محفل میں پڑھے گئے۔شعراء کرام کے پسندیدہ اشعار نذرِ قارئین ہیں۔

رواں ہے شہنشاہِ کون ومکاں کی
سخاوت کا دریا یہاں سے وہاں تک (سید عینی)

☆

اگر سنتوں پر عمل ہم کریں گے
تو آساں ہے رستہ یہاں سے وہاں تک .(سید سلطان کرنولی)

تو ہی تو قیر قرآں کی، تو ہی تطہیر ایماں کی
نشاں اس بے نشاں کا تو پہنچ تیری خدا تک ہے (سید عطا کوثر)

مرسلہ: خادم رسول عینی

مائیکا کے مشاعرے میں جناب سید نفیس دسنوی اپنی غزل پیش کرتے ہوئے

گملہ ضلع جھارکھنڈ کے یومِ تاسیس پر ذولسانی اردو ہندی مشاعرہ اور کوی سمیلن

گزشتہ 18 مئی 2023ء بروز جمعرات ضلع انتظامیہ ہال میں دو نشستوں پر مشتمل اس مشاعرے کا انعقاد ہوا۔پہلی نشست دن کے دو سے چار بجے تک ضلع انتظامیہ ہال میں ہوئی جبکہ دوسری نشست گملہ لائنس کلب میں پترکار سنگھ کی جانب سے رات کے آٹھ سے گیارہ بجے تک کامیابی کے ساتھ چلی۔اس موقع پر تمام شعرا کی پذیرائی گل پوشی اور شال پوشی سے کی گئی۔ان مشاعروں کو کامیابی سے انعقاد کرنے کا سہرا نقیب اور ناظمِ مشاعرہ جناب آفتاب انجم ازبر کے سر جاتا ہے۔شریکِ مشاعرہ شعرائے کرام کے اسمائے گرامی ہیں: جناب سید نفیس دسنوی اور جناب شا کرورتی (اڈیشا)' جناب رہبر گیاوی المعروف چونچ گیاوی (پٹنہ)' جناب دلشاد نظمی (رانچی)' جناب بسنت جوشی (دھنباد)' محترمہ پرتیبھا یادو (یوپی)' جناب شمبھو سرنم' جناب رضوان استدقی اور کنوینز مشاعرہ جناب آفتاب انجم ازبر (گملہ جھارکھنڈ)

معروف شاعر شمس الحق شمس مرحوم کے مجموعۂ کلام ''رموزِ حق''
کی رسمِ اجرا کی تصویری جھلکیاں
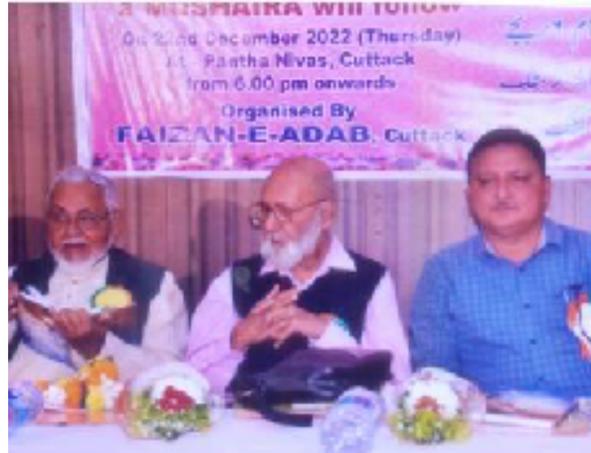
سید نفیس دسنوی صاحب پراچی ساہتیہ سماج کی ایک تقریب میں اپنا کلام پیش کرتے ہوئے۔

سید نفیس دسنوی صاحب کی پذیرائی پراچی ساہتیہ سماج کی جانب سے

Akhbar-e-Orissa Publication
ADBI MAHAZ Quarterly
Dewan Bazar, Cuttack-753001

RNI No. ODIURD00040
Dated:1-04-2016

عزیز بلگامی کے شب و روز

Shaikh Quraish Publisher and Printer of **ADBI MAHAZ** and published from Dewan Bazar,Cuttack-753001 (Odisha).Printed at Taaj Enterprise. Dewan Bazar,Cuttack-753001(Odisha) Proprietor: Md. Sayeed.